Scanned with CamScanner

سرمستِ بلوچستان

داستانِ عشق و سوانح حیات حضرت طوق علی مست رحمتہ اللہ علیہ

Balochi Academy Quetta
135/-
LIBRARY

مصنفہ

ذکیہ سردار بلوچ

بلوچی اکیڈمی شارع اقبال کوئٹہ

جملہ حقوق بحق مصنفہ محفوظ ہیں

طبع اول .... ستمبر ۱۹۶۵ء

تعداد .... ایک ہزار

طابع وناشر .... بلوچی اکیڈمی شارع اقبال کوئٹہ

مطبوعہ .... پاکستان پریس کوئٹہ

قیمت [illegible] روپے

Scanned with CamScanner

انتساب

اپنے شریک حیات اور پاکستان کے ممتاز بلوچ مؤرخ

میر محمد سردار خان بلوچ

بی۔ اے (آنرز) ایم اے (علیگ)، ممبر رائل
ایشیاٹک سوسائٹی لندن۔ چیئرمین بلوچی اکیڈمی

کے نام

Scanned with CamScanner

ویٹ منی دِیر گنداں کھلوخیناں
ورجیاں فہم گھیتھے رلوخیناں

(مست)

ترجمہ:- میری دور بین تجیر نگاہوں نے دیکھا
میرے تمام جسم کے اعضا نے میری آنکھوں کی تائید کی
اور ساتھ دیا۔

فہرست مضامین

٭

باب اوّل ۔ بلوچ قوم، اسکے خصائل اور رسمیں

باب دوئم ۔ سوانح حیات حضرت طوق علی مست

باب سوئم ۔ حضرت مست کی کرامات و شاعری

باب چہارم ۔ مجموعہ کلام حضرت مست

دیباچہ

انیسویں صدی میں انگریز سیاستدانوں نے بلوچ قوم کے بارے میں چند کتابیں، اپنے سیاسی اغراض و مقاصد کے پیش نظر لکھیں تھیں جن کی کوئی ادبی اور تحقیقی حیثیت نہیں بلوچ قوم کے پڑھے لکھے حضرات نے بھی، اپنی ثقافت، خاندانی تاریخ اور علمی خزانوں کو کتابی شکل دینے کی بھی ضرورت محسوس نہیں کی، شاید اسکی وجہ یہ ہے کہ بلوچ فطرتاً سپاہی ہے، اس کی تلوار ہی اس کا قلم ہے۔ اسی باعث بلوچی روایات، ادب پارے اور ان کی تاریخی کہانیاں سینہ بسینہ نسل در نسل منتقل ہوتی رہیں۔ اور کسی نے انہیں صفحہ قرطاس کی زینت بنانے کی زحمت گوارا نہیں کی، بلوچ چونکہ خود قلم کے دھنی نہ تھے۔ اسلئے اس قوم کے بہت سے نامور سپوتوں کے کارنامے اور عظیم ہستیوں کے واقعات ابتک پردہ خفا میں پڑے ہیں، انھیں نامور سپوتوں اور عظیم ہستیوں میں حضرت طوق علی مست کا بھی شمار ہے، جنہوں نے اپنے عشق سے بلوچستان کی وادی میں شیریں فرہاد اور لیلیٰ مجنوں کی کہانیوں کی یاد تازہ کرادی۔ جنکے شاعرانہ کمال نے امیر خسرو اور حافظ جیسے صوفی شعراء کے کمالات فن کو آئینہ دکھایا، اور جن کی روحانی عظمت نے، بلوچی سرداروں اور عوام کو اپنا گرویدہ اور معتقد بنالیا:

پہلے میرا خیال یہ تھا۔ کہ طوق علی مست چونکہ بلوچی زبان کے شاعر ہیں، اسلئے اسی زبان میں ان کے حالات و واقعات لکھ کر ان کے کلام کو کتابی شکل میں پیش کردوں، پھر خیال آیا کہ اس طرح یہ جواہر پارے، محدود دائرے میں رہ جائینگے، اور عامۃ الناس اس دولت سے مستفیض نہ ہوسکیں گے، اسلئے میں نے یہ ارادہ ترک کردیا، اور اسکے باوجود کہ مجھے اردو زبان پر پورا عبور نہیں، میں نے فیصلہ کیا، کہ بلوچی ادب کا تعارف، اپنے پاکستانی بھائیوں سے کرانے کے لئے مجھے حضرت طوق علی مست کی شاعری پر، ٹوٹی پھوٹی اردو ہی میں اظہار خیال کرنا چاہیئے۔

اس کتاب کی ترتیب و تدوین میں جہاں اور مشکلات پیش آئیں۔ وہاں میری پردہ نشینی نے بھی مجھے کافی زچ کیا۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا جاچکا ہے، بلوچی ادب پر کوئی معقول کتاب دستیاب نہیں ہوئی۔

اب اگر کوئی مصنف بلوچی ادب، زبان یا ثقافت پر قلم اٹھانا چاہے تو اسے علم سینہ کا ہی سہارا لینا پڑتا ہے جو کچھ بہت صرف لوگوں کو زبانی یاد ہے الا ماشاء اللہ چنانچہ کسی پردہ میں بیٹھنے والی خاتون کے لئے یہ تو ناممکن ہی ہے کہ وہ بلوچی ادب کے کسی موضوع پر قلم اٹھائے میں اپنے شریک حیات میر محمد سردار خان بلوچ کی ممنون ہوں، کہ انہوں نے میری اس مشکل کو حل کرنے کیلئے خود تکلیف اٹھائی، اور میرے لئے موصوف کی زندگی کے حالات اور قلب پارے جمع کئے، یہ حقیقت ہے کہ اگر وہ میری امداد نہ فرماتے تو مجھے حضرت مست پر قلم اٹھانے کی سعادت کبھی نصیب نہ ہوتی۔ میر محمد سردار خان بخود بھی نامور مصنف ہیں، انہیں اپنی قوم اپنی ثقافت اور اپنے ادب سے دلی محبت ہے، اور یہی محبت اس امر کی محرک تھی یہی وجہ ہے کہ انہوں نے پورے بلوچستان میں گھوم پھر کر ایسے حضرات کا پتہ لگایا، جو یا تو خود حضرت مست کے صحبت یافتہ تھے یا پھر ان کے قریبی بزرگوں یا رشتہ داروں نے ان کی صحبت اٹھائی تھی غرض جہاں سے بھی حضرت مست کے بارے میں میر صاحب کو کچھ پتہ چلا اور ان کے جواہر پارے حاصل ہوئے، آپ نے اس دروازہ کو کھٹکھٹایا، اس چھان بین کے باوجود سب سے بڑی مشکل یہ پیش آئی کہ مست کے کلام میں خلط ملط بہت تھی اور زیادہ کلام تو امتداد زمانہ کے ہاتھوں ضائع ہی ہو چکا تھا، غرض جب سب مواد مل گیا، تو اسکو کافی محنت اور تحقیق کے بعد یکجا کیا گیا، بظاہر یہ کام آسان نظر آتا ہے، لیکن یہ حقیقت ہے، کہ مواد کی فراہمی اور اس کی صحت و درستی میں کئی سال صرف ہوئے۔ غرض میں نے اپنی طرف سے اس بات کا حد درجہ خیال رکھا ہے، کہ حضرت مست کی زندگی اور کلام میں کہیں سے کوئی آمیزش نہ ہو جائے اور جو کچھ لکھا جائے، اسکو بار بار پرکھ لیا جائے۔ یہ میری پہلی کاوش و کوشش ہے، میں ممنون ہوں گی۔ اگر قارئین کرام اس کتاب کی خامیوں کو میری مشکلات کے پیش نظر نظر انداز فرما دیں۔

ذکیہ سردار بلوچ
جنگل باغ، سریاب پوسٹ بکس ۳۲ کوئٹہ
ستمبر ۱۹۶۵ء

باب اوّل

بلوچ قوم، اسکے خصائل اور رسمیں

موجودہ تحقیق نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ بلوچ، کلدانی نسل کے چشم و چراغ ہیں۔ اور کلدانی وہ لوگ تھے جنہوں نے آج سے چار ہزار سال پہلے دنیا کو سب سے پہلی مرتبہ تہذیب و تمدن کی دولت عطا کی تھی، کلدانی تہذیب نے بابل میں جنم لیا تھا۔ اور پورے دو ہزار برس تک دنیا کا گوشہ گوشہ اس کی روشنی سے جگمگاتا رہا۔

بلوچ قوم، اپنے خصائل اور رسم و رواج میں، آج تک کلدانیوں سے متاثر نظر آتی ہے۔ مثلاً کلدانیوں میں علم نجوم کا بہت چرچا تھا، ہر کلدانی اس سائنس میں دخل رکھتا تھا۔ بلکہ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا۔ کہ اس فن کو کلدانیوں نے بامِ عروج تک پہنچایا، چنانچہ بلوچوں میں بھی روزمرہ کے معاملات میں علم نجوم کو بڑا دخل ہے۔ اگر کوئی بلوچ سفر پر جاتا ہے۔ تو وہ علم نجوم کا سہارا لیتا ہے، بیاہ شادی کے موقع پر نجومیوں سے رجوع کیا جاتا ہے۔ اور موسمیات کے تغیر و تبدل کے سلسلے میں بھی ستاروں کی چال ڈھال پر نظر رکھی جاتی ہے۔

شکل و صورت میں بلوچ عربوں سے ملتے جلتے ہیں۔ ان کے قد درمیانہ لیکن جسم مضبوط اور سڈول ہوتے ہیں۔ جلد چمکدار اور رنگ دھوپ کا جلا

۱۔ "تاریخ بلوچ قوم و بلوچستان" از ایم۔ ایس۔ خان بلوچ صفحہ ۱۸۰۔

۲۔ "سولیزیشن پاسٹ اینڈ پریزنٹ" از والٹر والبینک وایم ٹیلر صفحہ 85

گندمی ہوتا ہے. چہرہ بیضوی، پیشانی چوڑی اور اونچی، ابرو سیاہ. مگر
ایک دوسرے سے علیحدہ، آنکھیں بادام کی طرح اور بڑی، جن میں سرخ
ڈورے پڑے ہوتے ہیں، دانت سپید ہے، خوبصورت اور بالکل
شفاف. ناک ستواں اور خنجر نما. کان سڈول، نہ بہت بڑے، نہ چھوٹے
البتہ سامنے سے کسی قدر خم دار اور کان کا سوراخ پپوٹوں کے بیرونی
زاویے کے سیدھ میں واقع ہوتا ہے. یعنی اگر کان کے سوراخ سے
ایک سیدھا خط کھینچا جائے. تو وہ اس مقام پر ختم ہوگا جہاں آنکھ کے
پپوٹے اور کنپٹی کی ہڈی آپس میں ملتے ہیں. لیکن بلوچ خواتین کے خدوخال
اور جسمانی خصائص مردوں سے کسی قدر مختلف ہیں. اور یہی فرق ان کے
حسن وجمال میں اضافہ کرتا ہے. مثلاً ان کے جسم اور اعضا کی دل ربا گولائی
ان کے ہاتھ پیروں کا خوبصورت تناسب. ان کی چال کا انداز یہ وہ
چیزیں ہیں جو دل کو موہ لیتی ہیں.

بلوچ فطرتاً جری. بے خوف اور ذہین ہوتے ہیں. عام طور پر مویشی
پالتے ہیں. اور آپس میں لڑنا ان کا معمولی مشغلہ ہے. چھوٹی چھوٹی باتوں
پر کبھی نہ ختم ہونے والی لڑائیاں شروع ہو جاتی ہیں. اور قبیلے کے قبیلے
ان کے لپیٹ میں آجاتے ہیں. اگر کسی قبیلے کا کوئی فرد لڑائی میں کام
آجائے تو پھر خون ریزی کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے. بلوچ
آج تک اپنے سامی آبا واجداد کے رسم ورواج پر عمل پیرا ہیں. یہ
قوم مجموعہ اضداد ہے. ایک طرف خونخواری میں ان کی نظیر نہیں ملتی تو
دوسری طرف اطاعت وفرمانبرداری میں لاجواب ہیں. بلوچ توہم پرست
بھی ہیں اور مغرور بھی، جب کوئی نیا خیال ان کے ذہن میں بیٹھ جاتا ہے.
تو ان میں بڑے بڑے کام کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے. اپنی کل
ما یحتاج کو مہیا کرنے کی ضرورت نے انہیں پھرتیلا اور چالاک بنایا.

ہر قسم کی تکالیف کو برداشت کرنے کی مجبوری نے اسے صبر دیا۔ خود اپنے اوپر سختی کی عادت نے اسے دوسروں کے لئے بے رحم بنا دیا ہے۔ اور اسمیں انتقام کی خواہش پیدا کر دی ہے۔ اس ضمن میں ہم پندرھویں صدی کے آخری دور کے دو واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ انتقام کا جذبہ کس شدید درجے تک اس غیور قوم میں موجود تھا۔ اور بدرجۂ اتم اب بھی موجود ہے۔

جذبۂ انتقام

پندرھویں صدی کے اواخر میں ایک بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں۔ جن کا نام شہ کھٹے تھا۔ آپ امیر چاکر سردار اعظم رند کے مرشد تھے۔ ایک دن یہ اپنے محافظ دستے کے ہمراہ کسی پہاڑ کے دامن کی ایک پگڈنڈی سے گزر رہے تھے۔ کہ سامنے سے میر چاکر کے بہنوئی اور بلوچ قوم کے نامور بہادر میر باہر خان رند آ گئے۔ شہ کھٹے کے محافظوں نے مطالبہ کیا۔ کہ وہ شاہ صاحب کیلئے راستہ چھوڑ دیں۔ لیکن باہر رند نے انکار کر دیا اور محافظوں نے برافروختہ ہو کر تیروں سے اس بہادر کا سینہ چھلنی کر کے اسے ہلاک کر دیا۔ اس انکار کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ چاکر اعظم کے بھرے دربار میں میر باہر خان رند نے قول دیا تھا کہ اگر وہ کسی راستے پر چل پڑے پھر کوئی انکا راستہ نہیں روک سکیگا۔ خواہ اس کے نتیجے میں انہیں جان ہی کیوں نہ دینا پڑے۔

میر باہر خان رند کی موت کی خبر نے ان کے بہادر بیٹے امیر بیورغ کو دیوانہ کر دیا۔ اس نے اپنا بہترین لباس چاک کر دیا۔ اور لبیرے لگا دیئے۔ اور اس نے قسم کھائی کہ جب تک وہ اپنے باپ کے خون کا بدلہ نہیں لے لیگا چین سے نہیں بیٹھے گا۔ بیورغ، اپنے باپ کی طرح بہادر اور ایک خوبصورت جوان تھا۔ وہ جب کسی پر حملہ کرتا تھا

تو یہ معلوم ہوتا تھا جیسے شیر بریوں کے ڈار میں گھس آیا ہو امیر ہیو رخ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ شہ کھٹے سے انتقام لینے کے معنی یہ ہیں کہ وہ چاکر اعظم کی نظروں سے گر جائیگا اور ہر قسم کے انعام و اکرام سے محروم ہو جائیگا۔ لیکن اس نے عہد کیا تھا کہ جب بھی شہ کھٹے اور اس کا بیٹا اسے کہیں ملینگے، وہ ان پر بجلی کی طرح گریگا۔ اور اپنی شمشیر خارا شگاف سے ان کے سینوں کو چیر کر ان کے لہو سے اپنے باپ کے قتل کے انتقام کی پیاس بجھائیگا۔ اور اپنی مونچھیں ان کے خون سے تر کرے گا۔

چنانچہ ایک مدت کے بعد امیر ہیو رخ اور شہ کھٹے کا آمنا سامنا ہوا اور اس جیالے نوجوان نے ایک ہی وار میں شہ کھٹے کا سر قلم کر دیا۔ اور اپنی بڑی بڑی خوبصورت مونچھیں مقتول کے خون میں ڈبو کر امیر چاکر کے پاس آیا اور کہا "میں نے تمہارے مرشد کو قتل کر کے اس کے خون سے اپنی مونچھیں تر کی ہیں" اسے یہ خوف تک نہ ہوا کہ امیر چاکر حاکم وقت ہے۔ اور وہ اس خبر سے اس کا دشمن ہو جائیگا۔ امیر چاکر ہی کے زمانے کا ایک اور واقع یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ خون کا انتقام لینا تمام فرائض میں مقدم ہے۔ بلوچوں کے قدیم رواج کے مطابق خون کا بدلہ خون ہے۔ بعض مرتبہ خون کا بدلہ خون بہا کی صورت میں بھی لیا جاتا ہے۔ میر چاکر اعظم کے دور کے ایک غلام بجار کو بلیدی قبیلے کے ایک شخص نے قتل کر دیا۔ اس کی پسلیاں بھون کر باہر پھینک دی گئیں، تاکہ گدھ اور گیدڑ کھا جائیں۔ اس کے جواب میں مقتول کے رشتہ داروں نے بلیدی قبیلے کے سردار ہیبت خان کو پکڑ لیا۔ اسے ایک پہاڑی پر لے گئے۔ اور وہاں سر کے بل نیچے پھینک دیا۔ اور بلوچ نسل کی وحشیانہ رسم کے مطابق اس کا سر کاٹ کر اس کی کھوپڑی کا پیالہ بنایا گیا جسمیں فاتح شراب یا پانی پیتا تھا۔ یہ پیالہ بہت مدت تک بجار کے خاندان میں رہا[1]

---

[1] "تواریخ بلوچ قوم و بلوچستان" مصنف ایم ایس خان بلوچ صفحہ ۱۹۲

مہمان نوازی وسخاوت

بلوچ کی ساری نام آوری تلوار اور مہمان نوازی میں ہے. جب وقت وہ اپنے گھر میں بٹھیتا ہے. تو ایک مہربان میزبان بن جاتا ہے. اور تواضع سے پیش آتا ہے. اور تلوار حقوق حاصل کرنے کی ضمانت ہے. لیکن مہمان نوازی ان کے لئے سارے قانون انسانیت کا لب لباب ہے. جن جھگڑوں کا فیصلہ تلوار سے نہیں ہوسکتا. وہ مہمان نوازی کے ذریعہ سلجھائے جاتے ہیں. بلوچی کردار میں سب سے اہم اور قابل ذکر خصوصیت یہ ہے. کہ بلوچ بے حد مہمان نواز ہوتے ہیں. ان کی ساری نام آوری تلوار اور مہمان نوازی میں ہے. بلوچ اپنے مہمان کو نہایت خندہ پیشانی سے خوش آمدید کہتا ہے. جب کوئی مہمان گھر پر آتا ہے. تو مہمان خانے کے سامنے حیثیت کے مطابق ایک قالین یا چٹائی بچھا دی جاتی ہے پھر اس قبیلے کا سردار اپنے مہمان کا خیر مقدم کرتا ہے. اور اس کی خاطر و مدارت کی جاتی ہے. ہر گاؤں میں قبیلے کی جانب سے ایک مہمان خانہ ہوتا ہے. جہاں مسافروں کو ٹھہرایا جاتا ہے. مہمانوں اور مسافروں کی خدمت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی جاتی.

مہمان نوازی میں بھی بلوچ، عربوں سے بہت ملتے جلتے ہیں. بہت سے بلوچی خاندان شہروں سے دور، پہاڑوں کے دامن میں محض اسلئے رہتے ہیں کہ ان کی حیثیت اتنی نہیں ہوتی. کہ وہ اپنے مہمانوں کی اچھی طرح خاطر تواضع کر سکیں. لیکن اسکے باوجود اگر کوئی مہمان ان پہاڑوں میں آنکلتا ہے تو خواہ خود مہمان سے ہی قرض لینا پڑے اور مدتوں تک اُس قرض کی ادائیگی کرتا رہتا ہو. غیور بلوچ اپنے مہمان کی مدارت کئے بغیر اسے لوٹنے نہیں دیتے. غریب سے غریب بلوچ مہمان نوازی میں ایک دن میں اپنا گھر خالی کر دیتا ہے. وہ خاطر و مدارت میں دلی مسرت محسوس کرتا ہے

جس کا اندازہ اس کے بے دریغ خرچ سے ہوتا ہے۔ سخاوت میں بھی بلوچوں نے اپنے سامی آباؤ اجداد کی پیروی میں کوئی کمی نہیں کی۔ سخاوت اور فیاضی وہ خصائل ہیں۔ بلوچ تمام خصائل پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک یہ خصلتیں ان کی قوم کے فضائل میں سے ہیں۔ بلوچوں میں ہر دور میں نامور ہستیاں گذری ہیں۔ مثلاً نوز بندغ سخاوت اور بہادری میں مانا ہوا شخص تھا۔ اس نے اپنے جانی دشمن میر چاکر اعظم رند کی جان عین میدان جنگ میں بچائی۔ بلوچوں میں آج بھی سخی کو نوز بندغ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ نوز بندغ کی سخاوت کے بارے میں بہت سی کہانیاں مشہور ہیں۔ جاڑو رند کو "جور جواد" یعنی تلخ جواب دینے والا یا حاضر جواب کہتے ہیں۔ بجار رند کو "سخی" اور "مڑھ کُش" (یعنی قتل کرنے والا) اور ے رند کو "دین برادر" یعنی مذہب کا رکھوالا کہتے ہیں۔ اسیطرح نوز بندغ کو اپنی سخاوت کی وجہ سے "زر زوال" یعنی دولت لٹانے والے کا بھی خطاب دیا گیا تھا۔ نوز بندغ کی سخاوت کو پرکھنے کیلئے امیر چاکر اعظم نے اس کے گھوڑے کی خرجین میں جو روپئیوں سے بھری ہوئی تھی، ایک سوراخ کر دیا۔ جب نوز بندغ گھوڑی پر سوار ہو کر جانے لگا۔ تو روپئے اس سوراخ سے گرنے لگے۔ مگر اس نے پرواہ نہ کی۔ چند عورتوں کی نظر اس پر پڑی۔ انہوں نے گرتے ہوئے روپئیوں کی طرف اس کی توجہ دلائی۔ مگر نوز بندغ نے جواب دیا کہ "میں کوئی چیز دے کر واپس نہیں لیا کرتا"۔ یہ سنکر عورتیں حیرت زدہ رہ گئیں۔ اور نوز بندغ کو "زر زوال" کا خطاب دیا۔

میر جمال خان لغاری چھٹہ رند کے میر عالی خاندان سے تعلق رکھتا تھا اس کی سخاوت بھی دُور دُور تک مشہور تھی۔ وہ دشمنوں کا مقابلہ نہایت بہادری سے کرتا تھا۔ انگریز اسے اپنے ساتھ نشست دیتے تھے۔

ان کے خوف سے ہر ایک امن و امان سے رہتا تھا۔ اسکے دشمن جب اس کی آمد کی خبر سنتے۔ تو پاؤں تلے سے زمین نکل جاتی۔ لنگر صبح سے شام تک جاری رہتا۔ عام لوگوں کو بھی وہاں سے خیرات ملتی تھی۔ علی الصبح خیرات مانگنے والوں کو اونٹ اور گھوڑیاں بخش دیجاتی تھیں۔ اور وہ خود دودھ اور شربت سونے کے پیالیوں میں نوش کیا کرتا تھا۔

شجاعت و بہادری

غارت گری کا اشتیاق اور اس کے ساتھ فیاضی۔ شدید بے رحمی اور پھر کشادہ دلی وہ خاصیتیں ہیں جو ان کے اوصاف اضداد کو ہمارے سامنے لاتی ہیں ان متضاد خصائص کا سمجھنا اور ان کی توجیہہ کرنی کوئی خاص مشکل نہیں۔ ملک میں غذا کی قلت، خانہ بدوشی۔ قبائلی نظام و رسم و رواج اور دیگر نسلی عناصر کو اس تضاد میں بڑا دخل ہے۔ بلوچوں کی شجاعت و بہادری کا یہ عالم ہے۔ کہ جب وہ لوگ لڑائی میں جاتے ہیں تو اللہ تعالےٰ کے حضور میں دعا مانگتے ہیں۔ کہ ان کی پیٹھ پر زخم نہ لگنے پائے۔ انکا خیال ہے کہ پیٹھ پر زخم پیچھے بھاگنے والے کو آتا ہے۔ اور بھاگنے والے بزدل ہوتے ہیں۔ اسلئے یہ غیور لوگ سینے پر زخم کھانا پسند کرتے ہیں۔ بلوچ اپنے سوئے ہوئے دشمن پر ہاتھ نہیں اٹھاتا۔ دھوکہ دینا اس کا شیوہ نہیں۔ وہ ہمیشہ دشمن پر سامنے سے حملہ کرتا ہے۔ تاکہ دشمن بھی سنبھل کر اپنا ہتھیار اٹھا کر مقابلے کیلئے آجائے۔ اور بسا اوقات وہ دشمن کو کہہ کر موقعہ دیتا ہے کہ پہلا وار وہ کرے۔ بلوچ بندوق کی لڑائی پر تلوار کی لڑائی کو ترجیح دیتا ہے اور تلوار کی لڑائی کا وہ ایسا ماہر ہے۔ کہ دشمن پر ایک وار کرنے کے بعد دوسرے وار کرنے کا موقع ہی نہیں آتا۔ جب کسی بلوچ کے گھر لڑکا پیدا ہوتا ہے۔ تو بچے کی ماں اور دوسرے رشتہ دار اللہ ذات پاک کے حضور میں التجا کرتے ہیں۔ کہ بچہ بڑا ہو کر تلواروں کے سائے میں

بہادری اور جوانمردی سے جان دے۔ تلوار ہی اس کی زیست و موت کی شریک ہو۔ چنانچہ اس ضمن میں ہم امیر بیورغ رند کی اس دعا کا حوالہ انہی کے شعر سے دیتے ہیں۔ جس میں انہوں نے کہا ہے۔ کہ "رند مائیں اپنے لڑکوں کیلئے دعائیں مانگیں۔ کہ ان کے لڑکے شمشیر زن اور سخی ہوں" یہ رسم ابتک چلی آرہی ہے کہ ناف کا جو حصہ کاٹا جاتا ہے۔ وہ گھوڑے کے کان کے ساتھ باندھ دیتے ہیں۔ یہ شگون اسلئے کرتے ہیں کہ بچہ جوان ہو کر ہمیشہ گھوڑے کی پیٹھ پر سوار رہے۔ اور بچے کے سرہانے تلوار رکھتے ہیں۔ غیر قوموں نے بھی ان کی بہادری کا جابجا اعتراف کیا ہے۔ ان کی بہادری کا ایک ثبوت یہ ہے کہ ۱۸۴۳ء میں جب انگریزی فوج نے سندھ کے تالپور حکمران کو زیر کیا تو اس وقت کے وائسرائے لارڈ ایلن برو نے ملکہ وکٹوریہ کو لکھا کہ "آج ہم نے ایشیا میں سب سے بہادر دشمن کو شکست دی ہے"[1] ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ تمام ایشیا میں بلوچوں کو بہادر قوم تسلیم کیا گیا ہے۔

پناہ دینا جب کوئی مصیبت زدہ ایک بلوچ کی پناہ میں آگیا یا جس نے اس کی حیثیت پر بھروسہ کیا۔ تو پھر اس کی عداوت دوستوں کی سی نہیں ہوتی۔ بلکہ عزیزوں اور قرابت داروں کی سی اس مہمان کی مقدس و محترم ہو جاتی ہے۔ اور میزبان کو اس کی حفاظت خود اپنی جان پر کھیل کر بھی واجبات سے ہوتی ہے۔ اگرچہ اس پر یہ کیوں نہ ثابت ہو جائے کہ جو شخص اس کی پناہ میں بیٹھا ہے۔ یہ وہ دشمن جانی ہے۔ جس کی تباہی کی وہ سو بار آرزو کر چکا ہے۔ جب کوئی شخص

---

[1] "تاریخ بلوچ قوم و بلوچستان" از ایم ایس۔ خان بلوچ صفحہ (۱۶۳)

چاہے. وہ کسی قبیلے، قوم یا مذہب کا ہو کسی بلوچ گھرانے میں پناہ لیتا ہے.
تو اس کی پوری پوری حفاظت کرنا بلوچ اپنا فرض سمجھتا ہے.

عرب اقوام بھی انہی روایات کی سختی سے پابند ہیں. عربوں میں بنی قیس بنو بکر اور بنی ثعلب کے مابین جس طرح کئی برس تک لڑائیاں جاری رہیں اسیطرح بلوچوں میں کئی خونخوار لڑائیاں ہوئی ہیں. آج سے چند صدی قبل بلوچ قوم کے دو قبیلے کلمتی اور بلفتی ساتھ ساتھ مکران میں رہتے تھے. ایک دن کلمتی قبیلے کے کچھ لڑکے کھیلتے ہوئے بلفتی خیمے کے قریب آئے. وہ ایک گرگٹ سے کھیل رہے تھے. خیمے کے اندر ایک بلوچ خاتون بیٹھی تھی. اس کا خاوند باہر گیا ہوا تھا. .... اس خاتون کا نام بیبڑی تھا. وہ گرگٹ خیمے کے اندر چلا گیا. لڑکوں نے اصرار کیا کہ ہم اس کو ماریں گے بیبڑی نے کہا. کہ یہ گرگٹ میری پناہ میں ہے. اس کو نہ مارو. مجھ پر احسان کرو. مگر لڑکوں نے ایک نہ مانی. اور گرگٹ مار ڈالا. اس وقت بیبڑی کا بھائی اور خاوند گھر پر موجود نہ تھا. بیبڑی نے اپنے خاوند کو پیغام بھیجا. وہ امیر کی مجلس چھوڑ کر بھاگتا ہوا آیا. نامور بیبڑی نے کہا " اگر تم گرگٹ کا بدلہ نہ لوگے تو میں آج سے تمہاری بہن اور تمہیں اپنا بھائی تصور کروں گی" اسکے خاوند نے جواب دیا " اے میری نیک دل بیوی ذرا صبر سے کام لے. اور مجھے کچھ سوچنے دے میرا وعدہ ہے. کہ گرگٹ کے قتل کا انتقام اس طرح لوں گا. کہ یہ سفید زمین خون سے لت پت ہو جائے" اور پھر جب ہنگامہ کارزار برپا ہوا. تو بلفتی قبیلے کے ساٹھ (۶۰) افراد اور کلمتی قبیلے کے پچاس (۵۰) افراد مارے گئے. یہ سب ہمسایہ گرگٹ کی خاطر خون و کشت ہوا. اور یہ خونریزی کافی عرصے تک ان دونوں قبائل کے مابین رہی.

بلوچ مندرجہ اصولوں کے سختی سے پابند ہیں!

(۱) خون کا بدلہ خون سے لینا۔
(۲) امانت میں خیانت نہ کرنا۔
(۳) پناہ لینے والے کو جب پناہ دی جائے تو اس پر اپنا سب کچھ حتیٰ کہ جان تک قربان کر دینا۔
(۴) بدکار کو پناہ نہ دینا۔
(۵) مہمان کو ہر قسم کا آرام و آسائش پہونچانا۔
(۶) میدان جنگ میں عورت اور بچوں پر ہاتھ نہ اٹھانا۔
(۷) لڑائی میں جب خواتین دخل انداز ہو کر صلح کی پیشکش کریں۔ تو پھر کسی قسم کا انتقام یا بدلہ نہ لینا۔
(۸) زانیہ و زانی کو ہر صورت میں موت کی سزا دینا۔

باب دوئم

سوانح حیات حضرت طوق علی مست

چمن میں ہزاروں قسم کے پھول کھلتے ہیں، کلیاں چٹکتی ہیں غنچے مہکتے ہیں۔ پھر دائمی مرجھا جاتے ہیں۔ مریستان کے چمن میں ایک سدا بہار پھول نے اپنی آنکھ کھولی، چمن کے تمام پودے خوشی سے تالیاں بجا بجا کر اظہار مسرت کر رہے تھے۔ کلیوں کی چٹک سے بلبل کا دل دھڑک رہا تھا۔ شاخیں نشے سے مست ہو کر جھوم رہی تھیں۔ گلوں کی مہک میں بھونرے کی آرزو انگڑائی لے رہی تھی۔ پرندے مسرت سے چہچہا رہے تھے۔ اس سدا بہار اور دلفریب پھول کی خوشبو بلوچستان کے علاقوں میں پھیل گئی۔ کسی کو وہم و گمان بھی نہ تھا۔ کہ علاقہ مری میں ایک پھول پیدا ہوگا جو قوم اور ملک کو اپنا گرویدہ بنا لے گا۔ ایسے پھول دنیا میں شاذ و نادر ہی کھلتے ہیں۔ اور نوع انسان کی تواریخ میں ایک زریں باب کا اضافہ کرتے ہیں۔ اس لازوال پھول نے جب کہ اس دن آسمان بلوچستان پر گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ شام کا سہانا وقت تھا۔ قوم مری کے قبیلے شیرانی کی ذوزکانی شاخ سے کاہان کے قریب ۱۸۲۸ء کے موسم بہار میں جنم لیا۔ یہ پھول طوق علی کی صورت میں صفحہ ہستی پر نمودار ہوا۔ اور اس کی مہک سرزمین بلوچ کی پر کیف فضاؤں میں آج بھی بسی ہوئی ہے۔

خد و خال: طوق علی چھریرے بدن کے مالک تھے۔ ان کے سڈول اور

بھرے ہوئے بازوؤں میں آندھیوں اور طوفانوں کا زور تھا۔ دراز قد اور شانوں پر بکھری چوٹی سیاہ گھونگریالی زلفیں عجیب سماں پیدا کرتی تھیں۔ اُن کے اندر بیضوی چہرہ نور کا ایک ٹکڑا تھا۔ رنگ گندمی آنکھیں بڑی بے حد سُرخ اور خمار آلود یوں معلوم ہوتا تھا۔ جیسے دو ستارے چمک رہے ہوں۔ ستواں ناک۔ ایک حسینہ کو قتل کرنے کیلئے خنجر سے کم نہ تھی! ابرو سیاہ اور گھنے۔ جب آپ پیدل چلتے۔ تو ذرا آگے کو جھک کر چلتے۔ آپ کا لباس خاص مریوں کا لباس تھا۔ کافی لمبی پگڑی سفید ململ کی سر پر باندھے رہتے۔ قمیض کے اوپر سفید کپڑے کا گھیرے دار اور بڑی آستینوں والا چُغہ جسے بلوچی کرتی کہتے ہیں زیب تن رہتا۔ اور شلوار تنگ پائینچے والی بڑے گھیر کی۔ یہ ڈھیلا ڈھالا لباس آپ پر بہت سجتا تھا۔ باہر ٹہلتے وقت یہ منظر سامنے آتا جیسے کوئی حسین خانہ بدوش نجدی شہسوار صحرا کی وسعتوں میں اپنے قبیلے کی سرفرازی کیلئے فطرت کے ہر چیلنج کا منتظر ہو۔ یہ تھا ہماری کتاب کے ہیرو کا حلیہ اور لباس۔

بچپن کی زندگی

آپ کی طبیعت میں بچپن ہی سادگی اور خاموشی کو بڑا دخل تھا۔ جیسے ہی آپ نے ہوش سنبھالا۔ تو آپکے گھر والوں نے بھیڑوں اور بکریوں کا ریوڑ چرانے کا کام آپ کے سپرد کیا اس علاقے کے پہاڑ بلوچستان کے دوسرے پہاڑوں کی بہ نسبت قدرے سرسبز و شاداب ہیں۔ ان پہاڑوں پر جنگلی بیر، انار، انجیر اور زیتون کے درخت پائے جاتے ہیں۔ اور جڑی بوٹیاں بھی ملتی ہیں۔ جو دواؤں کے کام آتی ہیں۔ انہی پہاڑوں پر وہ اپنا ریوڑ چراتے اور ریوڑ کہیں سے کہیں نکل جاتا۔ تو آہستہ آہستہ پہاڑ سے نیچے کی وادیوں میں اپنے ریوڑ کو جمع کرتے۔ بکریوں سے زیادہ آپ بھیڑوں کو پسند کرتے تھے۔

آپ کے ہمعصر ساتھی جو آپ کے ساتھ اپنے ریوڑ چراتے. آپ بے حد محبت و شفقت سے پیش آتے. اکثر ایسا بھی ہوتا کہ شام ہو جاتی. اور وہ اپنی دھن میں مگن رہتے. ریوڑ رات کی تاریکیوں میں ادھر اُدھر بکھر جاتا ان کے ساتھی ان کے ریوڑ کو ایک جگہ اکٹھا کرتے. اگر کوئی بھیڑ یا بکری ریوڑ سے کم ہوتی. اور گھر والے دریافت کرتے. تو آپکا جواب صرف خاموشی تھا. آپ کی والدہ ماجدہ بچپن ہی میں انتقال فرما گئیں تھیں. آپ کل چھ بھائی تھے. چار بھائی تھوڑی مدت کے دوران یکے بعد دیگرے چل بسے. اب طوق علی اور انکا ایک بھائی پیرک اس دنیا میں رہ گئے جب آپ نے زندگی کی چودھویں بہار میں قدم رکھا تو باپ کا سایہ بھی اٹھ گیا اور ہمیشہ کیلئے طوق علی والدین کی بے لوث محبت. اور شفقت سے محروم ہو گئے. کچھ عرصہ بعد انہوں نے چھوٹے بھائی کی شادی کرادی. لیکن آپ نے خود شادی کی... آرزو نہیں کی. جب طوق علی کی عمر اٹھارہ برس کی ہوئی تو قدرتی مناظر سے ان کی محبت اور زیادہ بڑھ گئی. اور وہ اپنا ریوڑ لے کر دُور دُور تک پہاڑوں میں نکل جاتے. اور خدا کی شان اور اسکی قدرت کے کرشموں سے لطف اندوز ہوتے. وہ اپنا ریوڑ لے کر کاہان کی شاداب وادیوں میں نکل جاتے. کبھی پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ کر چاروں طرف نگاہیں دوڑاتے رہتے. غرض ہر وقت ایک جذب و کیف کے عالم میں ڈوبا رہنا ان کا مشغلہ بنکر رہ گیا تھا.

ایام شباب

نوجوان طوق علی کو ہتھیاروں سے فطری لگاؤ تھا. ریوڑ چرانے نکلتے تو کمر سے اپنی خم دار تلوار باندھتے. ساتھ ہی چھرا جس کو بلوچی میں "کھاٹار" کہتے ہیں. اسکا رکھنا بھی لازم تھا. جب کوئی ریوڑ سے بھیڑ یا بکری ذبح کرنی ہوتی تو اسی سے کام لیتے. کاہان کے گرد و نواح کی پہاڑیوں میں اپنا ریوڑ چرانے لے جایا

کرتے۔ اور کبھی کبھی قحط سالی کے وقت تحصیل کوہلو کی طرف نکل جاتے۔ تماڑ۔ جاندران۔ شمالنگ اور تھڈی پہاڑوں کی وادیاں جنگلی گھاس سے اکثر پٹی پڑی رہتی ہیں۔ ریوڑ چرانے کیلئے یہ بہترین چراگاہیں ہیں۔ ان وادیوں اور پہاڑوں میں اکثر طرق علی کا گذر ہوتا تھا۔ ان پہاڑوں میں میٹھے پانی کے قدرتی چشمے بھی کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ آپ کا زادِ سفر اکثر دودھ۔ پنیر اور گیہوں کا آٹا تھا۔ کبھی کبھی رستوانی پہاڑ کی بلندیوں پر بھی آپ کا نشیمن رہا۔ بسا اوقات کوٹ منڈائی کے سرسبز و شاداب علاقے میں آپ کافی عرصے تک اپنے ریوڑ کے ساتھ قیام کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی وہیں سے ڈونگان پہاڑ کا رخ کرتے۔ یہ ایک بلند پہاڑ ہے۔ بہت گھنے جنگل ہیں۔ پہاڑی دنبوں اور ہرن کا شکار یہاں کثرت سے پایا جاتا ہے۔ یہاں آپ شکار کیلئے رہتے مری علاقے کے چاروں طرف طواف کرنا ان کا مشغلہ بن گیا تھا موسم گرما میں جاندران۔ شمالنگ۔ تکیل اور کوہلو کے ارد گرد کے پہاڑوں اور وادیوں میں اپنے ریوڑ کے ساتھ جاتے۔ اور موسم سرما میں نشیبی علاقے ماوند کوٹ منڈائی کی جانب منزل بہ منزل سفر کرتے اور ریوڑ چراتے رہتے۔ اس آزاد ماحول میں ان کی طبیعت جو ازل سے آزاد تھی۔ اب فطرت کی درسگاہ میں اور بھی صبر، تحمل اور مشقت کی عادی ہو گئی۔ ابتدا میں معاشی جد و جہد کیلئے ان سخت پہاڑوں پر ان کی گشت رہی۔ لیکن بعد میں عشق حقیقی کی لپیٹ میں آکر روحانی تڑپ اور بے چینیوں نے آپ کو ان پہاڑوں کا طواف کرایا۔

جنگ چھلنبڑی

اسلام خان تمندار بگٹی نے ۱۸۵۸ء میں وفات پائی۔ اسی سال انکا بیٹا غلام مرتضٰے سات سو بگٹی لیکر کاہان سے ہوتا ہوا کوہلو کے بجارانیوں پر حملہ آور ہوا۔ تیرہ بجارانی،

آن کے مال مویشی مارے گئے۔ اور بگٹیوں نے بہت بڑی تعداد میں اُن کے مال مویشی بیل، اونٹ بھیڑیں اور بکریاں لوٹ لیں۔ گزبور کے راستے سے بگٹی واپس آرہے تھے۔ مریوں نے انہیں دیکھا۔ شم کے میدان کے شمالی جانب مری اور بگٹی قبیلے کا آمنا سامنا ہوا۔ کئی بگٹیوں نے غلام مرتضےٰ سے کہا کہ ان کے مال مویشی واپس کیے جائیں۔ یا بصورت دیگر کھیتران قوم کے قبیلے کے راستے واپس جانا چاہئیے۔ مگر غلام مرتضےٰ اپنی ضد پر آڑا رہا۔ اور کہنے لگا کہ نہ تو مال مویشی واپس کرینگے۔ اور نہ کھیتران کے علاقے سے واپس جائینگے۔ اس اثنا میں مری بہادر جنگجو جمع ہونے شروع ہوگئے۔ علی الصبح چھنبڑی کے مقام پر بگٹیوں اور مریوں کی آپس میں مڈبھیڑ ہوئی۔ دوش بدوش تلوار کی لڑائی شروع کی۔ تمام دن لڑائی جاری رہی مریوں کو شکست ہوئی۔ اُن کے ۱۳۰ آدمی میدان جنگ میں مارے گئے۔ اور کافی تعداد میں زخمی ہوئے۔ بگٹیوں کے ۴۰ آدمی مارے گئے اور کافی زخمی ہوئے۔ بگٹی مال غنیمت میدان جنگ میں شہید ہونیوالے مریوں کے گھوڑے، تلواریں اور ڈھالیں بھی لوٹ کر ساتھ لے گئے۔ اس طرح بگٹیوں نے جنگ پورب کی شکست کا بدلہ لیا۔ جو ۱۸۴۷ء میں لڑی گئی تھی۔ اسی سال بگٹی اور کھیتران نے مری قبیلے پر حملہ کیا۔ اور ان کے ۷۰ آدمی مارے گئے۔ اُنکا کافی سامان لوٹ کر لے گئے...... اس کے بعد پھر بگٹی، کھیتران اور موسیٰ خیل پٹھان قبیلوں نے مل کر مریوں کے علاقے پر حملہ کیا۔ اور یہاں سے بڑھتے بڑھتے پورب کے مقام پر پہنچے۔ جہاں پر مریوں نے اُنکا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور ان تینوں قبیلوں کو مری قوم نے شکست فاش دی۔ صرف بگٹیوں کے ۵۰۰ آدمی مارے گئے تھے۔ جنگ چھنبڑی کے دن طوق علی نے بھی جنگ کی پوری تیاری کی اور روانہ ہوئے۔ ان کے بھائی دریا خان (دلنڑ خان) بھی ہمراہ تھے۔ لیکن نہ جانے ان کو کیا خیال آیا۔ کہ آدھے راستے ہی سے واپس

آگئے۔ اور اُن کے بھائی جنگ میں مارے گئے۔

چھنبڑی کی جنگ کے کچھ دن کے بعد طوق علی دھرلی[1] پہاڑ

میدانِ عشق

کی وادیوں میں ریوڑ چرانے نکل گئے۔ آسمان پر کالے کالے بادل چھائے ہوئے تھے۔ بوندا باندی شروع ہوگئی تھی اور شام اپنے گہرے سائے کے ساتھ رات کی طرف بڑھ رہی تھی۔ طوق علی نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی کہ کہیں آبادی نظر آجائے۔ تاکہ آنے والی بارش میں سر چھپا سکیں۔ ایک امید کی کرن دکھائی دی۔ دور ایک خیمے میں آگ کی روشنی نے طوق علی کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ وہ اپنے ریوڑ کے ساتھ اس خیمے کی جانب چل پڑے۔ اب ان کی زندگی کا نیا اور سنہری دور شروع ہوا۔ جنگ کے میدان میں تلوار چلانے سے انہوں نے گریز کی۔ لیکن اب وہ اپنے دل کی جنگ میں پڑنے والے تھے۔ یہ دل کی جنگ بڑی مہنگی پڑی۔ اس موقع کے بعد آپ فرماتے ہیں۔

من دل ءَ وشتان ماں پھندا بلڑگ کھناں
چھونزاناں زیادہیں خوادی وِکھفاں

ترجمہ:۔ میں خوش تھا کہ بعد میں زندگی کے اچھے دن گزاروں گا۔
لیکن یہ خبر نہ تھی کہ اس سے زیادہ مصائب میں گھر جاؤں گا

طوق علی اس خیمے کے قریب آپہنچے۔ خیمے کا مالک باہر آیا۔ اور اُس نے اپنے مہمان کے لئے خیمے کے باہر ایک چٹائی بچھائی۔ یہ خیمہ دراصل طوق علی کی ازلی و ابدی محبوب سمو کا تھا۔ انہیں یہ خبر نہیں تھی کہ اس خیمے کی رہنے والی مالکہ ان کے دل میں عنقریب گھر بنا لے گی۔ وہ تارِ رباب تک بند پڑے تھے انہیں ایک مضراب چھیڑ دے گا۔ اور تار بج اٹھیں گے۔

1۔ دھرلی ماوند کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے۔ ماوند کاہان سے تین میل دور ہے۔

اتنے میں بارش زور سے شروع ہو گئی۔ تیز خنک ہوائیں چل رہی تھیں سموّ کے خاوند نے طوق علی کو خیمے کے اندر بلا لیا۔ اور وہاں اسے جگہ دی، خوب خاطر و تواضع کی۔ بلوچوں کی مہمان نوازی دنیا میں مشہور ہے جس کا ذکر پہلے کیا گیا ہے۔ آدھی رات کے وقت موسلا دھار بارش شروع ہو گئی اور بارش کا پانی خیمے کے اندر آنا شروع ہو گیا۔ سموّ کے خاوند نے سموّ کو آواز دی اور اسے جگایا اور حکم دیا کہ خیمے کی طنابیں کس کر ٹھیک کر دے۔ قدرت کے عجیب کرشمے ہیں۔ اسوقت طوق علی بھی بیدار ہو چکے تھے۔ اور بیٹھے مٹی کا پائپ پینے کی تیاری میں لگے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنا پائپ سلگانا چاہا۔ دیا سلائی جلاتے ہی انکی نگاہ سموّ پہ پڑی جو اس وقت نیند سے بیدار ہو کر بغیر دوپٹے کے کھڑی تھی۔ سموّ کی سیاہ ریشمی لمبی زلفیں جو اس کے کاندھوں سے ہوتی ہوئی گھٹنوں تک پہونچ رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سموّ نے سیاہ چادر اوڑھ رکھی ہو۔ طوق علی نے سموّ کے بے پناہ حسن میں شفق کی سرخی، چاند کی روشنی پھولوں کی مہک، آبشاروں کی گنگناہٹ، سمندر کی وسعت، قوس و قزح کی رنگینی۔ ہوا کی نرمی اور کہکشاں کا دلفریب نظارہ پا لیا۔ جیسے یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ نے سموّ کے حسن میں شامل کر دی ہوں۔ دیا سلائی جو طوق علی نے جلائی تھی۔ وہ جل کر ان کی انگلی کے ساتھ چپک کر خاکستر ہو چکی تھی۔ ان کو یہ بھی احساس نہ رہا کہ ان کی انگلی میں آبلے پڑ گئے۔ جس کی ایک ہی جھلک نے انہیں دیوانہ کر دیا۔ اور سموّ کی زلفِ گرہ گیر نے انہیں عمر بھر کیلئے اپنا اسیر بنا لیا۔ صبح تک طوق علی پر غشی طاری رہی۔ اس ہنگامے میں ان کا ریوڑ بھی کہیں سے کہیں نکل گیا۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو آس پاس پڑوس والوں تک یہ بات پہونچی۔ اور چونکہ بلوچ قبائل میں کسی غیر مرد کا کسی کی بیوی سے معمولی سا رابطہ بھی برا سمجھا جاتا ہے

اسلئے لوگوں نے مشورہ دیا کہ طوق علی کو ان کی اس حرکت پر قتل کر دیا جائے لیکن چونکہ یہ جو کچھ ہوا تھا۔ عالم بے اختیاری میں ہوا تھا۔ اور اس عمل میں طوق علی کا کوئی دخل نہ تھا۔ اسلئے یہ مناسب سمجھا گیا۔ کہ انہیں اُن کے قبیلے والوں میں پہنچا دیا جائے۔ غرض طوق علی اور ان کا ریوڑ ان کے قبیلے والوں کے سپرد کر دیا گیا۔ لیکن یہ معاملہ یہاں ختم نہیں ہوا۔ بجرانی قبیلے کے آدمی اپنے مقدم میر کرم خان بجارانی کے پاس کو بلوا آئے۔ اور شیرانی قوم کے آدمی سردار گزین خان مری کے پاس گئے۔ دونوں قبیلوں کے قاصدوں نے اپنے آنے کے مقصد بیان کئے۔ آخر کار میر کرم خان سمو کے خاوند اور دیگر بجارانیوں کے ہمراہ شیرانی مقدم کے پاس آئے۔ طوق علی کو بلوایا گیا۔ آپ کی حالت دیکھ کر سب لوگ متحیر ہو گئے۔ یہ حالت دیکھ کر میر کرم خان بجارانی نے سردار گزین خان مری کو کہلا بھیجا کہ طوق علی عاشق حقیقی معلوم ہوتا ہے۔ ان کا عشق سچا ہے۔ میر کرم خان بجارانی اور سردار گزین خان مری نے سمو کے خاوند کو سمجھایا۔ اور یقین دلایا۔ کہ وہ آئندہ کسی قسم کا شک و شبہ نہ کرے۔ لیکن باوجود اس کے سمو کا خاوند ہر وقت تاک میں لگا رہتا۔ اس کی راتوں کی نیند اڑ گئی۔ طرح طرح سے اس نے طوق علی اور سمو کو آزمایا۔ لیکن اُس کا شک دور نہ ہوا۔ اندھیری راتوں میں طوق علی سمو کے خیمے کے باہر دور بیٹھے رہتے۔ اپنا منہ سمو کے خیمے کی طرف کر لیتے۔ اور بدستور ٹکٹکی باندھے دیکھے چلے جاتے۔ سمو کی ایک جھلک دیکھنے کو ترستے رہتے۔ کسی کام کی غرض سے سمو باہر نکلتی۔ مال مویشی باہر نکالتی۔ دودھ دوہتی۔ یا کوئی اور گھریلو کام کرتی۔ اور طوق علی کی آنکھیں سمو پر جمی رہتیں۔ کافی عرصہ ایسے ہی گذرا۔ بالآخر ایک دن آپ سردار گزین خان کے پاس گئے اور کہنے لگے "اے میرے مہربان سردار کسی نہ کسی بہانے میری سمو سے ملاقات کرا دیں۔" سردار کی

بسا دگی دیکھیے۔ کہ آپ نے شکار کی تیاری کی۔ اور طوق علی کو ساتھ لیکر اپنے خادموں کے ہمراہ سمّو کی قیام گاہ کی طرف شکار کو چل دیئے۔ وہاں پہنچتے ہی سمّو کے خاوند کے ہاں ڈیرہ جمایا۔ سمّو کے خاوند نے سردار موصوف کی خوب خاطر و تواضع کی۔ دنبوں کے بلوچی کباب (سجی) اور دوسرے لوازمات تیار کئے گئے۔ طوق علی سردار کے ساتھ تھے۔ صبح ہوئی۔ سردار گزین خان نے سمّو کے خاوند کو حکم دیا۔ کہ وہ قریبی پہاڑ سے لکڑی کاٹ کر لے آئے۔ چنانچہ وہ روانہ ہو گیا۔ اس کے بعد انہوں نے سمّو سے کہا۔ کہ وہ اپنا ریوڑ پہاڑ کے دامن میں لے جا کر چرائے۔ جہاں طوق علی کو پہلے سے بٹھا دیا گیا تھا۔ سمّو کو یہ بھی تاکید کی کہ" وہ طوق علی سے ضرور دو باتیں کر لے" سردار کا حکم سمّو کیلئے حرف آخر تھا۔ سمّو کی یہ مجال نہ تھی کہ سردار کی بات نہ مانتی چنانچہ سمّو اپنے ریوڑ کو پہاڑ کے دامن میں لے گئی۔ جہاں طوق علی پہلے ہی سے سمّو کے انتظار کی گھڑیاں گن رہے تھے۔ جیسے ہی آپ کی نگاہ سمّو پر پڑی وہیں بے ہوش ہو گئے۔ سمّو نے بات کرنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ ہوش میں نہ آئے۔ سمّو فوراً سردار کے پاس آئی اور کہنے لگی " اے سردار آپ کا آدمی وہاں بے ہوش پڑا ہے۔ میں جیسے ہی، خیمے سے نکلی۔ ان کے قریب پہنچی۔ اور ان کی نگاہ مجھ پر پڑی۔ وہ وہیں بے ہوش ہو کر گر گئے" سردار موصوف اپنے آدمیوں کے ہمراہ طوق علی کی طرف چل دیئے۔ اور انہیں بے ہوش اور بے سُدھ پڑا ہوا پایا۔ اور سمّو واپس خیمہ میں آئی۔ اور اس کا خاوند بھی آ پہنچا۔ سردار اور ان کے ہمراہیوں نے اپنی آنکھوں سے یہ سارا واقعہ دیکھا۔ بعد میں سردار نے سمّو کے خاوند سے کہا کہ" طوق علی پر کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ یہ مست فقیر ہے۔ اگر تم نے کچھ کہا تو کسی بلا اور آفت میں پھنس جاؤ گے۔ ان کا عشق

عشقِ حقیقی ہے۔ ان کے طور و اطوار بالکل پاک ہیں۔" اس دن کے بعد سے طوق علی کا نام مست پڑ گیا۔ اب سمو کے خاوند کے دل سے تمام شکوک مٹ گئے۔ اس نے بھی محسوس کیا کہ یہ ایک مست درویش ہے۔ سردار گزین خان کہاں چلے گئے۔ لیکن مست وہیں ٹھہرے رہے دیوانگی کے عالم میں ٹکٹکی باندھے مسلسل خیمے کی طرف دیکھا کرتے۔ سمو کا خاوند ہر طرح سے آپ کا خیال رکھتا۔ اور بے حد عزت کرنے لگا تھا۔ سمو ہر وقت خاموش رہتی تھی اور مست سے کلام نہیں کرتی تھی۔ کیونکہ آپ دیوانگی کی حالت میں رہتے تھے۔ کچھ دن قیام کرنے کے بعد آپ بغیر اجازت لئے اکیلے پہاڑوں کی جانب نکل گئے۔ وہاں کئی ماہ دیوانگی کے عالم میں گزارے۔ اور اسی دوران میں آپ نے سمو کے متعلق بہت سے شعر بھی کہے۔ ان اشعار کے باعث مری قبیلے میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ اسلئے کہ اس سے پہلے کسی کو جرات نہیں ہوئی۔ طوق علی مست کے اشعار نے مری قبیلے میں اِک آگ سی لگا دی۔ بلوچ، جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے۔ نہایت غیور اور غیرت مند لوگ ہیں۔ عورتوں کے بارے میں شعر شاعری ان کے سماج میں نہایت معیوب بات سمجھی جاتی ہے یہ کہنا مبالغہ نہیں مست کی عشق کی داستان غیور بلوچی سماج کیلئے چیلنج تھی۔ چنانچہ جب مست نے علی الاعلان سمو کے بارے میں شعر کہنا شروع کئے تو مری قبیلے کے ہر شخص کو سخت غصہ آیا۔ اور بہت سے لوگوں نے فیصلہ کیا کہ حضرت مست کو ہلاک کر دیں۔ غرض کہ گُدا نامی ایک شخص ایک دن ان کے قتل کے ارادے سے اِن کے پیچھے پیچھے پہاڑوں پر چڑھ گیا۔ اور جب طوق علی مست ایک اونچی چٹان پر کھڑے نیچے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ گُدا نے موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں دھکیل دیا۔ لیکن یہ دیکھ کر گدا کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ کہ پہاڑ سے طوق علی اس طرح

نیچے آ گئے جیسے کوئی پرندہ اڑان بھرے زمین پر آکر بیٹھ جاتا ہے۔ اس واقعہ سے گُدّا کے دل پر حضرت کا خوف طاری ہوگیا۔ اور اس نے مست سے معافی مانگی۔ مست نے اس واقعہ کی طرف ایک شعر میں اشارہ کیا ہے، کہتے ہیں:۔

یک گوُرے مایک گوُرے گُدّا
ماہر دو مرُد جوانی ءَ نزیوں سدّھا

ترجمہ:۔ وہ گُدّا ہو یا طوق علی دونوں اپنے اپنے مقصد کے پیچھے دیوانے ہیں۔ میں سمو کے عشق میں اپنے ہوش کھو بیٹھا ہوں، اور گُدّا اپنی قوم کی عزت کیلئے میری جان لینے کی خاطر دیوانہ ہو رہا ہے۔

سمو بھرُوُ کی قبیلے کی چشم و چراغ تھی۔ اس کا نام دراصل تمیع تھا۔ لیکن مست محبت سے اس کو "سمو"، "سمل" یا "سمی" کہہ کر اپنے اشعار میں مخاطب کرتے تھے۔ سمو بچپن ہی سے مال چرایا کرتی تھی۔ یہ صافی اور نازک اندام حسینہ جب جوان ہوئی تو وہ اپنی دلکش رعنائیوں کے ساتھ لازوال حسن وجمال لئے ہوئے حسن کے تخت پر جلوہ گر ہوئی۔ وہ نئی کونپل کی طرح نرم و نازک سرو کی طرح بلند قامت اور متناسب۔ سمو کا ہر تن مو ایک نغمہ خوش تھا۔ غزالی آنکھیں جنہیں بلا کی کشش اور دلکشی تھی۔ ان کے اندر چھپے ہوئے گلابی ڈورے خوبصورتی کو دوبالا کئے ہوئے تھے۔ انہی متوالی آنکھوں نے مست کو دیوانہ بنایا۔ سمو قدرت کا ایک شاہکار اور خوبصورتی کا مکمل مجسمہ تھی۔ لمبی زلفیں مار سیاہ کی طرح مرمریں شانوں پر جھکی ہوئی تھیں۔ چہرہ چودھویں کا روشن چاند تھا۔ گلے کی زینت چاندی کا بڑا سا ہار تھا۔ ہار میں قسم قسم کے رنگین پتھر کے منکے اور خوبصورت چوکور چاندی کے ٹکڑے پروئے ہوئے تھے۔ جب رات ہوتی تو ہار خوب دمکتا۔ صندلی کلائیوں میں چاندی کی دستگلی، تھیں یہ بلوچی زیور

کنگن کی شکل میں ہوتے ہیں۔ جو کافی بھاری ہوتے ہیں۔ ان چیزوں نے سمّو کے حسن میں چار چاند لگا دیئے۔ لباس بالکل سفید جس میں وہ ایک پاکیزہ اور معصوم فرشتہ معلوم ہوتی۔ اس کی شادی بھروئی قوم میں ہوئی۔ شادی کے بعد بھی سمّو اپنا ریوڑ پہاڑوں کے دامن میں چرایا کرتی۔ گھر کا کام کاج، بچوں اور خاوند کی دیکھ بھال سب اس کے ذمہ تھی۔ ان ذمہ داریوں کے علاوہ ایک اور ذمہ داری بھی اُس کے نازک کندھوں پر آپڑی۔ اس ذمہ داری نے جس نے کہ اپنے شکنجے میں سمّو کو قیامت تک کیلئے جکڑ لیا۔ سمّو کے دل میں رفتہ رفتہ مست کیلئے ایک میٹھی میٹھی کسک اور چبھن شروع ہوئی۔ اس کی بے چینی اور بے قراری بڑھتی جا رہی تھی۔ آگ دونوں طرف برابر لگی ہوئی تھی۔ مست کا تیرِ نشانے پر بیٹھا۔ سمّو کے معصوم دل کو زخمی کر گیا اس زخم کے میٹھے درد کو چھپائے ہوئے سمّو بے چین رہنے لگی۔ اکثر وہ اداس اور کھوئی کھوئی رہتی۔ ادھر مست کی بزرگی سے مری قوم کے افراد بے حد متاثر ہونا شروع ہو گئے۔ اور آپ کے پیچھے شیدائیوں کا جمِ غفیر رہنے لگا تھا۔ مست اپنا زیادہ وقت مری علاقے کی پہاڑیوں ہی میں گزار رہے تھے۔ کبھی نکیل پہاڑ کی بلندیوں پر بسیرا رہتا۔ کبھی جاندران۔ تھوڑی اور ڈونگان وغیرہ کی گھاٹیوں اور وادیوں میں آپکا ڈیرہ رہتا۔ ایک عرصہ اسیطرح مری پہاڑوں کی سیر و سیاحت کر کے وقتاً فوقتاً سمّو کے گھر والوں کی قیام گاہ کا ایک وادی سے دوسری وادی میں سراغ لگاتے سمّو کو آپاتے۔ اور کچھ دن قیام کر کے پھر پہاڑوں کا رخ کرتے۔ مری علاقہ کا ذرہ ذرہ مست نے قدموں کے نیچے روند ڈالا۔ اپنے وطن اور سرزمین سے آپ کو والہانہ محبت تھی۔ اپنے شعروں میں انہوں نے ہر جگہ اپنے وطن کی جا بجا تعریف کی ہے۔ اُن کو اپنے علاقے کے سُرمگیں اور امنڈتے ہوئے بادلوں اور سرسبز و شاداب

پہاڑوں سے خاص لگاؤ اور پیار تھا۔ اپنے علاقے کے ذرّے ذرّے کو آپ نے سراہا ہے۔ اس سرزمین سے انہیں دلی اُنس تھا۔ یہ انکے ازلی اور ابدی محبوب سمّو کا وطن تھا۔ اس سرزمین میں جیسے مست نے اپنے دونوں جہان پالئے ہوں۔ کوئی تعجب نہیں کہ ان پہاڑوں پر آج بھی حضرت مست کے نقش پا کندن کی طرح دمک رہے ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس علاقے میں سرشار محبت جسقدر پھرا ہے۔ شاید ہی کبھی کوئی اور شخص یہاں تک آیا گیا ہو۔ مست جہاں دم لینے کیلئے بیٹھتے وہاں پتھر چن چن کر مضبوط صورت میں اپنے ہاتھ سے مسجد بناتے۔ ہر جگہ مری علاقے میں انہوں نے اپنے دست مبارک سے کئی مسجدوں کے نشانات بنائے تاکہ ہر آنے جانے والا آپ کے نقش سفر کو دیکھ سکے۔ مری علاقے کے گرد و نواح کا چکر لگاتے وقت آپ کی آنکھیں سمّو کی قیام گاہ کی طرف مرکوز رہتیں۔ اور ہر سفر کے بعد ملاقات فرض تھی۔ سمّو کا قیام بھی ایک جگہ نہ ہوتا۔ جہاں کہیں پانی اور ہریالی دیکھی، وہاں خیمہ نصب کیا۔ اور ریوڑ چرایا۔ پھر وئی قبیلہ کا ہی مالدار چلا آتا ہے۔ جہاں کہیں سمّو کا قیام ہوتا مست بھنورے کی طرح آمنڈلاتے۔ اور اپنی مرضی کے مطابق کچھ دن ٹھہرتے۔ سمّو کا خاوند آپ کی خاطر و تواضع میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتا۔ اسلئے کہ آپ کی بزرگی کی دھاک اب بیٹھ چکی تھی۔ اور لوگ پیروں کی طرح ماننے لگے۔

سیر و سیاحت

تمام عمر مست کی سیر و سیاحت میں گزری۔ اگر انہیں بلوچستان کا ابن بطوطہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ جہاں کہیں جاتے چندے قیام کرتے۔ پھر عازم سفر ہو جاتے۔ ہر وقت ان کے پاؤں گردش میں تھے۔ اسی سیر و سیاحت کے دوران ایک دفعہ کاہان سے تھرا تھانی آئے۔ اور وہاں سے لہڑی پہنچے۔ اور سردار سہراب خان ڈومبکی کے ہاں مہمان ہوئے۔ ڈومبکی سردار نے مست

کی نہایت گرمجوشی کے ساتھ آؤبھگت کی۔ دو دن کے بعد آپ قصبہ مَثل تشریف لائے۔ جو لہڑی سے ۸ میل شمال مغرب کی جانب واقع ہے۔ یہاں آپ میر محمد خان گشکوری کے ہاں مہمان کی حیثیت سے رونق افروز ہوئے میزبان گشکوری قوم کے سردار کے چھوٹے بھائی تھے۔ یہ ایک بلوچی زبان کے بلند پایہ صوفی شاعر تھے۔ میر محمد خان گشکوری ۱۸۸۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۰ء میں ۴۰ برس کی عمر میں وفات پائی۔ یہاں دو دن مست نے گزارے۔ تمام گشکوری قبیلے کے افراد اور معتبرین باادب جوق درجوق مست کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ تمام دن مجلس گرم رہی۔ مست میرِ مجلس کی حیثیت سے سب کی نگاہوں کا مرکز تھے۔ سردیوں کا موسم تھا رات کے وقت باہر قالین بچھائے گئے۔ آگ جلائی گئی اور قریب ہی ایک طرف ایک خوبصورت رنگین چارپائی بستر سے آراستہ کی گئی۔ میر محمد خان نے حضرت مست سے عرض کیا: "اوپر بستر پر تشریف رکھیں" آپ نے جواب دیا "نہیں"۔ اس پر سمو بیٹھے گی" تھوڑی دیر کے بعد مست نے ایک خالی کٹورا مانگا۔ اور بستی سے جنوبی جانب قریب کے پہاڑ کی طرف چل دیئے۔ کچھ دیر بعد کٹورا دودھ سے بھرا ہوا لائے۔ جب آپ سے دریافت کیا گیا تو فرمایا "یہ دودھ سمو کے ریوڑ ہرنیوں کا ہے" دو گھونٹ کٹورے سے نوش کرنے کے بعد فرمانے لگے کہ "یہ بچا ہوا دودھ سمو کی سہیلیوں میں تقسیم کر دو"۔ دودھ حرم خانے میں پہنچا دیا گیا سب نے ذرا ذرا سا تبرک کے طور پر پیا۔ رات کا کھانا تیار ہوا۔ دُنبے کے بلوچی کباب کے بڑے بڑے گوشت کے ٹکڑے دسترخوان پر چن دیئے گئے۔ آپ نے اصرار کیا کہ "سمو کا حصہ کہاں ہے"۔ عرض کیا گیا کہ "حضور ہی سمو کا حصہ نکالیں"۔ آپ نے ایک نرم گوشت کا ٹکڑا پسند کیا۔ اور فرمایا "یہ سمو کی سہیلیوں کو پہنچا دو"۔ گوشت حرم خانے

بھجوا دیا گیا۔ کھانا تناول فرمانے کے بعد آپ نے میر محمد خان گشکوری کو کچھ شعر سنانے کیلئے ارشاد کیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی بلوچی زبان میں لکھے ہوئے شعر سنائے۔ جن میں جنگ احد کا ذکر تھا۔ شعر سننے کے بعد آپ محمد خان سے مخاطب ہوئے۔ "کیا در حدیث آپ اس جنگ میں موجود تھے؟ انہوں نے کہا "نہیں" آپ نے فرمایا" .... میں نے اس جنگ میں صحابہ کرام کے ساتھ شانہ بشانہ تلوار چلائی ہے" بعد میں ساری رات آپ نے اپنے شعر سنائے۔ جو ان کی ازلی محبوبہ کے تعریف میں لکھے۔ مجلس رات بھر گرم رہی۔ صبح ہوئی مست کہنے لگے" در حدیث تم کسی اور راہ پر رواں ہو۔ میری راہ کچھ اور ہے۔ شاعری کا حق جام درک نے ادا کیا ہے۔ انہوں نے آگ سلگائی۔ اور ہم خالی راکھ پھونک رہے ہیں کچھ دیر بعد مست رخصت ہوئے اور سبی کی راہ لی۔ جلال خان گشکوری ہمراہ سفر ہوا۔ سبی پہنچکر آپ نے وہاں کے پرانے قلعے کا رخ کیا۔ اور اس قدیم و عظیم مشہور قلعے میں داخل ہو گئے۔ سردار اعظم میر چاکر رند بلوچ ۴۵۰ برس قبل سبی پر حکمران تھا۔ مست نے میر چاکر اعظم کے دیوان خانے اور اس کی قدیم قیام گاہ۔ رندوں کے دربار اور نشستوں کی جگہیں جلال خان کو دکھائیں۔ آپ نے ہر چیز اس انداز سے دکھائی۔ جیسے آپ امیر چاکر اعظم کے زمانے میں موجود تھے قلعہ دکھاتے ہوئے اہم سے اہم اور معمولی سے معمولی بات بتاتے جا رہے تھے۔ بعد ازاں شام کے وقت شمالی سمت سبی کے جنگل کا رخ لیا۔ جب جنگل کے وسط میں پہنچے، تو ایک بڑے درخت کے نیچے آکر ٹھہر گئے۔ اور کہنے لگے کہ" اس درخت کے نیچے جو دعا مانگی جائے گی درگاہ باری تعالیٰ میں مستجاب ہوگی"۔ آپ جنگل سے نکل کر آگے چلے گئے۔ جلال خان نے موقعہ پاکر رخصت چاہی۔ اور دوبارہ اس درخت کے پاس آنکلا۔ اب کیا دیکھتا ہے۔ کہ درخت اپنی جگہ سے

غائب ہے۔ مایوس ہو کر جلال خان واپس آیا۔ اور تمام عمر پچھتا تا رہا کہ کاش وہ اُس وقت دعا مانگتا جب مست نے دعا کیلئے کہا تھا۔ دوسرے دن خبر پہنچی کہ مست تلی میں قیام پذیر ہیں۔ تلی سبی سے ۱۰ میل مشرق کی جانب واقع ہے۔ یہاں ایک دن قیام کرنے کے بعد آپ کاہان کی طرف روانہ ہو گئے۔ ہر سفر کے بعد آپ کا سمو سے ملنا از حد ضروری تھا۔ یہ ایک فریضہ تھا جس کو ادا کئے بغیر آپ کو چین نہ آتا تھا۔

چالیس برس کی عمر میں مست ولایت کی منزل پر پہنچ چکے تھے۔ اور ساتھ ہی سمو کو اسی رنگ میں رنگ لیا۔ سمو کے ہاں کچھ دن چین سے گزار کر آپ کاہان سے ہوتے ہوئے جنتلی پہنچے۔ اور وہاں سے بیلا لیج کے راستے ڈیرہ بگٹی تشریف لائے۔ یہ قصبہ بگٹی سردار غلام مرتضیٰ کی رہائش گاہ تھی۔ آپ سردار موصوف کے ہاں ایک سال قیام پذیر رہے۔ ایک دن بگٹی تمندار نے عرض کیا " مست میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں "۔ بے اختیار آپ نے فرمایا " غلام مرتضےٰ میں سمو کے ساتھ شادی کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ تم میرے ساتھ بگٹی شہسوار اور گانے بجانے والے میراثیوں کو روانہ کرو۔ کچھ مال مویشی بھی ساتھ کر دو۔ تاکہ شادی کی دعوت کا انتظام ہو سکے "۔ غلام مرتضےٰ نے آپ کیلئے بہترین ملبوسات تیار کرائے۔ اطلس کے جوڑے تیار کرائے اور زیورات بھی بنوائے۔ غرض نہایت شان و شوکت سے بگٹی سردار نے ان دونوں کی شادی کی تیاری شروع کر دی۔ اور چند ہی دن میں سردار غلام مرتضےٰ نے شادی کا ساز و سامان، پوشاکیں اور کافی تعداد میں دُنبے مست کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ بگٹی شہسوار اپنے گھوڑوں کو سجا کر اور بندوقوں اور تلواروں سے لیس ہو کر حضرت مست کی برات ڈیرہ بگٹی سے مری علاقے کی طرف روانہ ہوئی۔ اپنے علاقے میں پہنچکر ایک پہاڑ کے دامن میں ڈیرہ جمایا۔ یہ

پہاڑ ڈیرہ بگٹی اور مری علاقے کے بالکل بیچ درمیان واقع ہے. مراثیوں نے خوب لہک لہک کر مست کے سہرے گانے شروع کئے. ڈھول اور شہنائیوں کی آوازیں پہاڑوں میں گونج رہی تھیں. اس وادی کا ذرہ ذرہ اور پتہ پتہ خوشی سے پھولا نہیں سما رہا تھا. کیونکہ آج مست نے اس وادی کو یہ عزت اور سرفرازی بخشی. گانے بجانے کے وقت آپ ایک طرف ہو کر بیٹھے رہے. ادھر دنبے ذبح کئے گئے. اور آپ نے تھوڑی دیر کے بعد پرشوق لہجے میں بگٹیوں سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا. کہ "دیکھو وہ سمو کے دنبے بیٹھے ہوئے ہیں. ان میں سے ایک دنبہ لے آؤ اور ذبح کر ڈالو!" انہوں نے نظر دوڑائی. تو وہاں کچھ پہاڑی سیاہ کوّوں کا غول بیٹھا تھا. ان میں سے ایک آگے بڑھا. تو سب کوّے اڑ گئے. سوائے ایک کے جو بیٹھا رہا. اسے پکڑ لائے. مست کے کہنے پر انہوں نے اسکو ذبح کیا. سمو مست سے ڈیڑھ سو میل دور تھی. اور یہاں مست اس کے بغیر اکیلے شادی رچا رہے تھے. سمو کی بغیر حاضری میں شادی کی رسمیں خوب دھوم دھام سے ادا کی گئیں. نہ سمو کو اپنی شادی کی خبر تھی. اور نہ اس کے پھرزئی قبیلے والوں کو اور یہاں مست شادی کا میلہ لگائے بیٹھے تھے.

جب شادی کی تمام رسمیں پوری کر لیں. تو آپ نے بگٹیوں کو حکم دیا. کہ واپس ڈیرہ بگٹی چلے جائیں. اور اپنے سردار کو مطلع کریں. کہ شادی با اہتمام منائی گئی. اس کے بعد آپ پھیلجی کی طرف روانہ ہوئے اور کھیری قبیلے کے سرکردہ افراد کے ہاں قیام کیا. ایک سال حضرت اس علاقے میں گھومتے رہے. اور یہاں کا چپہ چپہ حضرت کے قدم مبارک سے فیض یاب ہوا. حضرت نے اپنے شعروں میں اس کا ذکر کیا ہے!

چیرے داں کا چھوڑ گیا فینا
شہ کھیری ءَ باغیں کھوڑاں

کوچھوؤ بازاری رِندی جداں
رِندی دور مانسڑیں بوکگے دیثیں
آف ذاں سالے ءُ شریک بیثا

ترجمہ :-

ہم لوٹے آباد کھنی کی طرف
کبھی قبیلہ کی شاداب ندیوں کی جانب
کبھی علاقے کی آباد سرحدوں پر
میں نے رندوں جیسا ایک مالدار قبیلہ دیکھا
ایک برس تک میرا آب و دانہ ان کے ساتھ رہا

اس کے بعد آپ کاہان کے راستے سے پھر رستانی پہاڑ کی وادیوں میں داخل ہوئے، اور قدرت کی رنگینیوں سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ وہاں مریوں سے پتہ چلا کہ سمو کا قبیلہ بارکھان کی طرف چلا گیا ہے۔ آپ بھی بارکھان کیلئے چل کھڑے ہوئے۔ وہاں پہنچتے ہی معلوم ہوا کہ سمو رکھنی کے قریب وجرا میں اپنا خیمہ نصب کئے ہے۔ رکھنی کی طرف قدم پیما ہوئے۔ اور آخر سمو کو وہاں پا لیا۔ جو عروسی ملبوسات وزیورات آپ کے پاس تھے وہ سمو کی خدمت میں پیش کئے۔ مگر غالباً شادی کے راز کو مخفی رکھا۔ اس بار بھیروی قبیلے والوں نے آپکی طرف نہ کوئی خاص توجہ دی اور نہ آؤ بھگت کی۔ کچھ روکھے سوکھے رویے سے پیش آئے۔ غالباً وہ لوگ اسلئے ناراض تھے۔ کہ سمو کے بارے میں جو شعر آپ نے کہے تھے، وہ شہرہ آفاق ہو گئے تھے۔ اور اس کو لوگ بد نامی کا باعث سمجھنے لگے تھے۔ مست ان کے ترش رویئے سے سخت دلگیر ہوئے۔ اور ایک جگہ اپنے شعر میں انہوں نے بھیروی قبیلے والوں کو بد دعا دی۔

زیانز و بھیروئی آں بخ ائیناں
بھونند حیران دَو وحرام مینیاں

ترجمہ:۔ نقصان میں ہیں بزدل بھیروئی
جو اپنی بستی میں حیران اور بخیل ہیں۔

بھیروئی کافی مالدار قبیلہ ہے۔ ان کے پاس بھیڑیں، بکریاں اور اونٹوں وغیرہ کے گلّے کے گلّے ہوتے ہیں۔ مری کے بجارانی قبیلے میں سب سے مالدار بھیروئیوں کی شاخ ہے۔ یہ قبیلہ بہترین چراگاہوں میں اپنا ریوڑ لے جاتا ہے اور کافی مال میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ لیکن مست کی بددعا کے بعد سے یا تو اِن کا مال چوروں کے نصیب ہوتا ہے۔ یا کوئی وبا پھوٹ پڑتی ہے۔ یا درندوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اور بھیروئی قبیلے کو اپنے مال سے کچھ نصیب نہیں ہوتا۔ مست کے وقت سے لیکر اب تک بھیروئی قبیلہ اپنا مال وغیرہ کے منافع سے نامراد ہے۔ بھیروئیوں کی بدسلوکی اور بدظنی کو ہمیشہ آپ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور کبھی ان سے خوش اسلوبی سے پیش نہیں آئے۔ ایک جگہ اپنی ایک غزل میں چند شعروں ارشاد فرماتے ہیں:۔

دو سریں پشل بادوے بگڑائیناں
بھیروئی آنی جڑتاں اڑائیناں
سمّی و مست ءِ سیر گھتائیناں

ترجمہ:۔ میں دو سروں والی لمبی قینچی (جس سے دنبوں کی پشم کاٹتے ہیں) بنواؤں۔ اور بھیروئیوں کے زانوئیں اٹکا کر انھیں کاٹ ڈالوں (پھر) سمّی اور مست کی آپس میں شادی کر جاؤں۔

یہ اُس مجذوب بلوچستان کی بددعا کا اثر ہے۔

اس سے قبل مست نے بلوچی علاقے، سندھ، پنجاب اور ڈیرہ جات کی سیاحت مری علاقہ سے باہر بہت کم

دوسرے بلوچی علاقوں میں قدم رکھا تھا۔ لیکن جب مست پھرویوں سے دل برداشتہ ہوئے۔ آپ بارکھان کو خیرباد کہہ کر کوہلو تشریف لے گئے اور وہاں سے ماوند کے راستے سے ہوتے ہوئے سبی پہنچے۔ یہاں ایک دن قیام فرما کر ڈھاڈر کا رخ کیا۔ جو درہ بولان کے دہانے پر سبی کے مغرب کی جانب سترہ میل دور واقع ہے۔ درہ بولان کی وادیوں میں سمو کے فراق کی گھڑیاں گزارتے۔ کرتہ کی خاک پر قدم رنجہ ہوئے۔ جو قدیم بلوچی شعروں میں یہ مقام "جبلگہ" کے نام سے موسوم ہے۔ یہ ایک سرسبز آباد وشاداب وادی ہے۔ یہاں بے حد دلکش قدرتی مناظر ہیں جتنے بھی درہ بولان کے پانی کے قدرتی چشمے ہیں۔ یہ سب یکجا ہو کر کرتہ بستی کے پہاڑ کے دامن سے درہ بولان کی ندی سے نکل جاتے ہیں۔ یہاں اور جنگلات کے کھجوریں بہت ہیں۔ جنگلی شکار کرتہ کے پہاڑوں میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔ یہاں کا موسم سردیوں میں بہار کا پیغام لاتا ہے۔ یہ وادی بنگلانی قبیلے کے بلوچوں کا مسکن ہے۔ مست کے ہمراہ کچھ ان کے ساتھی بھی تھے۔ جو اپنے محبوب مجذوب کی خدمت میں مصروف رہتے تھے۔

جس وقت مست کرتہ پہنچے رات نے اپنی سیاہی سے جہاں کو ڈھانپ لیا تھا۔ آپ نے کھوسہ قبیلے کے ایک معزز شاعر کے ہاں اپنا ڈیرہ جمایا چار دن حضرت نے یہاں قیام کیا۔ درہ بولان کے دور دراز علاقوں سے خانہ بدوش قبیلے آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ مست کے دل ودماغ اور رگ رگ میں سمو سمائی ہوئی تھی۔ بار بار سمو کے شعر سناتے آپ کا تکیہ کلام سمو تھی۔ بات بات پر سمو کا نام آپ دہراتے۔ دوران قیام جمعہ کا دن آیا۔ آپ نے کہا: "آج میں نماز پڑھاؤں گا:" آپ پیش امام کی جگہ کھڑے ہوئے۔ صفیں باندھی گئیں۔ نہ کوئی خطبہ پڑھایا گیا، اور نہ کوئی وعظ ہوا۔ حضرت رخ بہ کعبہ کھڑے ہوئے۔ اور "اللہ اکبر" کہا

صف بہ صف بہ طرح لوگ پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔ کچھ لمحوں کے بعد منہ پچھلی جانب پھیر کر فرمانے لگے "یہ نماز نہیں ہوئی میں نے جس طرف منہ کیا ستو کو اس طرف نہیں پایا۔" اس کے بعد آپ نے شمال کی طرف منہ پھیر دیا اور فرمانے لگے کہ "اب اس طرف منہ کر کے نماز پڑھیں گے چنانچہ اسی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے۔ پھر تھوڑے وقفے کے بعد منہ پھیر کر ارشاد ہوا" یہ نماز بھی غلط رہی اس سمت بھی ستو کا پتہ نہیں" تمام صفوں کو جنوب کی جانب آراستہ کیا گیا۔ چنانچہ اس جانب بھی مایوسی کے عالم میں وہی فقرے آپ نے دہرائے۔ آخر مشرق کی جانب صفوں کا رخ پھیر دیا گیا اور آپ امام بنے فرمانے لگے "میں نماز نہیں پڑھتا۔ تم جانو تمہارا کام۔ ستو مجھے کسی جانب دکھائی نہیں دی۔" آپکا قبلہ ستو ہی تھی۔ اسے سامنے پاتے تو راہ نوردِ دشت جنون خون جگر سے وضو کر کے نماز عشق ادا کرتے۔ بالآخر اور لوگوں نے اپنی نماز امام مسجد کے پیچھے ادا کی۔ آپ کرتہ سے اپنے ہمسفروں کے ساتھ درّہ بولان کے رستے کولپور کے قریب دشت گونڈین جا پہنچے۔ جا تمتان اور مسکینوں کا گروہ آپ کے شریک سفر تھا۔ دشت گونڈین سے آپ جنوب کی جانب مرو کی طرف روانہ ہوئے۔ جو کہ کولپور کی جنوبی سمت تیرہ میل کے فاصلے پر ہے۔ ایک رات وہیں قیام کیا۔ اور وہاں سے اسپلنجی پہنچے۔ جو بنگل زئی قوم کے سردار کی قیام گاہ ہے۔ اسپلنجی کی گھاٹیوں اور وادیوں سے گزرتے ہوئے جوہان کے راستے کوہ ماران کی بلندیوں پر نشیمن جمایا۔ جو منگوچر بستی کی مشرقی جانب واقع ہے۔ اس پہاڑ میں دو ہفتے قیام کرنے کے بعد آپ نے قلات کا عزم کیا۔ اور میر نصیر خان دوئم والیٔ قلات کے دربار میں آ پہنچے۔ آپ نے ایک شعر میں میر نصیر خان دوئم کے خلافت کی تعریف کی ہے۔ یہاں سے

سہاراوان کے پہاڑوں سے ہوتے ہوئے قصبہ جرہان کے راستے
رو بدار سے بارڑی پہنچے۔ اور وہاں....... پھر رند قبیلے کے لوگوں نے
آپ کو دعوت دی۔ کچھ دن قیام کے بعد بی نانی پہنچے اور پھر
ڈھاڈر تشریف لائے۔ ڈھاڈر سے آپ جنوبی جانب سنی اور شوران
کی طرف روانہ ہوئے۔ کافی بلوچ حضرات آپ کے شریک سفر تھے۔
سنی اور شوران میں رند قبائل کے شرفا نے آپ کو اپنے ہاں کچھ دن
مہمان رکھا۔ آپ کی شان میں کئی مجلسیں منعقد کی گئیں۔ شعراء اور صوفیوں
کا جم غفیر آپ کی زیارت کیلئے حاضر ہوا۔ ایبرجاکر اعظم کے دور کے شعر
آپ کو سنانے لگے۔ چاروں طرف سے مشتاق لوگ فوج در فوج اور موج
در موج جمع ہونے لگے۔ شوران کا چھوٹا قصبہ چند دنوں کیلئے ایک مرکز
ادب بن گیا۔ سردار خان تمند اور رند نے بیش بہا تحفے تحائف بطور
عقیدت خدمت عالی میں پیش کئے۔ یہ سب آپ کی محبوبہ سمو کی امانت
تھے۔ شوران کے قریب قدیم زمانے کے سات بزرگوں کی ایک جگہ
قبریں ہیں۔ ان کو ہفت ولی کہتے ہیں۔ غالباً یہ سات بزرگان دین ان
عرب غازیان اسلام میں سے ہوں گے جنہوں نے اس علاقے کو
آج سے ۱۳۵۰ برس قبل فتح کیا تھا۔ آپ ان کی زیارت کے لئے گئے۔
اور واپس شوران آئے۔ شوران سے آپ بھاگ تشریف لائے علاقہ
کچھی کی یہ شاداب۔ زرخیز زمین مویشیوں کی بہترین چراگاہ چلی آتی ہے
اور اس علاقے میں مہیری قبیلے کے لوگ کثرت سے آباد ہیں جو اونٹوں
کے بڑے بڑے گلے رکھتے ہیں۔ چونکہ ناڑی ندی کے کنارے ہمیشہ
سبزہ رہتا ہے۔ اور گھنے جنگل ہیں۔ اسلئے مہیری قبیلے کے لوگ اپنے
جانوروں کو اسی جگہ چراتے ہیں۔ حضرت مست کو اس جگہ کا منظر
غالباً بہت پسند آیا۔ ایک شعر میں یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

دوست منی جوان نئیں گوں ہیس گلی مڑداں
بیتیں گوں آں دُر گوشیں مہیری آں

ترجمہ:: میرا دوست نہیں جچتا بھیڑوں والے چرواہے کے ساتھ.
کاش وہ کانوں میں سونا ڈالنے والے مہیروں کے ہمراہ ہوتا.

بھاگ سے آپ کا قافلہ گنداوہ کیلئے جس کو عربوں نے دقندابیل لکھا ہے، روانہ ہوا. گنداوہ کے قریب ایک میل جنوب کی جانب فتح پور کے اجڑے ہوئے قصبے میں ایک رات آپ نے گزاری۔ یہ مقام قدیم بلوچی دور کا ایک مشہور قصبہ ہے. پندرہویں صدی میں یہ شہر عیدو رند قبائل اور لاشاریوں کا مرکز رہا ہے. فتح پور سے آپ جھل پہنچے. وہاں آپ نواب قیصر خان تمندار مگسی کے مہمان رہے. نواب مگسی نے پرانی روایات کے مطابق اپنے عالی قدر مہمان کا نہایت پرتپاک استقبال کیا. دن کو آپ کی شان میں نواب صاحب نے ایک مجلس منعقد کی. حضرت مست ایک شاہانہ انداز سے میانِ محفل شانِ محفل بنے بیٹھے تھے. تمام حاضرین کی نگاہیں آپ پر جمی تھیں. آخر میں آپ نے اپنی غزل سنائی. غزل پڑھتے وقت لوگوں نے بے تحاشا داد دی - اور بے اختیار آپ کے دست مبارک کو بوسہ دیا. سارا دن محفل آرائی میں گذرا. رات کے وقت آپ نے تنہائی چاہی. آپ مہمان خانے کے باہر ایک آراستہ پلنگ کے قریب ایک قیمتی قالین پر تنہا بیٹھے رہے سامنے آگ جلتی رہی، تمام رات آپ جذب وسُکر کی حالت میں رہے. اور صبح ہوتے ہی نواب صاحب سے رخصت چاہی. سفر کی تیاری شروع ہوئی. اونٹوں پر سامان لادا گیا. نواب صاحب نے آپ کی مجبوری سفر کیلئے تحفے پیش کئے. حضرت نے قبول فرمائے. اور کچھ دیر بعد کاروان لہڑی کیلئے روانہ ہوا. تھوڑی دور تک نواب صاحب

بھی آپ کے ساتھ پیدل چلے۔ لیکن حضرت نے انہیں رخصت کر دیا۔ جھل سے ۲۰ میل دور رات کے وقت ایک کھلے میدان میں کیمپ لگایا گیا۔ رات وہیں قیام کیا۔ آپ کے شریکِ سفر تو سو گئے۔ لیکن آپ ذکر و فکرِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ آدھی رات کے وقت چور آئے اور آپ کا سامان اٹھا کر چل دیئے۔ کہا جاتا ہے کہ کچھ دور جانے کے بعد ان کے ساتھ ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ جب قدم آگے بڑھاتے تو سب کی بینائی چھن جاتی۔ اور جب حضرت مست کی طرف منہ پھیرتے یا قدم بڑھاتے تو بینائی لوٹ آتی۔ آخر لاچار ہو کر وہ چور سامان سمیت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپ کے قدموں پر گر پڑے۔ غلطی کی معافی مانگی۔ اور سارا سامان سامنے رکھ دیا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت نے اپنے ایک شعر میں کچھی علاقے کے بلوچوں کی بابت کچھ اس طرح اظہارِ خیال فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

کچھی لوا شوشنیں بلوچ
کسی دِلء درماں نیاں

ترجمہ:۔ کچھی کے لُو اور تپش سے جلے ہوئے بلوچ
کسی دل کے زخموں کا مرہم نہیں ہیں

آپکا معمول تھا کہ آپ اٹھتے بیٹھتے یا چلتے وقت دائیں بائیں جانب سرِ مبارک پھیر کر توُم توُم کہتے۔ چنانچہ سفر میں بھی چلتے چلتے آپ ہر وقت یہی الفاظ دہراتے رہتے۔ دوسرے دن علی الصبح آپ کا قافلہ لہڑی کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں آپ سردار شہراب خان ڈومکی کے مہمان رہے۔ کافی دن آرام فرما کر آپ لہڑی سے بھر افغانی کے رستے کاہان پہنچے۔ لہڑی میں آپ نے اپنے ساتھیوں کو رخصت فرمایا۔ لیکن چند افراد پھر بھی آپ کے ساتھ رہے۔ کاہان سے آپ زستانی

پہاڑ کا رخ کیا، جہاں اکثر سمو کی قیام گاہ ہوا کرتی تھی۔ پہاڑوں کی وادیوں سے ہوتے ہوئے مست سمو کے ہاں پہنچ گئے۔ اور جو تحفے تحائف دوران سفر میں آپ کو ملے تھے۔ وہ سب آپ نے سمو کے حوالے کر دیئے اس مرتبہ بھی پھردنی قبیلے کے لوگوں نے مست سے سخت بے توجہی اور بے اعتنائی برتی اور ہر چھوٹے بڑے نے مست کو ستانے کی کوشش کی۔ ادھر سمو بیچاری بھی اپنے قبیلے کی عورتوں کے طعنوں کا شکار رہتی ہوتی تھی۔ ہر عورت اس کا مذاق اڑاتی اسے بدنام کرتی۔ غرض سمو کی زندگی اجیرن ہو کر رہ گئی تھی چنانچہ مست جب اسکے گھر آئے۔ تو اس نے بھی پہلی جیسی گرمجوشی نہ دکھائی جس سے مست کو بہت صدمہ ہوا۔ اور انہوں نے اپنے اس رنج کا ان الفاظ میں اظہار کیا۔

ہا کھنو مہلیخ مئنی دِل ہمبال ءَ مزیر
زیرے ہمبال ءَ پٹھنتے سیلانی پھقیر

ترجمہ:۔ راضی بہ رضا ہو چاند کو شرمانے والی محبوبہ میرے دل کی آہیں نہ اٹھا۔
اگر آہیں اٹھاؤ گی۔ تو تمہیں سیلانی فقیر بددعا دینگے۔

ایک اور جگہ پر بھی اپنے شعر میں یہی شکوہ کرتے ہیں۔

سمو بولوڈماں زہرین ءَ دیثون
چھے مرادے کہ بو لکھا نندان

ترجمہ:۔ سمو کے طور طریقوں سے مجھے بیگانگی اور غم و غصے کی بو آرہی ہے
الیسی صورت میں اپنے قبیلے میں رہنے سے کیا فائدہ۔

اس واقعہ کے بعد مست بے حد ناراض ہوئے۔ اور وہاں سے چلے جانے کا قصد کیا۔ اور تہیہ کیا۔ کہ پھر کبھی سمو کے ہاں نہیں آئیں گے۔ سمو کو اس کا احساس ہوا۔ مست نے جانے کی تیاری کی مگر سمو نے جلدی

سے مست سے اُن کے ہتھیار اور سامان چھین کر فرطِ محبت سے ان چیزوں کو اپنے سینے کے ساتھ لگالیا۔ ستمو کو ایسے محسوس ہوا۔ جیسے برسوں کی پیاس بجھ گئی ہو۔ ان چیزوں کو سینے سے لگانے سے کچھ عجیب سی کیفیت اُس پر طاری ہو گئی۔ مست اس واقعہ کو اس حسین انداز میں اپنے شعر میں بیان کرتے ہیں:۔

جھٹ کھاں ستمو زیری مے سنجان
داری گون بھتی میں دل مندان

ترجمہ:۔ جھپٹ کر ستمو نے میرے ہتھیار اور زادِ راہ چھین لئے
اور فرطِ محبت سے انہیں اپنے پیاسے دل کے ساتھ لگالیا

ستمو کے بے حد اصرار پر مست نے کچھ دن اور وہاں قیام کیا۔ مگر جنونِ عشق نے آپ کو اور زیادہ قیام نہیں کرنے دیا۔ دوبارہ آپ نے اپنے سرہٹی پہاڑوں کا رخ کیا۔ اور ستمو کو الوداع کہی۔ اب عشق کی آخری منازل طے کرنیکا وقت آیا۔ گذشتہ بزرگانِ دین کے درباروں میں روحانی فیض حاصل کرنیکا آپ نے قصد کیا۔

روحانی فیض آپ ستمو سے رخصت لیکر لہڑی کی طرف روانہ ہوئے۔ لہڑی پہنچتے ہی آپ دُرخان براہمانی کے گھر تشریف لے گئے۔ ان سے مست کا بہت پیار تھا، اور اکثر آپ کے ساتھ تمام سفروں میں یہ شریک رہے۔ اگر ان کو حضرت مست کا سیکریٹری کہا جائے۔ تو بے جا نہ ہوگا۔ آپ کے زندگی کے زیادہ حالات اور غزلیں دُرخان کے ذریعے ہی دستیاب ہوئے ہیں۔ لہڑی سے بھلیجی ہوتے ہوئے آپ نے قلندر شہباز کی زیارت کے ارادے سے سہوان شریف کا راستہ لیا۔ انگریزوں نے کچھ عرصہ قبل سندھ میں ریل گاڑی کی آمد و رفت کا راستہ قائم کیا تھا۔ دُرخان براہمی

کی روایت کے مطابق جب وہ شکارپور کے قریب ایک جنگل میں پہنچے تو حضرت نے ایک درخت سے ایک لمبی ٹہنی توڑی اور اس کو اپنے کندھے پر رکھ کر روانہ ہوئے۔ جب انہوں نے دریافت کیا کہ یہ ٹہنی کس مقصد کے لئے لی گئی ہے۔ تو فرمانے لگے "یہ سمّو کے خیمے کے کام آئے گی" چنانچہ بقول ان کے حضرت مست ایک برس تک یہ لکڑی اپنے کندھے پر رکھ کر پھرتے رہے۔ اور اسے بڑی احتیاط سے رکھتے تھے۔ سہوان شریف سے کچھ اسٹیشن دور ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا، جو آگے چل کر بیان کیا جائیگا۔ آپ نے سہوان شریف میں کئی ہفتے قیام کیا۔ قلندر شہباز کی صحبت میں انہوں نے روحانی گتھی سلجھائی۔ اسی دوران آپ نے سمّو کو بھی ولایت کی کئی منازل طے کرائیں۔ قلندر شہباز سے رخصت ہو کر آپ کراچی کیلئے روانہ ہوئے۔ اُن دنوں انگریزوں نے یہ شہر نیا نیا بسایا تھا۔ کراچی شہر کے گرد و نواح میں کئی بزرگان دین کے مزارات پر تشریف لے گئے۔ ایک ہفتے کے قریب آپ نے یہاں قیام فرمایا۔ اور اس اثنا میں ایک معمر ہندو سادھو آپ سے ملنے آیا۔ جو اپنی عبادت و ریاضت میں مشہور تھا۔ سادھو نے حضرت سے کچھ اُلٹی سیدھی راز کی باتیں پوچھیں۔ حضرت سادھو سے سخت برہم ہوئے۔ اور اس کو اپنی مجلس سے نکال دیا۔ کراچی سے واپسی پر آپ ٹھٹھہ پہنچے۔ یہاں مخدوم جہانیاں سید جلال کے دربار مبارک میں حاضری دی۔ کچھ دن ٹھٹھہ میں قیام فرمایا۔ وہاں کئی قدیم بزرگان دین کی زیارت کی۔ یہاں سے حیدرآباد کے راستے سکھر پہنچے۔ وہاں سے آپ شکارپور اور کندھ کوٹ پہنچے اور جعفرخان رند کے ہاں قیام فرمایا۔ جن سے آپ کے گہرے مراسم چلے آتے تھے۔ میر جعفرخان آپ کو اپنے گاؤں لے گئے۔ جیکب آباد علاقے کے تمام شائقین آپ سے ملنے آئے۔ کچھ دن جعفرخان رند کے ہاں دھوم دھام رہی۔ اتنے

میں نواب امام بخش خان مزاری کو حضرت کی تشریف آوری کا پتہ چلا۔ نواب صاحب نے اپنے خاص آدمی حضرت کے پاس روانہ کئے حضرت اپنے میزبان سے رخصت ہو کر روجھان نواب صاحب کے ہاں رونق افروز ہوئے۔ نواب صاحب نے بڑے اہتمام سے حضرت کو خوش آمدید کہی اس سے قبل بھی آپ کا اکثر ان کے ہاں آنا جانا تھا۔ نواب مزاری کی تعریف آپ اپنے ایک شعر میں یوں فرماتے ہیں:۔

میر امام بخش پھڑیں رندہ
درست ایں پہ تعلیماں بلوچیاں
مہتراں دو رماں ءِ مزاریا

ترجمہ:۔ میر امام بخش خان خالص رند[1] ہے
بلوچی روایات سے خوب واقف اور انکا پابند ہے۔
دیگر سرداروں کے مقابلے میں میر امام بخش آسودہ حال سردار ہے

آپ کا یہ سفر نہایت طویل تھا۔ کافی عرصہ بیرونی علاقوں کا سیر و سفر رہا۔ اس عرصے میں حضرت مست نے سمو سے کوئی ملاقات نہیں کی۔ اور نہ مری علاقے کا رخ کیا۔ سمو بے حد مغموم رنجیدہ اور اداس رہنے لگی۔ ہر وقت اس کے دل و دماغ اور خیالات کی دنیا پر مست چھائے رہتے۔ ہر وقت کھوئی کھوئی رہتی۔ کوئی گم شدہ شے تھی۔ جو وہ ڈھونڈنے پر بھی پا نہ سکتی تھی۔ اس کی نگاہیں ہر وقت ان راہوں، وادیوں اور پگڈنڈیوں پر جمی رہتیں، جہاں سے مست اس سے ملنے آتے تھے۔ سمو کیلئے جدائی کی گھڑیاں طویل ہوتی چلی گئیں۔ اور وہ ماہی بے آب کی طرح مست کے فراق میں تڑپنے لگی۔ ہر آہٹ

---

[1] رند ایک مشہور قبیلے کا نام ہے۔ میر چاکر اعظم بھی اسی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے سبی دبلوچستان) پر کئی سال حکمرانی کی۔

اور ہر آواز پر چونک پڑتی. کہ شاید مست تشریف لائے ہوں. فراق نے اس کی راتوں کو بے خواب بنا دیا تھا. یہ پہلا موقع تھا. کہ سمو کو اپنے عاشق ازلی کی عدم موجودگی کا اس طرح احساس ہوا تھا. فراق کی گھڑیوں نے اسے درد و کرب میں مبتلا کر دیا. اور دل کی گہرائیوں میں محبت نے چٹکیاں لینے شروع کر دیا تھا.

دوجھان سے حضرت ہر بند و داجل کے رستے درینشگ اور گورشانی بلوچ سرداروں کے مہمان رہے. ڈیرہ جات کے قبائل سے رخصت ہو کر آپ ڈیرہ غازیخان تشریف لائے. یہاں سے آپ نے حضرت قطب العاقبین سخی سرور کے دربار مبارک میں حاضری دی. حضرت سخی سرور کا دربار مبارک فورٹ منرو کے پہاڑوں کی پچھلی جانب ڈیرہ غازیخان سے جنوبی جانب پانچ میل کے فاصلے پر واقع ہے. اس دربار میں مست اکثر تشریف لایا کرتے تھے. اور کافی روحانی فیوض سے فیض یاب ہوئے تھے. یہاں چند ہفتے قیام کے بعد آپ عازم ملتان شریف ہوئے. ملتان پہنچ پر حضرت قطب الاقطاب غوث بہاؤ الحق اور خواجہ خواجگان حضرت شمس سبزواری کے مزار مبارک پر کافی عرصہ گذارا. ملتان سے آپ اوکاڑہ کے قریب ست گھرا پہنچے. جہاں کہ بلوچوں کا امیر اعظم میر چاکر خان رند اپنی ابدی آرام گاہ میں مدفون ہے. چند دن یہاں رہ کر آپ لاہور تشریف لائے. اور وہاں سے دہلی کی طرف قدم بڑھائے. دہلی کی چہل پہل رونق نے حضرت مست کو مرغوب کیا. جس کا ذکر آپ اپنے شعر میں بھی بیان کرتے ہیں. ایک دن آپ کا گذر جیل خانے کے قریب سے ہوا. آپ کا ارادہ ہوا. کہ جیل خانے کی سیر کی جائے. چنانچہ آپ دروازے کے اندر داخل ہوئے. تو سپاہیوں نے جکڑ لیا. بہت شور و تقاضے کے ساتھ آپکو چند دن سپاہیوں نے جیل خانے میں رکھا. آپ کو اپنی تنہائی کا شدت سے

احساس ہوا۔ اور اس کا شکوہ غزل میں بیان فرماتے ہیں۔ جن سے آپ کے گہرے مراسم تھے۔ ان سب کا ذکر ایک کر کے اپنے شعروں میں یاد کرتے تھے مگر کاش وہ ہوتے تو ان کالی وردی جیل کی پولیس کے سپاہیوں کے ساتھ اچھی طرح نمٹ لیتے۔ آپ فرماتے ہیں:-

ہکل سہ ڑا یا یزیدانی
دھکو دھوڑایان لہو رانی
گوں نیناں ہچہ مری آن ئی
مہراللہ خان شہداد شیرانی

ترجمہ: وہاں ظالم سپاہیوں کا شور وغل تھا
اور بدمعاشوں کی پکڑ دھکڑ بھی
میرے ہمراہ کوئی مری نژاد آدمی نہ تھا
(یعنی) مہراللہ خان (سردار مری) تھے نہ شہداد شیرانی

دہلی سے آپ واپس ہوئے۔ اور یہ آپکا سفر تین ماہ کا رہا۔ اس کے بعد آپ پھر اُسی راستے سے واپس ہوئے۔ اور دوبارہ ڈیرہ غازی خان پہنچے۔ نواب جمال خان لغاری نے چوٹی میں اپنے گھر حضرت مست کو مدعو کیا۔ اور آپ نواب موصوف کے یہاں رہے۔ جمال خان آپ کے کافی معتقد تھے۔ ضلع ڈیرہ غازیخان کے تمام بلوچ سرداروں میں سے نواب جمال خان کو مست نے اپنی نوازشوں سے نوازا۔ ایک دن نواب موصوف نے عرض کی، کہ آپ میرے لئے دعا فرمائیں۔ مست نے کوئی جواب نہیں دیا دوسرے دن پھر نواب صاحب نے اصرار کیا۔ مست نے جواب دیا، میں سمو کو عرض کروں گا۔ تمہارے لئے دعا کرے آئیے میرے ساتھ چلیں" چنانچہ مست نواب صاحب کو قریب کے پہاڑ میں لے گئے۔ ایک وادی میں آ کر ٹھہرے۔ رات کا وقت تھا۔ آگ جلائی گئی۔ مست آگ کے

پاس تشریف فرما تھے. آپ نے نواب صاحب کو دور ایک ٹیلے پر بٹھایا
اور کہا" اب سمو آئے گی تم دعا مانگنا." کچھ دیر کے بعد نواب صاحب
نے دیکھا، کہ ایک کبوتر نما پرندہ اڑتا ہوا بڑی تیزی کے ساتھ آپکے سامنے
آکر بیٹھ گیا. جس سے بے پناہ سرخ نورانی کرنیں پھوٹ رہی ہیں. اور
آنکھیں دو روشن ستاروں کی طرح جگمگا رہی تھیں. ان نورانی کرنوں کی روشنی
کے سامنے آنکھیں چندھیا رہی تھیں. ہیبت کے مارے نواب صاحب کا
تمام بدن کپکپانے لگا. زبان گنگ ہو گئی. زبان سے ایک لفظ کہہ نہ سکے.
تھوڑی دیر کے بعد وہ پرندہ اپنی روشنی فضا میں بکھیرتا ہوا پرواز کر گیا. نواب
صاحب بے ہوش ہو گئے تھے. ہوش میں آئے. تو وہاں کچھ نہ پایا. نواب
موصوف مست کے پاس پہنچے. آپ نے دریافت کیا" کیا دعا مانگی"
انہوں نے سارا ماجرا بیان کیا. مست نے کہا" میں کیا کروں سمو اس انداز
آئی کہ تم کچھ کہہ نہ سکے." اس کے بعد دونوں لوٹ آئے. جمال خان نے
مست کی خدمت میں کافی بیش بہا تحفے سمو کیلئے دیئے. نواب صاحب
سے رخصت ہونے کے بعد آپ ڈیرہ غازیخان تشریف لائے. یہاں اچانک
آپ کی ملاقات بہار خان مری سے ہوئی. انہوں نے حضرت کو سمو کے
سلام پہونچائے. اور سمو کی پریشانی کی کیفیت بیان کی. آپ نے واپس اپنے
علاقے کی طرف جانے کا ارادہ کیا. حضرت اس کا ذکر اپنے اشعار میں بھی
کرتے ہیں.

ذہی بہار خان مان جھتر غازیئھا
بیا کہ ٹرذبی پرھتر امانیں !!
بیاتھئی دوست دھیل پھیٹا میں
ستل بو سہر جہم پریشا میں

ترجمہ:۔ کل بہارخان[1] مجھے راستے میں گھومتے پھرتے مل گئے۔ انہوں نے مجھ سے کہا۔ کہ تمہاری غیرت اور جواں مردی کو کیا ہو گیا ہے۔ ستمل تمہاری محبت میں بے تاب ہے۔ اس نے تمہیں محبت بھرے سلام بھیجے ہیں۔ تمہیں کیا پتہ کہ اس کی سرخ ڈوروں والی آنکھیں تمہاری کس بے چینی سے راہ دیکھ رہی ہیں۔

دوسرے دن آپ نے ڈیرہ غازیخان اور بلوچستان کے درمیانی سرحدی پہاڑوں کا رخ کیا۔ ان پہاڑوں میں سفر کرتے ہوئے آپ اچانک ایک جگہ رک گئے۔ اور اپنے ساتھیوں کو حکم دیا۔ کہ وہ آرام کریں اور تھوڑی دیر میں تشریف لائینگے۔ آپ پہاڑ کے نچلے حصے کی طرف تنہا اتر گئے۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ڈھلوان کے نیچے ایک درویش کا بیل بیٹھا ہوا ہے۔ اور کوئی چیز گھوٹ رہا ہے۔ قریب پہنچ کر مست نے اوپر سے آواز دی۔ اور یہ شعر کہا۔

ڈے مناں بھنگ دا ہڑ گوشیں پھقیر!

توش کھناں بھنگاں ایر کھناں ستمو بھر زہیر

ترجمہ:۔ اے اونٹ جیسے لمبے کان والے فقیر! مجھے بھی بھنگ کا ایک پیالہ دو۔ تاکہ میں اسے پی کر ستمو کے فراق کے دکھ بھول جاؤں۔

درویش نے فوراً اوپر نگاہ اٹھائی۔ اور مست کی طرف گھورا۔ اور مست کی ولایت سلب کر لی۔ مست نے فوراً محسوس کر لیا۔ اور دوبارہ اُسی وقت فرمایا:۔

ڈے مناں بھنگ دا بہو دا پھقیر

توش کھناں بھنگاں ایر کھناں ستمو دا زہیر

---

[1] بہارخان قبیلہ بجارانی کے سومرانی شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ اور اکثر موقعوں پر حضرت مست کے ساتھ سفر میں ساتھ رہے ہیں۔

صرف پہلے مصرعے میں مست نے "ہر گوش" کے بجائے بیہو کا
اضافہ کیا۔ بیہو ضلع ڈیرہ غازی خان میں تونسہ شریف کے قریب ایک
پہاڑ کا نام ہے اتنا کہنے کی دیر تھی، کہ مست کو اپنی سلب کی ہوئی ولایت
واپس مل گئی۔ اس کے بعد نیچے اتر آئے۔ اور فقیر کے پاس آکر بیٹھ گئے۔
اس درویش کامل نے نہایت شفقت اور نرمی سے مست کو کہا، کہ اس
وسیع دنیا میں اللہ پاک کے درجہ بدرجہ عاشق ہیں۔ ہر ایک کے سر
پر قدم نہیں رکھنا چاہیئے" درویش نے بھنگ پی اور بچی ہوئی تلچھٹ
مست کو دی۔ مست نے احتجاج کیا، کہ انہیں زیادہ کیوں نہیں دی
درویش نے فرمایا" تم پہلے ہی معرفت سے بھرے ہوئے ہو۔ خالی
جگہ تھوڑی سی ہے یہ تلچھٹ اس کمی کو پورا کرے گی"۔ مست نے
وہ تلچھٹ پی۔ اور آپ کی ولایت میں چار چاند لگ گئے۔ اسکے
بعد مست نے نظر دوڑائی۔ تو درویش غائب تھا۔ آپ اپنے ساتھیوں
کے پاس آئے۔ اور ان سب نے پہاڑوں کا رخ کیا۔ راہ میں چلتے
چلتے ایک جگہ مست کو معلوم ہوا۔ کہ ایک بہت بڑی بزرگ ہستی
پہاڑ کے اندر اعتکاف نشین ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے ساتھیوں
کو ایک جگہ بٹھا دیا۔ خود پہاڑ کی نچلی طرف چل دیئے۔ اس غار
میں داخل ہوئے جہاں وہ بزرگ کامل تشریف فرما تھے۔ مشہور
یہ تھا کہ ان صاحب ولایت ہستی نے غار سے باہر قدم نہیں رکھا۔
پہنچتے ہی آپ نے سلام عرض کیا۔ اور وہیں ان کے قریب بیٹھ گئے۔
تین دن گذر گئے۔ نہ خود اس بزرگ نے کچھ تناول فرمایا۔ اور نہ مست
کو کچھ دیا۔ تین دن ایسے ہی گذر گئے۔ آخر بھوک کے مارے مست
نے کچھ کھانے کی خواہش کی۔ آپ نے درویش سے عرض کیا، کہ وہ بھوکے
ہیں۔ درویش کامل نے اپنا ہاتھ ڈیرہ غازی خان کی ایک دوکان

کی طرف بڑھایا۔ اور دوکان سے مٹھی بھر بھنے ہوئے چنے اٹھا لئے اور مست کو دیئے۔ آپ نے چنے لیکر کہا " آپ نے اپنا ہاتھ تو اس انداز سے بڑھایا تھا۔ کہ ڈیرہ غازیخان کا شہر اٹھا لائیں گے۔ لیکن لائے آپ صرف چنے۔" بزرگ نے کہا " تمہاری قسمت میں یہی تھے۔" آپ نے چنے کھا لئے۔ ان کے کھاتے ہی آپ کو احساس ہوا۔ کہ کئی روحانی منازل طے ہوگئیں۔ اس بزرگ سے رخصت ہو کر چند دن کی مسافت کے بعد آپ اپنے ساتھیوں سمیت جاندران پہاڑ کی وادیوں میں آ نکلے۔ یہ پہاڑ حضرت مست کا پسندیدہ پہاڑ رہا ہے۔ جاندران کی گھاٹیوں سے اتر کر آپ کوہلو پہنچے۔ اور وہاں سے سمو کا سراغ لگانا شروع کیا۔ کافی عرصے کے بعد ان دونوں فراق کے ماروں کا ملاپ ہوا جتنے تحفے تحائف ملے تھے مست نے سمو کے قدموں پر ڈال دیئے۔ مست نے اپنے سفر کے تمام حالات سمو کو بتائے اور سمو سے کہنے لگے "میں نے بزرگوں کے درباروں میں تمہاری روحانیت کیلئے دعائیں مانگی ہیں۔" مست کی آمد پر سمو کا دل خوشی سے سینے میں سما نہیں رہا تھا۔ اس نے اپنے دونوں جہاں پالئے تھے۔ سمو کے اصرار پر مست نے دو ہفتے ان کے ہاں گزارے۔ اس سے پیشتر آپ نے کبھی اتنا قیام سمو کے ہاں نہیں کیا تھا۔ حضرت کی قسمت میں آرام اور چین گھڑی بھر کیلئے بھی نہ تھا۔ سارا دن پیدل سفر کرنا۔ اور رات کو جاگنا ان کا معمول بن چکا تھا۔ سمو سے رخصت ہو کر آپ دوبارہ ڈیرہ غازیخان کی طرف روانہ ہوگئے۔ وہاں پہنچنے کے بعد تونسہ شریف ہوتے ہوئے بھوپہاڑ میں داخل ہوئے۔ اور وہیں کافی دن قیام فرمایا۔ اسی اثنا میں آپ کے بھائی بیبرک نے ماشرک بند کے مقام پر خودکشی کر لی۔ آپ کے قبیلے والوں نے سردار گزین خان تمندار مری کو اطلاع دی۔ کہ

Scanned with CamScanner

مست کی غیر موجودگی میں یہ دل شکن سانحہ پیش آیا ہے۔ سردار گزین خان تمندار مری خود ایک صاحب ولایت شخصیت تھے۔ انہوں نے ایک خط مست کے نام لکھوایا۔ اور وہ خط سردار موصوف نے ہوا میں پھینک کر ارشاد فرمایا۔ "جا فوراً مست کے پاس جا پہنچ"۔ عام روایت کے مطابق حضرت مست کے سامنے وہ خط آن کی گود میں آ گرا۔ اور آپ نے کھول کر دیکھنا شروع کیا۔ اور آپ پر خط کی ساری کیفیت عیاں ہو گئی۔ چنانچہ اسیوقت آپ وہاں سے روانہ ہوئے۔ اور کئی سو میل کا فاصلہ اپنی روحانیت کے طفیل چند گھنٹوں میں طے کر کے اپنے گھر پہنچے حضرت اس واقعہ کو اپنے شعر میں بیان فرماتے ہیں:۔

کاغذ آختہ ہزاریں لکھ دیر ٹھاں
پیرک موت گون تی گزین سلام

ترجمہ:۔ ایک کاغذ آیا ہزاروں لفظوں کے ساتھ
پیرک کی موت کی خبر کے ساتھ گزین (سردار مری) کے سلام تھے

ماتڑک بند پہنچتے ہی تجہیز و تکفین کا بندوبست کیا۔ آپ کے مرحوم بھائی سرود بجانے کے دلدادہ تھے۔ حضرت نے بھائی کے گھر کا سارا سامان خیرات کر دیا۔ بجز اُس سرود کے جو وہ بجایا کرتے تھے۔ آپ نے وہ سرود لے کر کوہ جاندران کے قریب کوہ کھڑی کی ایک اونچی ڈھلان کے درمیان جہاں اس سرود کو کوئی چھو نہیں سکتا۔ رکھ دی۔ چنانچہ آپ ایک شعر میں اُس کا ذکر فرماتے ہیں:

پیرک آنھو ئی کوہ کھڑی ءَ من ایر کھتاں
بلے وجینا کھر گزدل گوش کھناں

ترجمہ:۔ پیرک کی سرود کو میں پہاڑ کھڑی پر رکھتا ہوں
فرشتے اُس کو بجائیں گے۔ اور گدھے اس کی آواز پر کان دھریں گے۔

چنانچہ آج تک ہر جمعے کی رات کو اُس سرود کی لطیف آواز پہاڑوں میں گونجتی ہے۔ اور بہت سے لوگ اس آواز سے لطف اندوز ہوتے ہیں مری قبائل کے بہت سے لوگ اس واقعے کی تصدیق کرتے ہیں۔ آپ کو اپنے بھائی کی وفات کا بے حد شدید صدمہ ہوا۔ اب اس دنیا میں آپ تنہا رہ گئے تھے۔ یہاں کچھ دن اس بے بسی کے عالم میں رہ کر آپنے اپنے آبائی گھر کو تمام عمر کیلئے خیر باد کہا۔

مضطرب فطرت نے پھر آپ کو سفر کیلئے مجبور کیا۔ ماشرک بند سے آپ سمو کے ہاں تشریف لائے۔ کچھ دنوں کے بعد آپ نے اپنی محبوبہ سے رخصت چاہی۔ اور اپنا سامان وعصا سنبھال کر کوٹ منڈائی کی وادی کی طرف رُخ کیا۔ کوٹ منڈائی کی شاداب وادی میں کچھ دن گزارے۔ یہاں ایک شخص مری قوم کا آپ کے ساتھ شریک سفر ہوا! اس معمر مری فرد کے اپنے قول کے مطابق اسے کوڑھ کی مہلک بیماری تھی۔ یہ مرض اس کی ہڈیوں تک پہنچ گیا تھا۔ اور ہڈیاں بھی گل چکی تھیں۔ سارے بدن سے بدبو اور عفونت آتی تھی۔ کوئی علاج اُسکا کام نہ آیا۔ زندگی کی مایوس گھڑیاں اس کے لئے بوجھ بن گئی تھیں۔ سارے حیلے کئے۔ لیکن سب رائیگاں یہ شخص حال ہی میں مرا ہے۔ اس کا کہنا ہے۔ کہ وہ مست کے ساتھ کوٹ منڈائی سے روانہ ہوا۔ مست بالکل تنہا تھے۔ اور کوئی ہمرکاب نہ تھا۔ مست نے اپنا پیچھا چھڑانے کی کافی کوشش کی۔ لیکن اُس نے دل میں ٹھان لی۔ کہ اس ہستی کے ساتھ رہ کر اپنی شفا کیلئے دعا کراؤں گا۔ چنانچہ وہ مست کے پیچھے ہو لیا۔ کئی دن رات یہ دونوں چلتے رہے۔ راستے میں خانہ بدوش بلوچوں کے مہمان ٹھہرتے رہے۔ تھوڑا قیام کرتے۔ پھر سفر شروع ہو جاتا۔ کوڑھی مریض رات کو تھکاوٹ سے چور ہو کر لیٹا رہتا۔ مست حسب معمول اپنی عادت کے مطابق کچھ پتھر جمع کرتے اور بیضوی شکل کی صاف زمین پر

مسجد کی طرح محراب بناتے۔ تمام رات مسجد میں آپ گزارتے۔ بالآخر درّہ بولان کے وسط سے ہوتے ہوئے جلوگیر[1] کی پہاڑی کے دامن میں پہنچے۔ سورج نے اپنی منزل طے کر آدد سے پہاڑوں کے پیچھے اپنا بسیرا کیا۔ اور رات نے دنیا کو اپنے آبنوسی آغوش میں لے لیا۔ دونوں بید تھکے ماندے تھے۔ مست نے اپنا ڈیرہ یہاں جما لیا۔ کوڑھی ساتھی کا دم بھوک کے مارے نکلا جا رہا تھا۔ مست کے کہنے پر مریض سے پتھر جمع کئے۔ اور دونوں نے مل کر ایک محراب بنائی۔ حضرت محراب میں تشریف فرما رہے۔ اور ہمسفر مریض قریب آ کر لیٹ گیا۔ اور اپنے اوپر باریک چادر تان لی۔ رات کے اندھیرے کو چودھویں کے چاند نے اپنی گود میں لے لیا۔ اور چاروں طرف ٹھنڈی چاندنی کی روشنی پھیل گئی۔ کافی دیر کے بعد مریض کو کچھ ایسا محسوس ہوا۔ کہ اوپر آسمان میں زبردست چھینا کا ہو رہا ہے۔ اور کوئی چیز آسمان کی بلندیوں سے نیچے کی طرف آ رہی ہے۔ اب اس کے کانوں میں باتوں کی آواز صاف سنائی دینے لگی۔

---

[1] کرتہ کے مغربی جانب پانچ میل کے فاصلے پر موجودہ درنجن تھلنے کے قریب درّہ بولان کے وسط میں ایک پہاڑی شمالاً مشرقاً واقع ہے پہلے زمانے میں یہ ڈاکوؤں کی قیام گاہ تھی۔ جو درّہ بولان سے آنے جانے والے قافلوں کو لوٹ لیتے تھے۔ اسلئے اس کا نام جلوگیر رکھا گیا ہے جس کا مطلب ہے "حفاظتی دستوں کو پکڑنے والا" یہ ایک تاریخی مقام ہے ۱۴۸۶ء میں جلوگیر کے مقام پر سندھ کے حکمران جام نظام الدین عرف جام نندہ سمہ اور شاہ بیگ ارغون کے درمیان لڑائی ہوئی۔ جام نندہ نے دریا خان عرف مبارک کو اپنی فوجوں کی سرکردگی سونپی۔ ارغون مغلوں کا سپہ سالار خود شاہ بیگ ارغون بادشاہ قندھار تھا۔ ارغون فوج کو شکست ہوئی۔ کئی حملہ آوروں کے علاوہ ابو محمد ارغون بھی مارا گیا۔ (تاریخ بلوچ قوم بلوچستان" مصنف ایم ایس۔ خان بلوچ صفحہ ۲۶)

گویا حضرت کسی سے ہمکلام ہوں۔ وہ اپنی چادر اوڑھے سب کچھ سن رہا تھا۔
دوران گفتگو اسے معلوم ہوا۔ کہ مست سمّو سے ہمکلام ہیں۔ اور حضرت ان
سے کہہ رہے ہیں۔ "آج میرا کھانا تم دیر سے لائی ہو؟" مریض تحیر میں پڑ گیا۔ کہ
وہ کہاں اور سمّو کہاں۔ حضرت سمّو سے مخاطب تھے۔ کہ یہ ایک بدبخت
میرے ساتھ ہے۔ اور کافی تنگ کر رکھا ہے۔ اس کے لئے کھانا علیحدہ رکھ دو
اور دعا کرو۔ کہ اس کی یہ کوڑھ کی بیماری دور ہو جائے۔" وہ مریض یہ سن کر
چپ چاپ پڑا رہا۔ اس نے اپنی باریک چادر سے دیکھا۔ کہ مست اپنا
کھانا کھانے میں مشغول ہیں۔ اور سمّو وہاں سے سرک کر اس کی طرف آئی۔ اور
اپنے دوپٹے کے ایک کونے کو پکڑ کر اس کے پاؤں سے لیکر سر کی جانب تک
پھیرا۔ مریض نے یہ محسوس کیا۔ کہ جیسے اس کا بدن ٹھنڈے برف کے سمندر
میں ڈوبتا جا رہا ہے۔ وہ بے حس پڑا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد مست کھانا
تناول فرما چکے۔ پھر سمّو سے باتیں کرنے لگے۔ آخر مست نے سمّو کو رخصت
دی کہ وہ جا کر اپنے بچوں کی خبر گیری کرے۔" مریض نے اپنی باریک چادر
سے دیکھا۔ کہ سمّو نے کھانے کے برتن جمع کئے۔ اور ہوا میں اڑ گئی۔ اور دیکھتے
ہی دیکھتے آسمان کی بلندیوں میں غائب ہو گئی۔ اس کے غائب ہوتے ہی
مست نے اپنے ساتھی کو آواز دی۔ "اٹھو کھانا کھاؤ"۔ کانوں میں آواز
پڑتے ہی وہ اٹھ بیٹھا۔ اب اس کے بدن پر بیماری کا نام و نشان تک نہیں
تھا۔ اس نے کھانا کھایا۔ اور دوبارہ اپنی جگہ پر جا کر سو گیا۔ مست ساری
رات جاگتے رہے۔ صبح سویرے سورج نکلنے کے بعد سفر کی تیاری شروع
ہوئی۔ مریض نے دیکھا کہ اس کے جسم کی کھال خود بخود اترتی جا رہی ہے۔ جیسے
سانپ اپنی کینچلی اتارتا ہے۔ اسے محسوس ہوا۔ جیسے اس نے دوبارہ جنم لیا ہو
صبح مست مسکرا کر اس سے مخاطب ہوئے۔ اور کہنے لگے "دیکھا سمّو کی
دعا سے تم کیسے جلدی شفایاب ہو گئے۔" بعد ازاں اس نے تو حضرت سے

عرض کیا۔ کہ وہ دعا کریں۔ کہ اسکی روزی میں برکت ہو۔ حضرت نے اسکی رزق کی فراخی کی دعا مانگی۔ اس دعا کی برکت سے وہ شخص اپنے قبیلے کی مالدار ہستی سمجھا جانے لگا۔ ابتک اس کے خاندان والے بے حد مالدار اور دولتمند ہیں۔ کچھ دن بعد آپ نے اس کو رخصت کیا۔ کہ وہ اپنے گھر جائے۔ حضرت کے قدموں پر گر کر اس نے رخصت لی۔ اور خوشی خوشی گھر کی راہ لی۔ آپ اکیلے رہ گئے۔ اور ناگاؤ پہاڑ کی بلندیوں پر سفر کرتے کرتے کھیرتر پہاڑ کے میدانی علاقوں سے گذرتے ہوئے سیہون شریف کے پہاڑوں میں جا نکلے۔ یہاں سیہون شریف کا رخ کیا۔ حضرت شہباز قلندر علوندی کے دربار میں آپ نے سلامی دی۔ سیہون شریف سے جیکب آباد تشریف لائے۔ یہاں کھوسہ اور جکھرانی بلوچ سرداروں کے ہاں مہمان ٹھہرے قبائل کے سردار اور سرکردہ افراد نے آپکا نہایت گرمجوشی سے استقبال کیا۔ مہمان نوازی میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔ ان سے رخصت ہو کر حضرت بخشہ پور تشریف لائے۔ یہ قصبہ گلوئی ڈومبکی قبیلے کے معتبر بخشا خان کی رہائش گاہ تھی۔ آپ بخشا خان کے مہمان خانے میں جلوہ گر ہوئے۔ بخشا خان نے گلوئی قبیلہ کے تمام معتبرین کو دعوت میں شریک کیا۔ بڑے اہتمام سے ہر ایک چیز مہمان خانے کی سجائی گئی۔ جہاں حضرت شمع محفل تھے۔ دن کے کھانے کا وقت ہوا۔ بلوچی کباب دیگر لوازمات کے ساتھ تیار کئے گئے۔ بڑے اہتمام سے کھانا چنا گیا۔ دن کے کھانے کے بعد بلوچی راگ گانے والے گوتے بلائے گئے۔ ان کو تاکید کی گئی۔ کہ وہ محفل میں حضرت مست کی غزلیں سنائیں۔ گانے بجانے کی محفل شروع ہوئی۔ جب کچھ اشعار انہوں نے کہے تو حضرت مست نے ان کو ٹوک دیا۔ اور کہنے لگے کہ "تم مستو کے راز اور غزلوں کو کیا جانو"۔ آپ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ فرط محبت سے اپنی ایک غزل آپ نے خود سنائی۔ بعد ازاں گوتوں نے اور بلوچی گانے محفل میں گائے اور مست بلوچی گانوں کو شام تک سنتے رہے۔ رات کے وقت جب

کھانے کا وقت آیا تو میزبان نے عرض کیا "حضرت کھانا تیار ہے" حضرت بھری محفل سے یکلخت اٹھ کر فرمانے لگے ہیں سمو سے ملاقات کر کے ابھی آتا ہوں۔" یہ کہہ کر حضرت مہمان خانے سے باہر تشریف لے گئے بختاخان حیرت میں پڑ گیا کہ سمو کم وبیش ۲۵۰ میل یہاں سے دور اپنے پہاڑوں میں ہو گی۔ یہ بھلا کیسا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ بختاخان اپنے دو نوکروں سمیت دبے پاؤں مست کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ حضرت قصبے کے قریبی میدان میں جا کر انتظار میں کھڑے ہو گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ دفعتاً مست کے قریب ایک بجلی سی کوندی۔ اور ایک سرو قد عورت حضرت کے مقابل آکھڑی ہوئی۔ اور حضرت اس سے کہہ رہے تھے "سمو میں بلوچوں کی بھری محفل سے کھانا چھوڑ کر تمہاری ملاقات کیلئے یہاں آیا ہوں" تھوڑی دیر راز و نیاز کی باتیں کرتے رہے۔ اور پھر سمو دفعتاً غائب ہو گئی۔ حضرت واپس اپنے ٹھکانے کی طرف آئے۔ بختاخان یہ واقعہ دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اور واپس آکر یہ حیرت انگیز ماجرا انہوں نے اپنے گھر والوں کو سنایا۔ اور تصدیق کی کہ مست ایک حقیقی اور سچا عاشق ہے۔ انہوں نے اپنے تصرف اور توجہ سے سمو کو بھی ولی کے درجہ تک پہنچا دیا ہے۔ اس کے بعد کھانے کی تیاری شروع کی۔ آپ کے سامنے بلوچی روایات کے مطابق کھانا رکھا گیا۔ گلانی قبیلے کے معتبرین بھی دعوت میں شریک تھے۔ ساری رات مجلس گرم رہی۔ کئی حاجت مندوں، غریبوں اور مسکینوں نے اپنے حق میں دعائیں کرائیں۔ عقیدت مندوں نے آپ کی خدمت میں تحفے تحائف پیش کئے۔ صبح پھر سفر کی تیاری ہوئی۔ بختاخان نے آپ کی خدمت کیلئے کئی گلانی افراد ساتھ کر دیئے۔ ایک تیز رفتار اونٹ پر سامان لاد اگیا۔ آپ نے اپنا عصا اٹھایا۔ جانے کی تیاری کی۔ جاتے وقت ارشاد ہوا "سب دعا کیلئے ہاتھ اٹھاؤ" تین دفعہ حضرت نے زور سے پکارا۔ "رحم" "رحم" "رحم"

بس یہی دعا تھی۔ اور کاروان مست کشمور کی طرف چل دیا۔ اور روجھان جاکر قیام کیا۔ روجھان میں آپکے دیرینہ دوست نواب امام بخش خان مزاری کا مسکن تھا۔ نواب صاحب موصوف عرصے سے آپ کی تشریف آوری کے انتظار میں بیقرار تھے۔ اچانک آپکا روجھان تشریف لانا نواب صاحب کیلئے ایک رحمت الٰہی تھا۔ نواب صاحب کو جب آپ کے روجھان پہنچنے پر اطلاع ملی تو نواب صاحب آپکو اپنی بغل میں لئے ہوئے مہمان خانے میں لے آئے۔ گلوئی قبیلے کے خدمتگار جو آپ کے ساتھ تھے، انہیں ایک دن قیام کے بعد حضرت نے واپس جانے کی اجازت دے دی۔ ایک ہفتہ حضرت نے نواب مزاری کو اپنی نوازشوں سے نوازا۔ ایک دن آپ نے مسرت کے عالم میں نواب صاحب کو حکم دیا "کہ مہمان خانے کے دروازے کے سامنے دو کرسیاں آمنے سامنے سیمنٹ کی بنا دی جائیں۔ ایک کرسی سمّو کی ہوگی اور دوسری اُن کیلئے" چنانچہ اسیوقت حکم کی تعمیل کی گئی۔ یہ کرسیاں آج تک موجود ہیں۔

انہی ایام میں مری قبائل اور کھیترانوں کے درمیان کچھ کشیدگی ہوئی اور آپس میں مری قوم کے قبیلوں کے درمیان بھی کچھ لڑائی ہوئی۔ سمّو اور اسکے گھر والے دھر بلو میں اپنے خیمے نصب کئے ہوئے تھے۔ حالات ناساز اور خراب ہونیکی وجہ سے سمّو کے گھر والوں نے کھڑوئی کے چند اور قبیلے والوں کے ساتھ دھر بلو[1] کو خیر باد کہہ کر کچھی اور سندھ کے میدانی علاقوں کی طرف نقل وحرکت کی۔ حضرت کو معلوم ہوا۔ کہ سمّو سندھ آئی ہیں، تو افسردہ ہوئے۔ اور سمّو کو دعا دی۔

---

[1] ماوند کے قریب ایک پہاڑ ہے۔

دوست منی بھالوشاں شتا سِندھ ءَ
دیم پہ سولیں زیوراں داتی
تُول بھتغنشی شیفغیں بھونز
گوَاتانیں جنتھی نیں لواڑ گرہیں

ترجمہ:- میری محبوب ننگے پاؤں سندھ چلی گئی
اور اپنے چہرے کو آراستہ کیا نازک زیورات سے
نتھ اسکی چہرے کی سلائی جیسی سیدھی ناک میں گرم ہوتی ہوگی
خدا نہ کرے کہ کہیں گرمی اور لُو سے دوچار ہو۔

تھوڑے ہی عرصے کے بعد ستو اور ان کے گھر والے اپنے پہاڑوں میں لوٹ آئے۔ اور ان کے آنے کی خبر میر کرم خان بجارانی نے ست کو روجھان میں پہنچائی۔ حضرت نے نواب صاحب سے رخصت لی۔ اور قریبی بگٹی علاقے کے پہاڑوں میں ہوتے ہوئے پھیلاوغ آ پہنچے۔ بگٹی قوم کے مسوری قبیلے والوں نے حضرت کی دعوت کی۔ یہاں سے آپ اپنے علاقے میں داخل ہوئے۔ آپ کے ہمراہ چند مزاری قبیلے کے آدمی تھے۔ آپ نے انہیں واپس جانے کی اجازت دی۔ آپ کے ساتھ ایک اونٹ تھا۔ جس پر حضرت کا سامان لدا ہوا تھا۔ چند مری آپ کے ساتھ ہو لیے۔ ان میں ایک معمر شیرانی قبیلے کا فرد بھی تھا۔ اس کی روایت کے مطابق حضرت کا قافلہ جنتلی کے علاقے سے کاہان کے قریب کے پہاڑوں کی وادیوں میں ایک جگہ حضرت اپنے ساتھیوں سے دور نکل گئے۔ اور تیز رفتاری سے آگے ہی بڑھتے جا رہے تھے۔ عصا آپ کے ہاتھ میں تھا۔ آپ کے ساتھی آپکے پیچھے گرتے پڑتے آپ کے قدم مبارک کے نشانات دیکھتے پہاڑوں کی پگڈنڈیوں میں سے گزرتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ ایک پہاڑ کی

گھاٹی سے اتر کر حضرت نے ایک ندی کے درمیان کا راستہ لیا یہاں ندیاں اکثر خشک رہتی ہیں۔ صرف سیلاب کے وقت ان میں پانی ہوتا ہے۔ یہاں پہنچکر اپنے عصا کا ایک طرف کا سرا زمین پر ٹکائے ہوئے اور دوسرے سرے کو سینے سے سہارا دیئے ہوئے جھک کر ایک لئی کے درخت کے نیچے کھڑے ہوئے تھے۔ اتنے میں یہ لوگ بھی وہاں پہنچ گئے۔ تھوڑی دیر ستانے کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا "سامنے کچھ دور چند عورتیں چشمے پر پانی بھر رہی ہیں۔ ان سے ایک کٹورا پانی مانگ کر لاؤ" اس شیرانی کے قول کے مطابق اس نے سامان سے کٹورا نکال کر اس ندی کا دامن پکڑ لیا۔ تھوڑی دور چلے جانے کے بعد اس نے دیکھا۔ کہ واقعی ایک چشمے کے قریب چند عورتیں کھڑی ہیں۔ اور پانی بھر رہی ہیں۔ اس نے کچھ دور فاصلے پر ٹھہر کر ان سے کہا۔ کہ ایک کٹورا پانی اسے بھر کر دیں۔ بلوچ عورتوں کا جہاں جمگھٹا ہو۔ وہاں غیر مرد پھٹکتا تک نہیں۔ اسلئے اس شیرانی نے دور کھڑے ہو کر پانی مانگا۔ چنانچہ ان عورتوں میں سے ایک دراز قد والی شوخ عورت آگے بڑھی اور حاکمانہ انداز سے کہنے لگی "کیا چاہتے ہو؟" اس نے جواب دیا حضرت مست طوق علی کیلئے ایک کٹورا پانی چاہیئے۔ وہ عورت سخت برہم ہوئی اور گستاخانہ لہجے میں بگڑ کر بولی "یہاں اس کے لئے پانی نہیں ہے۔ مٹی اور راکھ سے بھر کر یہ کٹورا اسے پلا دو" حضرت کا آدمی حیران و پریشان واپس لوٹ آیا۔ اور سارا ماجرا حضرت کو سنایا۔ آپ نے دوبارہ کہا جاؤ اس عورت سے کہو۔ "ستو بیلی" یعنی "ستو کا دوست" پانی پینا چاہتا ہے۔ اور اس عورت سے یہ بھی کہنا کہ ستو بیلی آج تمہارا مہمان ٹھہرے گا" وہ پھر ان عورتوں کی جانب روانہ ہوا۔ اور قریب جا کھڑا ہوا۔ پھر وہی عورت آگے بڑھی چنانچہ اس شیرانی نے مست کے کہے ہوئے الفاظ دہرائے۔ وہ عورت

کچھ رک کر بولی" میرا بچہ فوت ہو گیا ہے۔ اور ستمو بیلی نہیں آیا۔ جاؤ ستمو بیلی کو کہنا آج ہمارے ہاں ضرور مہمان ٹھہرے" اس عورت نے کٹورا اٹھایا اور اپنے ہاتھوں سے کٹورا بھر کر دیا۔ شیرانی اسی تذبذب کے عالم میں پانی لیکر مست کے پاس پہنچا۔ اور آپکو اس عورت کا پیغام سنایا۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا" تم نہیں جانتے اسی کا نام تو ستمو ہے" پانی نوش فرما کر آپ وہاں تھوڑی دیر بیٹھے رہے۔ پھر فرمانے لگے" ستمو اب اپنے خیمے میں پہنچ گئی ہوگی۔ سامان اٹھاؤ اور چلیں" اور پھر یہ قافلہ مست ستمو کے خیمے کی طرف روانہ ہو گیا۔ ان کے پہنچنے سے پہلے ستمو اور اُس کے خاوند نے خیمے کے باہر اپنے محبوب و معزز مہمان کیلئے اونی رنگین دری بچھا دی۔ آپ تشریف لے آئے۔ آپ کے ساتھیوں کیلئے خیمے سے دور ایک طرف فرش بچھایا گیا۔ اور حضرت نے اپنی محبوبہ کے خیمے کے سامنے ڈیرہ لگایا۔ رات کو کھانا کھانے کے بعد آپ نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا، کہ آپ کا سامان لائیں۔ سامان آپ کے سامنے رکھ دیا گیا۔ ستمو سامنے بیٹھی تھی۔ ایک ایک چیز نکال کر آپ فرط محبت سے ستمو کے ہاتھ میں تھماتے جاتے تھے۔ قیمتی چیزوں کا ایک انبار ستمو کے سامنے لگ گیا۔ ستمو نے دوران گفتگو مست سے کہا، کہ اِن کا جب بچہ بیمار ہوا، تو اس مصیبت کے وقت انہوں نے آپکو بہت یاد کیا اور پکارا۔ لیکن انہوں نے دستگیری نہیں کی" حضرت فرمانے لگے" ستمو میں تمہاری فریاد اور آہ وزاری سن رہا تھا۔ لیکن وہ ذات پاک واحد القہار ہے۔ اُس کے حکم کے سامنے کسی کی کیا مجال۔ جب ہم اور تم دائمی جدا ہوں گے۔ تو تم پر اور مجھ پر کیا بیتے گی۔ جب تک زندہ ہیں۔ اُس ذات پاک کا رحم چاہیئے۔ جب موت آئے گی۔ تب بھی رحم کے طلبگار رہیں گے "رحم"۔" رحم" تمام رات آپ اپنی محبوبہ سے ہمکلام رہے۔ صبح ہوتے ہی حضرت نے جانے کیلئے رخصت چاہی۔ مگر ستمو نہ مانی۔ آخر تین دن آپ نے

وہاں قیام کیا۔ چوتھے دن صبح یہ قافلہ عاشق کوہستان حسب معمول روبسفر ہوا۔ سمو کا دل و دماغ اور خیالات کی دنیا کو مست اپنے ساتھ باندھے لئے جا رہے تھے۔ اب ایک صرف جسم تھا جو خیمے میں سے ٹکٹکی باندھے مست کے قافلے کو دیکھ رہا تھا۔ گھڑے کا کام کاج یکسر چھوڑ کر ایک بت کی طرح اسکی نرگسی آنکھیں مست کے قافلے پر جمی ہوئی تھیں۔ جیسے جیسے مست کا قافلہ سمو سے دور ہوتا جا رہا تھا۔ سمو کی بے چینی اور اداسی بڑھتی جا رہی تھیں۔ جب تک اس کے محبوب کے قافلے کے گرد اسے نظر آتی رہی وہ دیکھتی رہی۔ جب قافلے کا گرد و غبار بالکل اسکی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو پھر فراق کی آگ میں تڑپنے لگی۔ اور غزالی آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب امڈنے لگا۔ اشکوں نے دل کے راز فاش کر دیئے۔ راستے میں مست نے اپنے ساتھیوں کو رخصت کیا۔ آپ تنہا رہ گئے۔ ایک برس تک مری کے اندرونی علاقوں میں آپ پھرتے رہے۔ کسی فرد واحد کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آپ کا قیام مری کے کس علاقے میں ہے۔ کبھی بوادھ کی پہاڑیوں کی طرف کبھی پھڑ کے علاقے میں ڈیوا خان کے ہاں کبھی ڈور کاہان کی گھاٹیوں پر جا نکلتے۔ اکثر تنہائی کی حالت میں آپ پر جمود و تفکر طاری رہتا تھا۔ لوگوں سے کم بولنا کم ملنا اب آپکا معمول بن چکا تھا۔ آپ کے ایک برس کے حالات تاریکی میں پنہاں ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ زہد و فکر اور دوسری روحانی منازل میں مسرور و مصروف تھے۔ اسی دوران کا ایک واقعہ ہمارے سامنے آیا ہے جو نواب محراب خان بگٹی مرحوم کی زبانی معلوم ہوا۔ جب ان کی عمر آٹھ برس کی تھی۔ ان کے والد نواب سر شہباز خان بگٹی کے سردار تھے۔ ان کی روایت کے مطابق مست مری کے پہاڑوں سے نکل کر ڈیرہ بگٹی کے قریب آئے۔ نواب محراب خان بیان کرتے ہیں۔ کہ وہ بگٹیوں کے محفل میں اپنے والد صاحب کے ساتھ بیٹھے تھے۔ کہ حاضرین میں سے

کسی نے دیکھا کہ دور سے ایک بگٹی دُنبے چرا رہا ہے۔ اور اس کے قریب کوئی شخص ایک ایسا بھاری پتھر جسے ہاتھی بھی آسانی سے ہلا نہ سکے۔ لڑھکاتا ہوا۔ ان کی طرف اس طرح بڑھا چلا آرہا ہے جیسے کوئی بچہ گیند سے کھیلے چنانچہ ان لوگوں نے نواب صاحب کی توجہ اس طرف مبذول کرائی اور انہوں نے ایک خادم کو حکم دیا کہ جاکر دیکھیے کہ یہ کون شخص ہے۔ کیا ماجرا ہے۔ اور اس آدمی کو ان کے پاس لائیں چنانچہ وہ خادم دوڑتا ہوا اُس آدمی کے قریب پہونچا اور دریافت کیا کہ وہ کون ہے اور یہ کیا کر رہا ہے۔ جواب میں اس نے کہا "میں طوق علی مری ہوں۔ اس ریوڑ والے بگٹی سے میں نے ایک دنبہ کباب کیلئے مانگا۔ دنبہ دینے سے اس نے انکار کیا اسلئے یہ پتھر میں بگٹیوں کو مارنے کیلئے لا رہا ہوں" اُس بگٹی نے احترام سے کہا کہ مست آپ تشریف لائیں۔ نواب صاحب آپ کو طلب فرما رہے ہیں۔ کباب کیلئے دنبے بہت ہیں چنانچہ آپ نے پتھر کو وہیں چھوڑ دیا۔ اور اس کے ساتھ ہو لئے۔ قریب پہونچنے پر نواب صاحب نے حضرت کو پہچان لیا۔ اور تمام بگٹیوں کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور استقبال کے لئے آگے بڑھے۔ مست کو گلے سے لگایا اور اپنے ساتھ لاکر جہاں خود بیٹھے تھے۔ گاؤ تکیے کا سہارا دیکر بٹھایا۔ بلوچی دستور کے مطابق حال احوال پوچھا گیا۔ خاطر تواضع کی گئی مہمانی میں بڑے اہتمام سے انتظام کیا گیا۔ دو دن ٹھہرے تیسرے دن نواب صاحب سے آپ نے ارشاد کیا کہ وہ ان قریب کی پہاڑیوں میں سیر کرنا چاہتے ہیں۔ اور اپنے ساتھ نواب صاحب کے لڑکے محراب خان کو بھی لے جانا چاہتے ہیں۔ نواب صاحب مست کا کہا ٹال نہ سکے مجبوراً لڑکا ساتھ کر دیا لیکن کچھ خدشہ محسوس ہوا۔ کیونکہ بگٹیوں اور مریوں میں دیرینہ دشمنی چلی آرہی ہے۔ مست محراب خان کا ہاتھ تھامے پہاڑ

کی طرف چل دیئے۔ اور غائب ہو گئے۔ تین دن تین رات پہاڑ میں غائب رہے۔ خراب خان بعد میں بیان کرتے ہیں کہ انہیں بدستور کھانا اور پانی ملتا رہا۔ نہ قریب کوئی آبادی تھی۔ اور نہ کھانا لانے والا نظر آتا تھا۔ یہ تین دن اسیطرح گزارے کہ آپ اسے اکیلا چھوڑ دیتے اور خود حضرت غائب رہتے اس عرصے میں نواب شہباز خان بڑے پریشان اور پشیمان تھے۔ کہ خواہ مخواہ انہوں نے لڑکا ایک مست دیوانے کے ساتھ کر دیا۔ ایسا نہ ہو کہ بچہ کھو جائے یا وہ مست کی طرح وہ بھی دیوانہ ہو جائے۔ چنانچہ نواب صاحب نے چوتھے روز چند بگٹی تلاش کے لئے روانہ کئے۔ مست اتفاقاً اسی دن آسی راستے سے خراب خان کو لیکر واپس آرہے تھے۔ راستے میں وہ بگٹی آن ملے۔ اور سب مل کر ڈیرہ بگٹی واپس آئے۔ نواب صاحب دیکھ کر بڑے خوش ہوئے مست فرمانے لگے "شہباز خان خراب کو دنیاوی لحاظ سے جو دینا تھا۔ دے چکا ہوں"۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ نواب خراب خان جیسا ذہین ہوشیار و مدبر و دولت مند و رعب و داب والا سردار شاید ہی بلوچ قوم میں پیدا ہو۔ حضرت مست نے دو ہفتے کے قریب ڈیرہ بگٹی میں قیام کیا۔ اسی اثنا میں نواب شہباز خان بگٹی اپنے مہمان خانے کے باہر بیٹھے ہوئے تھے۔ مست بھی نوابصاحب کے پہلو میں تشریف فرما تھے بہت سے بگٹیوں کے علاوہ کچھ بگٹی قبیلے کے شاعر موجود تھے۔ اور ساتھ ہی کچھ بلوچی شعر گانے والے مراثی بھی مجلس میں تھے۔ مراثیوں نے چند بلوچی غزلیں سنائیں۔ اور اسکے بعد بگٹی شعرا نے کچھ اپنے شعر سنائے جنمیں انہوں نے بگٹی قبیلے کی بہادری اور شجاعت کو سراہا۔ اور مری قوم کی تضحیک کی۔ اور ان کی ہجو میں شعر کہے۔ حضرت مست کو یہ بہت ناگوار گزرا۔ اور اسیوقت فی البدیہہ انہوں نے مندرجہ ذیل شعر

نواب صاحب وحاضرین کے سامنے بے دھڑک کہے۔

بے دھڑیں کوری بھتہ کمی پلّو سیاں تے
سندھ آں پار اگوں پھیقراں پھر مال تے
مرتضیٰ خان ءَ پہ زرو زوراں تنزار بھتغے
یک برے میر عالی توری آں اودار بھتغے
پیر زوراخ ءَ نبوی جھپا باں داشتغے
بھاولانزئی پہ گوانجہ برے باخ داتغے

ترجمہ۔ بے ٹھکانے والا اُجلا ہاتو کس کا ہم پلّہ اور برادری میں تھا۔
سندھ کے اُس پار تو فقیروں کے ساتھ راکھ ملے پڑا تھا۔
مرتضیٰ خان نے دولت وطاقت کے ساتھ تمہیں اٹھایا۔
ایک دفعہ میر عالی کے سپوتوں (رندوں) نے تمہاری دھجیاں اڑائیں
تیرا پیر (پیر شہری) کامل تھا۔ اُس نے تمہیں روکا۔ جیسے سیلاب کے وقت بند ٹوٹتے ہیں، تو پانی کو گھاس اور شاخیں وغیرہ دیگر روکتے ہیں۔
بھاولانزئی[1] نے تمہیں بُلا کر دوشیزہ شادی کیلئے دی ہے۔
نواب صاحب نے جب یہ محسوس کیا۔ کہ حضرت مست برہم ہوگئے ہیں۔ انہوں نے معذرت کی۔ اور مجلس برخاست کردی ایک دفعہ حضرت

ع[1] بھاولاں ولد دوست علی خان مری قوم کے سردار تھے۔ اور ان کا انتقال ۱۸۰۵ء میں ہوا۔ ان کی اولاد کو بھاولانزئی کہتے ہیں۔ ہیبت خان سردار بگٹی کو مری قوم کے سردار نے اپنی لڑکی بیاہ دی۔ اس واقعے کی طرف حضرت مست نے اشارہ کیا ہے کہ بگٹی قوم کو یہ عزت بھاولانزئی نے دی۔ ورنہ یہ اس قابل نہ تھے بعد میں بگٹی سردار ہیبت خان کو مریوں نے مار ڈالا۔

مست طوق علی ڈیرہ بگٹی تشریف لائے ۔ وہاں ایک چشمے پر ایک عورت کپڑے دھو رہی تھی ۔ اس نے آپکو آواز دی ۔ اور کہا بھائی مست آپ اپنے کپڑے اور پگڑی دھونے کے لئے دیں ۔ حضرت مست سوائے سمو کے کسی اور کو کپڑے دھونے کے لئے نہیں دیتے تھے ۔ کچھ دیر سوچنے لگے بعد فرمانے لگے ۔

ہر کداں قہرانی خدا مہرغ بیاری
گڈا دوست شودی گوں لیلویں دستان

ترجمہ :- جب وہ واحد القہار مجھ پر مہربان ہو
تب میرا دوست اپنے لیلی جیسے ہاتھوں سے میری پگڑی کو دھوئے گا

اس واقعہ کے چند دن قیام کرنے کے بعد حضرت مست سہری کے دربار میں زیارت کیلئے جا پہنچے ۔ ان کا مزار مبارک پہاڑ کی عین چوٹی کے اوپر واقع ہے ۔ بگٹی بالخصوص اور دیگر بلوچ بالعموم اسکو اپنا پیر مانتے ہیں ۔ مست دربار میں تشریف لے آئے ۔ دربار میں بگٹی مجاور

نوٹ :- پیر سہری دراصل رند قوم کے پیروزانی شاخ سے تعلق رکھتے ہیں ۔ رند قوم کے زوال کے بعد یہ قبیلہ بگٹیوں سے جا ملا ۔ ہر سال بگٹی قوم کے لوگ ہزاروں کی تعداد میں دُنبے خیرات کرنے کیلئے دربار میں جاتے ہیں ۔ آپ کا مزار تمام کوہستانی بلوچ قبائل کا زیارت گاہ ہے ۔ اسلام خان دوئم تمندار بگٹی کے زمانے میں سکھ پنجاب کے حکمران تھے ۔ انہوں نے عمر کوٹ پر سکھوں پر حملہ کیا ۔ ان کا کمانڈر ہر سنگھ اپنے ۵۰ ساتھیوں کے ساتھ میدان جنگ میں مارا گیا بگٹیوں نے سکھوں کے جھنڈے اور ڈھول چھین لئے ۔ جو بطور یادگار سہری کے دربار میں آج تک لٹکے ہوئے ہیں ۔

(بلوچستان ڈسٹرکٹ گزیٹر بگٹی ضلع ۔ جلد سوئم صفحہ ۲۸۸)

رہتے ہیں۔ آپ نے وہاں دو دن قیام کیا۔ دور دراز سے بلوچ قبیلوں کے لوگ زیارت کے لئے آئے ہوئے تھے۔ خیراتیں کی جا رہی تھیں۔ ہر روز اس دربار میں لاتعداد دنبے ذبح کئے جاتے ہیں۔ جناب مست کو خواہش ہوئی۔ کہ وہ بھی خیرات کریں۔ سوائے سمو کی محبت اور اس کی یاد کے ان کے پاس کچھ نہ تھا۔ آخر سمو کے مال ہی میں انہیں ڈاکہ ڈالنا پڑا۔ ایک بگٹی کو کہا۔ کہ "جاؤ سامنے سمو کے دو دنبے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک پکڑ لاؤ۔ تاکہ میں بھی خیرات کروں"۔ بگٹی نے سامنے دیکھا تو ایک پتھر پر دو کوے بیٹھے تھے۔ اس کو یہ بات ناگوار گزری۔ کہ مریوں کا پیر ہمارے پیر کے ساتھ مذاق کر رہا ہے۔ کیونکہ مری اور بگٹی قبیلے کی دشمنی ضرب المثل ہے[1]۔ مست کی بزرگی کا چرچا عام ہو چکا تھا۔ بگٹی بادل ناخواستہ کوؤں کی طرف بڑھا۔ ایک اڑ گیا۔ ایک وہیں بیٹھا رہا۔ اسکو پکڑ کر وہ مست کے پاس لایا۔ حکم ہوا۔ کہ اسکو ذبح کرو۔ بگٹی نے کوا ذبح کیا۔ اتنے بڑے دربار میں یہ مست کی خیرات تھی۔ اس کے بعد آپ نے بگٹی سے کہا۔ "مجھے ایک خنجر دو۔ تاکہ میں ایک بگٹی کو ماروں"۔ بگٹی نے خنجر دینے سے انکار کیا۔ آخر آپ خود اٹھے اور جہاں اور لوگ دنبے ذبح کر رہے تھے۔ وہاں سے آپ ایک چھرا اٹھا لائے۔ تمام لوگوں کی آنکھیں

---

[1] مری اور بگٹی دونوں قبیلوں کی دشمنی اس حد تک ہے کہ اگر مری قبیلے کا کوئی شخص دنبہ ذبح کرتا ہے اور کباب کیلئے گوشت چھتا ہے تو چھرے سے کٹا ہوا گوشت کا حصہ اس طرح سیخ پر رکھا جاتا ہے کہ اس کا رخ ان کی دشمن قوم بگٹی کی طرف ہو۔ اس سے یہ مراد ہے۔ کہ دشمن کو بھی کسی دن ایسے ہی کاٹیں گے۔

("تاریخ بلوچ قوم و بلوچستان" مصنف ایم۔ ایس۔ خان صفحہ ۔ ۱۹۰)

آپ کی طرف لگ گئیں۔ کہ آپ کیا کرنے والے ہیں۔ آپ چھرا لیکر
بشیر شہری کے مزار کی دیوار کے قریب آئے۔ اور دربار کی کچی مٹی کی دیوار
میں چھرا گھونپ دیا۔ اور فرمایا "میں نے ایک بکری کو مار ڈالا" دیوار میں
جہاں چھرا گھونپا گیا تھا۔ وہاں سے خون کی دھاریں بہنی شروع ہو گئیں۔ اور
تھوڑی دیر بعد بند ہو گئیں۔ تمام لوگ جو زیارت کے لئے دربار میں آئے
ہوئے تھے حیران و ششدر رہ گئے۔ اُسی وقت حضرت مست کسی
سے کلام کئے بغیر دربار سے روانہ ہو گئے۔ اور اپنے مری علاقے کی طرف
رخ کیا۔ کچھ دن سفر کے بعد آپ ھڑانی پہاڑ کی بلندیوں کو طے کرتے
میدانی علاقے میں آپہنچے۔ اچانک آپکا ارادہ بستی جانے کا ہو گیا۔ بستی
پہنچنے کے بعد درہ ہرنائی سے ہوتے ہوئے بہبر کچھ پہنچے۔ کچھ دن آرام
کرنے کے بعد یہاں سے آپ سپین تنگی ہوتے ہوئے کوہ ڈونگان
گئے۔ کچھ عرصہ وہاں کی وادیوں میں گھومتے رہے۔ بعد ازاں بجی ندی کی
جانب قدم پیما ہوئے۔ اور اس ندی کے کنارے سفر کرتے ہوئے
بھڑا پہنچے۔ اور ڈیرا خان پوادھی جو کہ آپ کے معتقد مرید تھے۔ انکے
ہاں مہمان ٹھہرے۔ آپ ان کو محبت سے "کوکین" کے نام سے
پکارتے تھے۔ یہاں کافی عرصہ آپ نے قیام کیا۔ اکثر دن کو آپ باہر
سیر و سیاحت کرنے کے لئے تشریف لے جاتے۔ شام کو واپس
ڈیرا خان کے ہاں آتے۔ ایک دن ڈیرا خان نے آپکی خدمت میں
عرض کی۔ کہ میرے رزق کے لئے دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا "ایک
بڑی میخ لاؤ" میخ لائی گئی۔ ارشاد ہوا۔ "اسکو اپنی حویلی کے وسط
میں گاڑ دو" چنانچہ میخ گاڑی گئی۔ حضرت نے فرمایا "جب تک میخ
زمین میں گڑی رہے گی۔ تم بھوک اور افلاس نہیں دیکھو گے" آج تک
ڈیرا خان کے کنبے میں رزق کی فراوانی ہے۔ ایک صدی ہونے کو آئی

وہ میخ اب تک داں حویلی میں اُسی جگہ گڑی ہوئی ہے۔ ایک دن آپ معمول کے مطابق باہر پہاڑ کی طرف تشریف نہیں لے گئے۔ ڈیرا خان کے گھر تنہا اپنے ذکر و فکر میں مستغرق تھے۔ اتنے میں کچھ پوادھی عورتوں کا گروہ بغیر اجازت طلب کئے اندر گھس آیا۔ آپ نے اُن سے کوئی کلام نہیں کیا۔ اُن میں سے ایک عورت جس کا چھوٹا بچہ عرصے سے علیل تھا۔ نزع کی حالت میں اُس کو اپنے ساتھ لے آئی۔ وہ عورت بےبود ہو کر آگے بڑھی۔ اور اپنا بچہ مست کی گود میں رکھ دیا۔ رو کر عرض کرنے لگی۔ سائیں مست دعا کریں یہ مر رہا ہے۔ آپ نے سر اٹھایا۔ اور گھور کر عورت کی طرف دیکھا۔ بعد میں بچے کی طرف متوجہ ہوئے۔ جو اُن کی گود میں پڑا تھا۔ آپ جا بجا بچے کی طرف دیکھتے اور سر ہلا کے یہ فرماتے تھے "نہ جانے زندہ رہے گا۔ یا مرے گا؟" اسی طرح تین چار دفعہ آپ نے یہ الفاظ دہرائے۔ کچھ دیر بچے کی طرف دیکھ کر فرمانے لگے "رحم" "رحم" اور آخر میں آپ کا چہرہ جلال سے سرخ ہو گیا۔ اور کہنے لگے "اب رحم ہو گیا" ارشاد ہوا "اٹھاؤ اپنے بچے کو" عورت نے بچہ اٹھا لیا۔ اور اُسی وقت وہ بالکل تندرست اور شفایاب ہو گیا۔ معلوم ہوتا تھا۔ جیسے کبھی بیمار ہی نہیں تھا۔ اس کے بعد حضرت نے عورتوں کی طرف دیکھ کر فرمایا "سمّو کی سکھیو تم اب چلی جاؤ کیا تم میں سے کسی نے سمّو کو دیکھا ہے؟" انہوں نے کہا نہیں سائیں۔ پھر فرمانے لگے "آئندہ اگر تمہیں کوئی حاجت درپیش ہو۔ تو سمّو کے پاس جایا کرو۔ خداوند تعالیٰ سمّو کی دعائیں مجھ سے زیادہ قبول فرماتے ہیں" وہ عورتیں حضرت سے رخصت ہو کر چلی گئیں۔ ایک دن آپ ڈیرا خان کے گھر کے باہر سیر کے لئے نکلے۔ ڈیرا خان اور کچھ پوادھی بھی ساتھ ہو لئے۔ اُس دن آپ بے حد بشاش نظر آ رہے تھے۔ آپ نے

سرور کے عالم میں فی البدیہہ ایک شعر کہا۔ اور ایک مصرعہ میں پوادھیوں کو دعا فرمائی:۔

نک دعائے گھنڈ طوق علی مست عرپوادھی آں
کہ بجی لڑگواں کھاری دے لواڑھی کھتیغیں چھی آں

ترجمہ:۔ مست طوق علی نے پوادھیوں کو دعا کی
کہ بجی ندی طوفان لائے گی۔ تو اُن کی زمین پر پڑی ہوئی چیزوں کو نہیں بہائے گی۔

بجی ندی کے سیلاب سے قریبی علاقوں میں نقصان ہوتا ہے۔ کافی مال و مویشی وغیرہ سیلاب کے نذر ہوتے ہیں۔ مگر اس دعا کے بعد قبیلہ پوادھی کو آج تک سیلاب سے جانی یا مالی کوئی نقصان نہیں پہنچا کچھ دنوں کے بعد آپ ڈیرا جان سے رخصت ہوئے۔ اور مخنا ڑمی۔ چراگاہوں کی طرف روانہ ہوئے۔ اور وہاں آپ اپنی محبوبہ ستمو سے ملے

ستمو کی وفات

اس دفعہ معمول سے زیادہ آپ نے ستمو کے ہاں قیام کیا۔ اور اکثر آپ مغموم اور کھوئے کھوئے سے رہتے۔ اور ستمو کی ہر ادا۔ ہر انداز۔ اس کے بچے۔ اس کے ریوڑ اور اُس کے خیمے کو حسرت کی نگاہوں سے دیکھا کرتے۔ اس انداز سے دیکھتے جیسے اپنی آنکھوں کی پیاس بجھا رہے ہوں۔ پھر شاید یہ سب کچھ نہ دیکھ سکیں۔ ستمو کو اس کا احساس ہوا۔ اور اُس نے بار ہا مست سے پوچھا لیکن آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ اِن دونوں میں سے ایک اس دنیائے فانی سے رخصت ہونیوالا ہے مست کے دل پر اداسیوں نے گھیرا ڈال دیا۔ دن رات آپ غمگین رہتے۔ آخر ایک دن بادل نخواستہ ستمو سے رخصت چاہی۔ سردی کا موسم تھا۔ آپ پہاڑوں کو طے کرتے ہوئے قصبہ تنی نکل آئے۔ جو مری

پہاڑوں کے دامن میں بستی کے مشرق کے جانب ۱۰ میل پر واقع ہے آپ جب یہاں پہنچے تو آپ کی خدمت میں کافی مری بھی حاضر تھے۔ تلی میں ایک شخص نے آپ سے پوچھا: آپ کہاں تشریف لے جارہے ہیں؟ آپ نے ایک حسرت سے آہ بھر کر فرمایا:۔

ما دے ہیروۓ جہان ایغا

ترجمہ:۔ ہم بھی کاروان عالم کے ساتھ پیچھے جارہے ہیں۔

تلی سے آپ سردار ڈومبکی کے ہاں لہڑی تشریف لے گئے ماہ شعبان تھا۔ شب قدر کی رات آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک فرد لانگھانی مری قبیلے کا آپ کے ساتھ تھا۔ جب رات نے اپنا آدھا سفر طے کیا۔ آپ نے خاموشی کے عالم میں اچانک اپنا ہاتھ ہوا میں مارا اور ساتھ ہی غصے سے کہنے لگے "تمہاری قسمت میں یہ نہیں ہے" وہ شخص حیران رہ گیا۔ اور دل میں کہنے لگا۔ کہ اسوقت حضرت کس سے مخاطب ہیں۔ ایک دن کے بعد آپ وہاں سے روانہ ہوئے۔ اور بھلیجی کی طرف آئے۔ بھلیجی میں درخان براہمانی آپ کے ہمراہ ہولیا۔ وہاں پہنچنے پر ایک نیک سیرت شخص آپکو ملنے آیا۔ اور بڑی حسرت سے آپ کو کہنے لگا "حضرت آپ نے مجھ پر ظلم کیا۔ شب قدر کی رات وہ پانی کا گلاس جو دودھ بن گیا تھا۔ آپ نے ہاتھ مار کر چھین لیا۔ آپ مسکرا کر کہنے لگے: وہ تمہاری قسمت میں نہیں تھا کسی اور کی قسمت میں تھا۔" لانگھانی مری کو اُس وقت اس رات کا راز معلوم ہوا۔ بھلیجی سے اچانک آپ واپس اپنے علاقے مری کی طرف چل دیئے۔ چنانچہ دریائے لہڑی کے راستے ہوتے ہوئے کاہان پہنچے۔ آپ کے ساتھ درخان براہمانی کے علاوہ کچھ اور مری بھی تھے۔ وادی کاہان سے وادی تھماڑ کا راستہ لیا۔

سارا دن سفر کرتے رہے۔ رات کو پہاڑ کے دامن میں آرام کیا۔ دوسرے دن سحری کے وقت روبہ سفر ہوئے۔ حضرت مست نہایت تیز رفتاری سے سب سے آگے چلے جا رہے تھے۔ دُر خان کی روایت کے مطابق انہوں نے بھی اپنی رفتار تیز کر دی۔ اور کافی مسافت کے بعد آپ کے قریب آن پہنچے۔ حضرت پر کچھ عجیب کیفیت طاری تھی۔ آپ مڑ کر فرمانے لگے "میں جا رہا ہوں تم سمو کے پاس آجانا"۔ سمو کی قیام گاہ اس جگہ سے قریب تھی۔ حضرت تھوڑی دور اپنے ساتھیوں کے ساتھ چلتے گئے۔ مگر آناً فاناً آپ غائب ہو گئے یہ دیکھ کر انہوں نے بھی اپنی رفتار تیز کی اور سمو کی قیام گاہ پر آن پہنچے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کہرام مچا ہوا ہے۔ تمام بھر دوئی قبیلے کے لوگ میدان میں جمع ہیں۔ سمو اس فانی دنیا سے رخصت ہو چکی تھی۔ مست کے پہنچنے سے قبل سمو کو سپردِ خاک کر دیا گیا تھا۔ آپ قبر پر کھڑے ہو کر سمو کے خاوند اور اس کے رشتہ داروں سے تقاضہ کر رہے تھے "کہ تم لوگوں نے میری سمو کو میری اجازت کے بغیر کیوں دفن کیا"؟ اس وقت ایک چھوٹی بچی جو سمو کی تھی مست کے قریب کھڑی ہوئی تھی۔ اور چلا چلا کر رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی "میری اماں کو لاؤ"! اس کی جگر پاش آہ و زاری اور چیخوں نے زمین و آسمان ہلا دیئے۔ مست کبھی آسمان کی طرف اور کبھی بچی کی طرف اور کبھی سمو کی قبر کی طرف دیکھتے اور پھر سر جھکا لیتے۔ اُن کے گرتے ہوئے آنسو جو ریش مبارک میں جذب ہوتے جا رہے تھے۔ وہی ..... اس بچی کا جواب تھے۔ مست بھلا کیا کر سکتے تھے۔ آج وہ خود بھی بچی کے ساتھ ہی لٹ چکے تھے۔ ان کی چاہنے والی۔ اُن کے ناز اٹھانے والی اور انتظار کی گھڑیاں گننے والی محبوبہ سمو آج سنوں مٹی کے نیچے اپنی ابدی اور آخری آرامگاہ

میں سو رہی تھی۔ اُس کی خوبصورت اور ستوالی آنکھیں جن میں ہر وقت مست کے لئے محبت اور پیار کے پیمانے بھرے رہتے تھے۔ اب بند ہو چکی تھیں۔ وہ نگاہیں جو ہر وقت مست کی راہوں پر لگی رہتی تھیں انتظار کرتے کرتے تھک کر ہمیشہ کیلئے مند گئیں تھیں۔ اُس کے نازک اور مرمریں بدن کو زمین نے اپنا لقمہ بنا لیا تھا۔ ایک پر بہار کلی کھلنے سے پہلے ٹوٹ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدا ہو چکی تھی۔ اور مست کا دیدار کئے بغیر اپنے تمام درد چھپائے سمو آج اُن سے بچھڑ کر دور جا چکی تھی۔ سمو کے خاوند نے عرض کیا کہ سائیں مست " جہاں آپ حکم دیں۔ جہاں آپ چاہیں سمو کو دوبارہ وہیں دفن کریں گے "۔ مست خاموشی سے سنتے رہے۔ اپنے عصا کو اپنے سینے سے لگا کر جھکے ہوئے سمو کے سرہانے کھڑے رہے۔ تمام لوگوں پر خاموشی اور سکوت طاری تھا۔ سب کی نگاہیں سمو کی خاک پر جمی ہوئی تھیں۔ کافی دیر تک یہ حالت رہی آخر آپ نے سر مبارک اٹھایا اور لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے " میں نے سمو کی مرضی دریافت کی ہے۔ سمو کی یہ خواہش ہے کہ اُسے وہیں رہنے دیا جائے۔ اور سمو نے مجھ سے یہ وعدہ کیا ہے کہ ہر جمعہ کی رات وہ مجھ سے ملاقات کرے گی۔ اسلئے سمو کے سامنے میرے لئے ایک حجرہ بناؤ۔ تاکہ میں ہر جمعہ یہاں آ کر سمو سے مجلس کر سکوں "۔ اس گفتگو کے بعد حضرت نے سب لوگوں کو حکم دیا کہ وہ واپس گھروں کو لوٹ جائیں۔ چنانچہ حضرت تنہا سمو کی قبر پر کئی دن ٹھہرے۔ اُس وقت اس بیابان ویرانے میں صرف سمو کی قبر تھی اس وقت سمو کی قبر چاروں طرف سے مقبروں سے گھری ہوئی ہے وہ میدان مخاڑ میں آج تک سمو کی پٹی (سمو کا میدان) کے نام سے مشہور ہے۔ بھروئی قبیلے والوں نے مست کے حکم کی تعمیل کی۔

ورانسی کی دیوار کا حجرہ بنایا۔ جو آج تک موجود ہے۔ مری علاقے کے دن رات مست کیلئے بے کیف ہو کر رہ گئے تھے۔ آپ کے لئے زندگی بے کیف اور مہمل شے بنکر رہ گئی تھی۔ ان فضاؤں میں سوائے درد و کرب کے مست کیلئے اب کیا رہ گیا تھا لیکن حکم ربی کے سامنے انسان مجبور ہے۔

سمو کی وفات ۱۸۸۰ء میں ماہ رمضان المبارک میں ہوئی تھی سمو کی موت کے بعد حضرت مست نے بیرونی علاقوں کے سفر یک لخت بند کر دیئے۔ شعر و شاعری بھی ترک کر دی۔ غرض زندگی کی وہ رمق اور چاشنی جو سمو کی زندگی میں مست میں پائی جاتی تھی۔ ایک دم ختم ہو گئی۔ نہ وہ .... تڑپ تھی۔ نہ وہ جنون۔ بقول غالب :-

تھی وہ اک شخص کے تصور سے
اب وہ رعنائی خیال کہاں

بڑی حد تک آپ نے تمام بلوچ سردار معززین اور تمندار دں سے قطع تعلق کر لیا۔ مست کے جذبات کو بھڑکانے والی وہ شمع اب گل ہو چکی تھی۔ یوں معلوم دیتا تھا۔ کہ ان سب کی روح رواں سمو ہی تھی۔ بارہا بلوچ اکابر نے آپ کے ہاں وفد بھیجے۔ مگر آپ ہمیشہ ٹالتے رہے۔ آپ کا گھومنا پھرنا اب محض مری کے پہاڑوں تک محدود ہو گیا۔ سمو کی زندگی میں جاندران۔ رستزانی اور تھدڑی آپکے پسندیدہ پہاڑ تھے۔ سمو کے وصال کے بعد حضرت تحصیل کوہلو کے قریب وادی تمبو کے قریب مخیل پہاڑ کی بلند چوٹی پر اکثر کئی کئی ہفتے قیام فرماتے تھے۔ چنانچہ آج تک آپ کے قیام کے نشانات وہاں موجود ہیں۔ آپ کے دربار کے مجاور ہر سال اسی پہاڑ کی چوٹی پر آپکی یاد تازہ کرتے ہیں۔ آپ اپنی محبوبہ سمو کی موت کے بعد ۱۵ برس تک

زندہ رہے۔ ہر پہاڑ سے چھوٹے رنگین اور گول خوبصورت پتھر آپ جمع کرتے رہتے۔ اور ہر جمعہ کی رات سمو کی قبر پر اپنے ہاتھوں سے ان خوبصورت پتھروں کو رکھ دیتے۔ حضرت کے پاس اب سمو کیلئے یہی تحفے باقی رہ گئے تھے۔ آج تک مست کے دست مبارک کے رکھے ہوئے خوبصورت پتھروں کا انبار سمو کی قبر پر لگا ہوا ہے۔ اکثر جمعہ کے دن آپ سمو کے مقبرہ پر تشریف لاتے۔ جب کوئی بلوچ آپ کی کہی ہوئی غزلیں جن میں سمو کا ذکر ہوتا...... سناتا تو آپ مسکرا دیتے۔ آپ کو ان اشعار سے راحت اور سکون ملتا۔ اور اکثر یہ فرماتے کہ ہاں۔ ہاں دوبارہ سناؤ میرے یہ درد انگیز اشعار اور غزلیں سمو درد میں ڈوبے ہوئے سن رہی ہے"۔ اس طویل عرصے میں آپ کئی مرتبہ اپنے روحانی مرشد قلندر شہباز کی زیارت کیلئے سہوان شریف تشریف لے گئے۔ جہاں آپ کے شائقین و شیدا آپ کے گرد جمع ہو جایا کرتے تھے۔ ہر چند آپ میں پہلی سی تڑپ باقی نہ رہی تھی۔ لیکن آپ روحانیت کی گہرائیوں کی انتہائی منازل تک پہنچ چکے تھے۔ اور ایک کامل عاشق اب ایک پیر کامل بن گیا تھا۔ ایک دفعہ سہوان شریف سے واپسی پر آپکا گزر بستی سے ہوا یہاں کچھ عرصہ پہلے ایک بزرگ سید بجن شاہ گزرے تھے۔ جن کی بابت مشہور تھا کہ وہ دیوار پر سوار ہو کر جب حکم دیتے۔ تو وہ گھوڑے کی مانند سرپٹ دوڑ پڑتیں۔ اسی طرح تمام عمر وہ سید اپنی کرامات کا مظاہرہ کرتے رہے۔ حضرت مست انہی کے مزار پر آکھڑے ہوئے تھوڑی دیر خاموشی کے بعد آپ اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگے "بجن شاہ اپنا ترکش خالی کر گیا"۔ ایک دن آپ اکیلے پہاڑ کے دامن میں بیٹھے تھے۔ مری قبائل کے کئی افراد نے

آپ کو گھیر رکھا تھا۔ آپ آنکھیں بند کئے سر جھکائے بیٹھے تھے کچھ دیر بعد آسمان کی طرف سر مبارک اٹھا کر فرمانے لگے "میں سمجھتا ہوں روحانیت میں جہاں میں نے قدم رکھا ہے۔ وہاں اس وقت کوئی دوسرا دکھائی نہیں دیتا۔ مگر جب میں سوچتا ہوں تو سخی لوگ بھی بہت تنگے ہیں۔ ان کا درجہ بہت بلند ہے"

اسی دوران سفر میں آپ نواب صاحب جمال خان لغاری کے اصرار پر چوٹی تشریف لے گئے۔ نواب صاحب کو آپ سے بہت اُنس وعقیدت تھی۔ حضرت بھی نواب صاحب کو چاہتے تھے۔ جیسے پہلے ذکر کیا ہے۔ سمو کی وفات کے بعد آپ نے اپنا دائرہ سفر بیرون بلوچستان بہت محدود رکھا۔ چند خاص مقامات۔ مثلاً سیہوان شریف۔ دربار سخی سرور۔ چوٹی اور کوہ یہو سے آپ کو اُنس تھا اور گاہے بگاہے انہی مقامات کی طرف آپ نکل پڑتے تھے۔

۱۸۹۱ء میں نواب جمال خان لغاری نے حج کا ارادہ کیا۔ حج کو روانگی تمام لغاری قوم کے معززین اور دیگر ڈیرہ جات اور قبائل کے سردار ومعتبرین آپ کو الوداع کہنے کیلئے کئی دن قبل چوٹی میں جمع ہوئے۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ اونٹوں اور گھوڑوں پر آئے۔ چوٹی کے گاؤں میں چہل پہل کا یہ عالم تھا۔ گویا ہر گھر شادی کا منظر پیش کر رہا تھا۔ جگہ کی کمی کی وجہ سے میدان میں شامیانے لگا دیئے گئے۔ نواب صاحب نے بلوچی روایات کے مطابق عام خیرات شروع کی۔ دور دور سے سرکاری حکام آپ کو الوداع کہنے کے لئے آگئے۔ ایک کمی جو نواب صاحب ان دنوں محسوس کر رہے تھے۔ وہ ان کے دوست حضرت مست توکلی کی غیر موجودگی تھی۔ انہوں نے چند خاص لغاری معتبرین کو مری کے

علاقے میں بھیجا۔ اور پیغام دیا۔ کہ حضرت مست سے عرض کریں۔ کہ فوراً چوٹی تشریف لے آئیں۔ اُن کو حج پر ساتھ لے جانا ہے۔ اس دفعہ نے مری کے علاقے میں داخل ہوتے ہی حضرت کا پتہ لگانا شروع کیا معلوم ہوا۔ کہ ایک دن قبل سمو کے مقبرے پر آپ کو دیکھا گیا تھا۔ یہ لوگ ادھر ہی چل دیئے۔ اور وہیں مست کو جا پایا۔ بعد احترام نواب صاحب کا پیغام پہنچا دیا گیا۔ آپ نے فرمایا "آج یہاں قیام ... کریں گے۔ تاکہ رات کو سمو سے اجازت لے لیں۔" دن کے وقت مہمانوں کا قیام وہیں رہا۔ حضرت نے قرب وجوار کے مریدوں کو دُنبے لانے کے لئے کہا اور بلوچی کباب تیار کرائے۔ مہمانوں کی خاطر تواضع اچھی طرح کی گئی۔ دوسرے دن روانگی سے قبل مست سمو کی قبر پر کچھ وقفہ ٹھہرے۔ اور پھر وفد کے ساتھ چوٹی کی جانب روانہ ہوئے۔ نواب صاحب کے قاصدوں نے آپ کی خدمت میں سواری کے لئے بہترین گھوڑا پیش کیا۔ مگر آپ نے جواب دیا "سمو بیلی گھوڑے کی سواری نہیں کرے گا۔ کیونکہ سمو نے اپنی زندگی میں مجھے ہمیشہ پیدل چلتے دیکھا ہے۔ اور میرے نقش قدم اس نے دیکھے ہیں۔ لہذا میں اب بھی پیدل چلوں گا۔ تاکہ سمو قبر سے مجھے پیدل چلتے دیکھے۔" چنانچہ حضرت عصا ساتھ لئے ہوئے مانند ہوا گھوڑے سواروں کے ساتھ سفر کی منزلیں طے کرتے رہے۔ تیسرے دن یہ لوگ چوٹی کے مقام پر پہنچے۔ ادھر نواب صاحب بڑی بیتابی سے حضرت کا انتظار کر رہے تھے۔ چوٹی پہنچنے پر نوکروں نے نواب صاحب کو اطلاع دی۔ کہ مست تشریف لے آئے ہیں۔ نواب صاحب معتبرین اور سرداروں کی محفل سے اٹھ کر فوراً باہر نکل آئے۔ بڑی خندہ پیشانی اور محبت سے حضرت کو اپنے گلے سے لگایا۔

کچھ دن بعد نواب صاحب حج کیلئے روانہ ہوئے۔ کافی مقدار میں سونا اور روپے ساتھ لے کر کراچی پہنچے۔ ایک ہفتہ وہاں قیام رہا۔ زائرین حج کے جہاز روانہ ہونے شروع ہوئے۔ ایک جہاز پر نواب صاحب حضرت مست اور دیگر رفیقوں کے ساتھ سوار ہوئے۔ سفر کا آغاز ہوا حضرت کا یہ پہلا بحری سفر تھا۔ جب جہاز کراچی کی بندرگاہ سے کافی دور نکل گیا۔ تو نواب صاحب نے اپنے رفیقوں اور خادموں سے کہا۔ کہ وہ مست کی بزرگی کا امتحان لینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ خادموں کو سمجھایا گیا کہ وہ مست کو جہاز کے جنگلے پر بلائیں۔ اور جب وہ بالکل قریب آجائیں تو آپ سے یہ کہا جائے کہ حضرت دیکھئے سمندر کی مچھلیاں کتنی بڑی بڑی ہیں۔ جب حضرت اُس طرف متوجہ ہوں تو انہیں اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا جائے۔ دیکھنا یہ تھا کہ پانی میں مست ڈوبتا ہے یا نہیں۔ نوکروں نے حسب حکم موقع پاتے ہی مست کو سمندر کی نیلی لہروں کے حوالے کر دیا۔ آپ پانی میں گرتے ہی غائب ہو گئے۔ نواب صاحب کو اب اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ بے حد نادم اور پریشان ہوئے کہ خواہ مخواہ اپنے ایک دوست کو اپنے ہاتھوں سے گنوا دیا۔ اس حادثہ کے وقوع آنے سے قبل حضرت مست کو غیب سے معلوم ہو چکا تھا۔ کہ آپ کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ مگر حضرت نے مشیئت الہی پر بھروسہ اور توکل کر کے خاموشی اختیار کی۔ بعد میں آپ اپنی ایک غزل میں اس سانحے واقعہ کو بیان کرتے ہیں۔ اور حسرت سے اظہار فرماتے ہیں۔ کہ کاش اُن کے احباب جن کا ذکر آپ شعروں میں کرتے ہیں۔ وہ اس وقت موجود ہوتے۔

جال مناں ہندی سنگتاں داتا
اگ بھی جو رین دژ مناں لبتہ
شاہ مناں رکھے شہ بانہر وسیاہ ساراں

ترجمہ:۔ مجھے غیب سے اپنے وجود نے مطلع کیا
کہ تیرا راستہ جانی دشمنوں نے روک لیا ہے
اللہ ذات پاک مجھے پناہ دے سمندر کے کالے مگرمچھوں سے

تین ہفتے کے بعد جہاز جدہ شریف پہنچا۔ تو حضرت اپنی دراز زلفیں کاندھوں پر بکھیرے عجیب دلربایانہ شان سے جدہ شریف کی بندرگاہ پر ٹہل رہے تھے۔ نوابصاحب کی نگاہ مست پر پڑی۔ تو دنگ رہ گئے۔ ایک طرف تو ان کو اپنی مذموم حرکت کی ندامت تھی۔ دوسری طرف مست کو زندہ دیکھ کر ان پر سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ اسی شش و پنج میں مبتلا تھے۔ کہ مست نے انہیں آواز دی: سمو بیلی (سمو کا دوست) تم سے کافی دن پہلے یہاں پہنچ گیا ہے"۔ پھر فرمایا" تم لوگوں نے مجھے بے عزت اور عریاں کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ لیکن اللہ ذات پاک نے میری لاج رکھ لی۔ اس محبوب ذات پاک نے اپنے فرشتے اور جلیل القدر بزرگان دین مثلاً قلندر شہباز و غوث الاعظم میری مدد کیلئے بھیجے۔ اور پانی میں گرنے سے قبل ہی میرے قدم جدہ شریف کی سرزمین پر آ لگے۔ جمال خان جب تو واپس حج کر کے اپنے وطن کو جائیگا۔ تو جوتی کے درختوں کو دیکھتے ہی تیرا دم نکلے گا"۔ یہ الفاظ سنکر نواب صاحب پر بجلی گر پڑی۔ انہوں نے بڑی منت سماجت کی۔ مست سے معافی مانگی۔ مگر تیر اپنے نشانے پر بیٹھ چکا تھا حضرت کو بھی یہ احساس ہوا۔ کہ انہوں نے اپنے دوست کو چند الفاظ میں ختم کر دیا۔ مگر اب آپ کے بس کی بات نہ تھی۔ امر الٰہی کام کر چکا تھا۔

جدہ شریف سے مکہ معظمہ پہنچے اور فریضہ حج ادا کیا۔ نواب لغاری نے مکہ معظمہ میں مسکینوں، فقیروں اور غربا کو ہزاروں روپے بطور خیرات دیئے۔ لاتعداد اونٹ اور دُنبے خیرات کئے۔ بعد ازاں حاجیوں کے ہمراہ مدینہ منورہ پہنچے۔ دیار حبیب میں نواب صاحب نے دل کھول کر اپنی سخاوت کا ثبوت دیا۔ تمام فرائض ادا کرنے کے بعد بحری جہاز کے ذریعہ کراچی واپس پہنچے۔ لیکن نواب صاحب کو مست کی بد دعا کا ہر لمحہ خدشہ رہنے لگا تھا۔ اور وہ ہر وقت بجھے بجھے سے رہتے تھے۔ ایک خلش تھی جو بھلانے پر بھی نہ بھول سکے۔ کراچی پہنچنے پر وہ ریل کے ذریعہ سبی پہنچے۔ وہاں سے گھوڑوں پر مری علاقے سے ہوتے ہوئے کوہلو آئے۔ مست نے نواب صاحب سے رخصت چاہی۔ اور حج صغرا ادا کرنے کیلئے سمّو کے مقبرے پر جا پہنچے۔ نواب صاحب بارکھان کے راستے فورٹ منرو روانہ ہوئے۔ جب انکا قافلہ فورٹ منرو کے پہاڑ کے دامن میں پہنچا۔ تو نواب صاحب نے اپنا چہرہ رومال سے چھپالیا۔ مست کی بددعا ہر وقت ان کے سامنے رہتی تھی۔ چلتے چلتے ان کی سواری عین پہاڑ کے اوپر آپہنچی۔ یہاں سے چوٹی کے درخت صاف دکھائی دینے لگے ان کے ایک خادم نے خوشی سے غیر ارادی طور پر کہا۔ چوٹی کے درخت نظر آرہے ہیں۔ بے اختیارانہ نواب صاحب نے اپنے چہرے سے رومال ہٹایا۔ اور چوٹی کے درختوں پر نگاہ ڈالی۔ درختوں پر نظر پڑتے ہی نواب صاحب پر غشی طاری ہو گئی۔ خادم بے حد پریشان ہوئے گھوڑے سے خادموں نے نواب صاحب کو اتار کر ایک سایہ دار درخت کے نیچے لٹا یا۔ اور وہیں نواب صاحب جان بحق ہو گئے۔ فوراً ہی میت کو چوٹی لانے کا انتظام کیا گیا۔ ہزاروں کی تعداد میں

لوگ دور دور سے نواب صاحب کے استقبال اور ان کی آمد کی مبارکباد دینے کے لئے پہلے سے ہی چوٹی میں منتظر تھے۔ لاتعداد اونٹ بیل اور بھیڑیں خیرات کے لئے جمع کئے گئے۔ تحفے تحائف بھی سجے ہوئے تھے۔ بلوچی راگ گانے والے گویّوں کا انتظام کیا گیا۔ چوٹی کی ہر ایک چیز دلہن کی طرح آراستہ کی گئی۔ وہاں کا ذرہ ذرہ سخی اور بہادر نواب جمال خان لغاری کا بیتابی سے انتظار کر رہا تھا۔ بے شمار مسکین، غربا اور یتیم اپنی حسرتیں اور آرزوئیں لئے جمع تھے۔ انتظار تھا کب نواب صاحب تشریف لائیں۔ اور انہیں اپنی بے پناہ سخاوت سے نوازیں۔ ان کے نصیب کچھ نہ ہوا۔ نواب صاحب کی لاش اپنے گھر پہنچا دی گئی۔ چاروں طرف ایک کہرام مچ گیا۔ خوشی غم میں بدل گئی۔ غم و اندوہ کے سیلاب نے ڈیرہ جات کے علاقہ کو گھیر لیا۔ سب کی تمنائیں اور آرزوئیں خاک میں مل گئیں۔ چوٹی شہر جیل بسا۔ وہاں کا ذرہ ذرہ آنسو بہا رہا تھا۔ محلوں پر ویرانیوں اور اداسیوں نے اپنا بسیرا کر لیا۔ چاروں طرف سوگواریوں کے سیاہ بادل چھا گئے۔ تمام بلوچستان، آگرہ، دہلی، لاہور، اور لندن سے آپ کی تعزیت کے خطوط آئے۔ افغانستان کے بادشاہ نے بھی افسوس کا خط لکھا۔ نواب صاحب کو احترام سے دفن کر کے کچھ دنوں بعد ان کے لڑکے نوابزادہ محمد خان کو لغاری قوم کا تمندار بنایا گیا۔ مست کو سرداری کی شمولیت کا بلاوا دیا گیا۔ لیکن آپ نے شرکت نہیں کی۔ اب وہ چوٹی چوٹی نہیں رہی تھی۔ حضرت مست کو نواب صاحب کے انتقال کا بے حد رنج اور صدمہ پہنچا۔ حالانکہ وہ اس آنے والی آفت سے آگاہ تھے۔ مشیت ایزدی کے سامنے کسی کی کیا مجال۔ وہ نواب صاحب سے کوہلو میں آخری بار رخصت ہو کر چلے

تمام بلوچ تمنداروں میں سے مست کے زیادہ مراسم نواب
جمال خان لغاری سے تھے۔ سمو کا ساتھ پہلے ہی چھوٹ چکی تھی۔ حضرت
نے سفر کا دائرہ اب اور بھی تنگ ہوگیا۔ بقایا چودہ برس کی زندگی میں
مست تین مرتبہ ڈیرہ غازی خان کے پہاڑوں سے ہوتے ہوئے سخی
سرور کے دربار میں گئے۔ مگر ڈیرہ جات کے کسی تمندار کے پاس
تشریف نہیں لے گئے۔ حالانکہ تمام سردار آپ کے ملنے کے لئے
بیتاب تھے۔ آپ کی خدمت میں کئی بلاوے بھی سرداروں کے آئے۔
مگر آپ نے کسی کی دعوت قبول نہیں فرمائی۔ اکثر اوقات اپنے
علاقے کے پہاڑوں میں اور سمو کے مقبرے پر گزارتے۔ نواب
امام بخش مزاری سے اس طویل عرصے میں اُن کی بہت کم ملاقاتیں
ہوئیں۔ وہ بھی اُس وقت جب مست کا گزر شاذ و نادر ہی رجھان
کے قریبی علاقوں سے ہوتا۔ کچھ حالات زمانہ دگرگوں ہوگئے۔
مری کے علاقے میں انگریزوں کے دخل انداز ہونے سے قبائلی
حالات پر بھی اچھا اثر نہیں پڑا۔ چنانچہ قبائل کی کئی لڑائیاں انگریزوں
سے ہوئیں۔ اکثر آپ سکون و فکر کی حالت میں رہتے۔ محض ایک
ہی خیال آپ کے ہمیشہ دامن گیر رہتا۔ یعنی جمعہ کی رات آپ سمو
کی ملاقات کو ضرور جاتے ان ہی دنوں آپ ایک دفعہ سنہ ۱۸۹۰ء میں
سردیوں کے موسم میں سبی کو تشریف لے گئے۔ اس وقت سبی میں شاہی دربار منعقد ہونے کی تیاریاں کی جا رہی تھیں۔ شاہی
دربار کی بنیاد سنہ ۱۸۸۵ء میں انگریزوں نے ڈالی تھی۔ یہ میلہ اور دربار
ایک ہفتے تک جاری رہتا ہے۔ تمام بلوچستان کے معززین اور
سرداران قبائل یہاں جمع ہوتے ہیں۔ اور سبی بستی کی یہ معمولی
آبادی ایک شہر کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اور کئی دن تک گہما گہمی
رہتی ہے۔ حضرت مست انہی دنوں یہاں آنکلے۔ نواب امام بخش

مزاری بھی اپنے قبیلے کے معتبرین کے ساتھ آئے ہوئے تھے۔ حضرت مست سے یہاں اِن کی ملاقات ہوئی۔ مست کے ایک دیرینہ دوست صوفی شاعر میر محمد خان گشکوری کو بھی نواب صاحب نے اپنے ہاں مدعو کیا۔ ایک رات نواب صاحب نے قدیم بلوچی دور کی مجلس کا آغاز کیا۔ مست چند اشعار سنانے کے بعد فرمانے لگے "میں زیادہ نہیں سناؤں گا۔ کہیں یہ سمّو کی قبر میں بے چینی کا اسباب نہ بن جائیں۔" یہ کہہ کر آپ اسی وقت مجلس سے اٹھے۔ اور سبی کے جنگل کے رستے شہ کھٹے[1] کی قبر پر گئے۔ جو سبی کے شمال مغرب کی جانب ناڑی ندی کے کنارے پر واقع ہے۔ باقی رات کا حصہ وہاں گزارا۔ صبح کے وقت دوبارہ سبی تشریف لائے۔ جلال خان گشکوری کی روایت کے مطابق وہ اس دن بھی مست کی زیارت سے شرف یاب ہوئے۔ سبی کی چہل پہل اور رونق دیکھ کر حضرت بار بار امیر چاکر سردار اعظم بلوچ کے سنہری بلوچی دور کو یاد کرتے جاتے تھے۔ سبی کے قیام کے بعد آپ لہڑی تشریف لے گئے۔ وہاں سے اپنے ایک پرانے دوست جعفر خان رند سے ملنے کے لئے گندھ کوٹ پہنچے۔ کچھ دن ٹھہر کر سہوان شریف کا رخ کیا۔ کافی عرصہ سہوان شریف میں گزارا۔ اکثر آپ سہوان شریف کے مغربی جانب پہاڑوں میں جا نکلتے تھے اور پیہم کئی ہفتے یوں ہی گزر جاتے تھے۔ آخری دفعہ اپنے روحانی مرشد سے رخصت ہو کر شہداد کوٹ و قنبر کے راستے جیکب آباد تشریف لائے۔ یہاں سے جھل مگسی کا راستہ لیا۔ میر حسن خان کھیری

---

[1] شہ کھٹے درشیخ کھٹے، قبیلہ کھیری سے تعلق رکھتے تھے۔ بڑے صاحب حال ہستی تھے۔ امیر چاکر سردار اعظم رند بلوچ کے آپ مرشد تھے۔

مرحوم کے والد نے آپ کو اپنے گاؤں میں دعوت دی ۔ کچھ دن آپ نے قبیلہ کھیری کے درمیان گزارے ۔ آپکا ارادہ اپنے علاقے کی طرف واپس لوٹنے کا ہوا ۔ لہڑی سے ہوتے ہوئے آپ ندی لہڑی کے راستے مری علاقے میں داخل ہوئے ۔ اس سفر میں سوائے ڈُرخان براہمانی کے اور کوئی ساتھ نہ تھا ۔ اپنے علاقے میں داخل ہونے کے بعد آپ سیدھا مخماڑ پہنچے ۔ اور چار سال کا عرصہ اپنے علاقے میں گزارا ۔ ناگہان پھر نہ جانے کیا خیال آیا ۔ آپ پھر جاکر تھنک کے راستے سے سبی آئے ۔ اور یہاں سے ڈھاڈر تشریف لائے ۔ ڈھاڈر سے درہ بولان کی وادیوں سے ہوتے ہوئے کرتہ پہنچے ۔ پھر یہاں سے شمالی جانب کے پہاڑوں کے راستے سانگان سے بادرہ اور کوٹ منڈائی پہنچے ۔ مری علاقے کا یہ سب سے زیادہ آباد علاقہ ہے ۔ یہاں کچھ دن آپ نے سکون سے گزارے ۔

حضرت کا آخری سفر اور وصال

کوٹ منڈائی سے ماوند ہوتے ہوئے پھیرا ڈیوا خان کے ہاں پہنچے ۔ یوں معلوم ہوتا تھا ۔ کہ مست سبی سے لیکر بلوچستان کے گرد و نواح کے آباد و سرسبز و شاداب علاقوں کو الوداع کہنے آئے ہیں ۔ چنانچہ پھیرا پہنچتے ہی "سرمست بلوچستان" کی طبیعت خراب ہوگئی ۔ مرض دن بدن زور پکڑتا گیا ۔ آپ نے ڈیوا خان سے کہا ۔ کہ "وہ شیرانی قبیلے والوں کو اطلاع کردیں ۔ کہ انہیں یہاں سے اٹھا کر اپنے پاس لے جائیں" ڈیوا خان نے عرض کیا ۔ کہ وہ فوراً قاصد روانہ کرینگے ۔ ڈیوا خان سمجھ گیا کہ مست کی زندگی کے یہ آخری ایام ہیں ۔ اس کی یہ تمنا تھی ۔ کہ اس مبارک ہستی کا آخری مقام پھیرا میں ہو ۔ تاکہ تمام بلوچوں کی زیارتگاہ بنے ۔ اور اُسے یہ شرف حاصل ہو ۔ کہ مست انہی کے ہاں مدفون

Scanned with CamScanner

ہیں۔ اِس نظریے کے ماتحت اُس نے شیرانی مقدم یا معتبرین کی طرف
قاصد نہیں بھیجے۔ دوسرے دن حضرت نے پھر دریافت فرمایا۔
"کہ اِس نے اِن کے قبیلے کو اطلاع دینے کیلئے قاصد روانہ کیا ہے
یا نہیں"۔ جواباً عرض کیا گیا: "حضور سوار بھیج دیئے گئے ہیں"۔ بیماری
کے زمانہ میں حضرت نے نہ کچھ کھایا نہ پیا اور نہ دوا استعمال کی۔
جب بھی آپ سے کھانے کیلئے پوچھا جاتا تو آپ فرماتے: "جو میرے
مالک کی رضا ہے۔ میں اُسی میں راضی ہوں زمانے کی یہ مادی چیزیں
مجھے کیا بقا دے سکتی ہیں"۔ چنانچہ مست کے قبیلے والوں کو اطلاع
نہ ملی۔ مجبوراً چوتھے دن صبح کے وقت آپ نے ڈیوا خان کو حکم دیا "میرا
عصا لاؤ"۔ عصا حضرت کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ پوادھی مری آپ کی
تیمارداری کیلئے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے عصا دست
مبارک میں پکڑا۔ اور ارشاد فرمایا "اے عصا جا شیرانی قبیلے کے
مقدم کو میرا پیغام دے۔ کہ سمو بیلی بیمار ہے۔ اس کو یہاں سے اپنے پاس
لے جائیں"۔ اُس کے بعد عصا کو ہوا میں پھینک کر فرمایا "جاؤ"۔ حاضرین
کے دیکھتے ہی اچانک عصا فضا میں غائب ہو گیا۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ
اُس وقت شیرانی مقدم اپنے گھر کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ اُس نے دیکھا
ایک عصا اُس کے سامنے ہوا میں معلق ہے۔ اور زبان حال سے کہہ رہا
ہے: "میں مست کا قاصد ہوں اور پیغام لایا ہوں۔ کہ مست ڈیوا خان
کے ہاں پھیڑا کے مقام پر بیمار پڑے ہیں۔ انہوں نے حکم دیا ہے۔ کہ
شیرانی قبیلے والے آکر انہیں لے جائیں"۔ اتنا کہنے کے بعد وہ عصا
فضا میں غائب ہو گیا۔ شیرانی مقدم عالم حیرت میں اپنے گھر آیا اور گھر
والوں سے سارا ماجرا بیان کیا۔ آخر یہ طے پایا۔ کہ اپنے قبیلے والوں کو
یہ سارا قصہ سنایا جائے۔ چنانچہ فوراً ایسا ہی کیا گیا۔ شیرانی قبیلے کے

دوسو آدمی جمع کیے گئے۔ اور ان کے سامنے سارا ماجرا بیان کیا گیا۔ جب قبیلے والوں کو اس بات کا پتہ چلا، تو انہیں سخت غصہ آیا۔ اور قبیلے کے دو سو جوان ہتھیاروں سے لیس ہو کر اپنے گھوڑوں کو مہمیز لگاتے سرپٹ پھڑا کیلئے دوڑ پڑے علی الصبح یہ لوگ پھڑا پہنچ گئے۔ ڈیوا خان کو جب ان کی آمد کی اطلاع ملی، تو اُسے موقعہ کی نزاکت کا احساس ہوا۔ وہ نادم تھا کہ اس نے نخواہ مخواہ اپنی خوش عقیدگی کے باعث جنگ کی دعوت دی چنانچہ فوراً بہ نفس نفیس شیرانیوں کی آؤ بھگت کیلئے آگے بڑھا۔ اور انہیں بتایا کہ اس کا یہ ارادہ ہرگز نہ تھا۔ کہ حضرت مست کو فوت ہونے کے بعد پھڑا میں دفن کرے۔ بلکہ چونکہ حضرت کافی علیل اور کمزور تھے اسلئے اُس نے حضرت کی خدمت کیلئے صاحب موصوف کو اپنے ہاں روک لیا تھا۔ حضرت مست کو شیرانی قبیلے والوں نے چارپائی پر ڈال کر اپنے کندھوں پر اٹھایا۔ علاقہ پھڑا سے روانہ ہوئے۔ جب ہیجی ندی کے درمیان سے گذر رہے تھے۔ تو آپ نے فرمایا" ذرا رُک جاؤ"۔ حسب ارشاد سب ٹھہر گئے۔ آپ چارپائی سے بغیر کسی سہارے کے اترے اور ندی کے قریب آکر ٹھہر گئے۔ اور اپنے مبارک ہاتھوں سے پانی اٹھا کر اوپر آسمان کی طرف اُچھال اُچھال کر فرماتے جاتے تھے۔ کہ" ہیجی میں تیرے پانی سے آخری دفعہ رخصت ہو رہا ہوں"۔ تھوڑی دیر بعد پھر آپ چارپائی پر لیٹ گئے اور آپ کو اٹھا کر اپنے علاقے کی طرف روانہ ہوئے۔ (کوہلو سے ۱۴ میل مغرب کی جانب جب ایک ندی کی تہہ میں پہنچے۔ (جس کے قریب اب حضرت مست کا مزار مبارک واقع ہے)، تو آپ نے ارشاد فرمایا" یہاں ٹھہر جاؤ۔ اور مجھے زمین پر رکھ دو"۔ سارا لشکر ٹھہر گیا۔

Scanned with CamScanner

اور چارپائی سے آپ کو اتار کر وہاں لٹایا۔ آپ کے چاروں طرف شیرانی قبیلے کے شیدائیوں کا ہجوم تھا جو نہایت افسردہ اور پریشان تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا "میری وفات کے بعد مجھے تختِ ابہاڑ کے اوپر اس طرح دفن کرنا کہ میرا سر شیری کی طرف ہو۔ تاکہ بگٹیوں سے لڑائی کے وقت میں پیر شیری سے مقابلہ کر سکوں۔ اور تم تلوار کی لڑائی میں بگٹیوں سے ہمیشہ غالب رہو۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو قریب والے تکیل پہاڑ کی چوٹی پر میری قبر بنانا" اس کے بعد سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا "اب تم لوگ دور ہٹ جاؤ مجھ سے کوئی کلام نہ کرے۔ اور نہ میرے قریب آئے جب تک میں خود نہ بلاؤں" حضرت کے ارشاد کے مطابق سب نے آپکو

ہمارا تکیل پہاڑ سے آپ کو بے حد محبت تھی۔ اکثر اسکی چوٹی پر آپ آکے بیٹھا کر بیٹھا کرتے۔ اس پہاڑ کی جنوبی طرف مکھو کی زرخیز زمین واقع ہے پہاڑ پر پہاڑی دنبے کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ حضرت نے ایک دن ستر دیا میں آکر کہا "کہ یہ میرے دنبے ہیں کوئی شکاری ان کا شکار نہ کرے"۔ چنانچہ اس دن کے بعد مری قبائل اور دیگر لوگوں نے اس پہاڑ پر شکار کھیلنا بند کر دیا۔ آج تک تکیل پہاڑ پر پہاڑی ہرن دنبے ریوڑوں کی صورت میں پھرتے ہیں۔ کسی کی مجال نہیں کہ ان کو ہاتھ لگائے۔ یہ پہاڑی ہرن اکثر پہاڑ کی وادیوں سے نکل کر دس میل جنوب کی جانب حضرت کے مقبرے تک گھاس چرنے آتے ہیں۔ مگر کسی کی مجال نہیں کہ ان کو گولی کا نشانہ بنائے نقل کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے حضرت کی وفات کے بعد شکار کھیلنے کی غرض سے تکیل پہاڑ پر گئے۔ اور پہاڑی دنبوں پر گولی چلائی۔ چنانچہ وہ مرض اور مصائب میں مبتلا ہو گئے۔ مجبوراً حضرت کے دربار میں آکر معافی مانگنی پڑی۔

تنہا چھوڑ دیا۔ اور اپنا کھانا پکانے میں مصروف ہو گئے۔ یہ حضرت کا یوم آخر ین تھا۔ آپ بستر پر اس طرح لیٹے ہوئے تھے۔ کہ بائیاں پاؤں آپ نے دراز کیا ہوا تھا۔ اور دائیں پاؤں کو سمیٹ کر پاؤں کے تلوے کو زمین پر رکھ کر گھٹنے کو آہستگی سے جنبش دے رہے تھے۔ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی انسان آرام سے لیٹا ہوا گھٹنا ہلاتے ہوئے کچھ سوچ رہا ہو۔ اسی حالت میں آپ اسی وقت جاں بحق ہوئے اور روح مبارک اپنے محبوب حقیقی سے جا ملی۔ تین دن تین رات آپ اسی حالت میں رہے۔ آپ کا دائیاں پاؤں بدستور ہل رہا تھا۔ مگر حکم کے مطابق آپ کے قریب کوئی نہیں آیا۔ سب حکم کے انتظار میں تھے۔ کہ آپ فرمائیں۔ تب آپ کے قریب جائیں۔ بہت سے لوگوں کو یہ خیال گزرا۔ کہ حضرت بالکل تندرست ہو چکے ہیں۔ چند افراد نے اصرار کیا۔ کہ قریب جا کر دیکھنا چاہیئے۔ چنانچہ ایسا کیا گیا۔ جب قریب آئے تو دیکھا کہ آپ عالم بالا میں تشریف لے گئے ہیں۔ لیکن پائے مبارک بدستور ہل رہا تھا۔ چنانچہ اس پاؤں کو پکڑ کر سیدھا کرنا چاہا۔ اور وہ ایسی آسانی سے سیدھا ہو گیا۔ جیسے کسی زندہ انسان کا سارے مجمع پر غم اور اداسیاں چھا گئیں۔ شیرانی مقدم نے ایک گھوڑ سوار اپنے قبیلے کی طرف بھیجا۔ تاکہ سب کو اطلاع دی جائے۔ ایک اور گھوڑ سوار سردار صبر اللہ خان تمندار مری کے پاس کاہان روانہ کیا۔ اس کے بعد تجہیز و تکفین کی تیاریاں کی گئیں۔ اور جائے وفات سے کچھ دور آپ کی آرام گاہ میدان گری کی جگہ پر تیار کی گئی۔ مگر یہ جگہ حضرت کی وصیت کے خلاف تھی۔ بیش بہا ریشمی چادریں جو حضرت کو بلوچ نوابین نے بطور نذر کے پیش کی تھیں۔ تمام آپ پر ڈال دی گئیں آخر اس بے قرار روح کو قرار آگیا۔ یہ روح اب آزاد تھی۔ سمو او رست

کی روحیں دنیا کی پابندیوں سے آزاد ہو کر ایک ہو چکی تھیں، مست، نے اب اپنا اصلی مقام پا لیا۔ جب آپ پر لوگوں نے مٹی ڈالنی شروع کی۔ تو وہ یوں معلوم ہوتا تھا۔ جیسے مٹی پانی کے ساتھ بہہ کر کسی اور سمت جا رہی ہے۔ حاضرین نے بڑی کوشش کی لیکن مٹی سے حضرت کی لحد نہ چھپا سکے۔ مٹی نکالتے نکالتے آپ کی لحد کے قریب ایک تالاب جیسا گڑھا پڑ گیا۔ جو آج تک موجود ہے۔ لوگ تھک گئے اور حیران تھے کہ اب کیا کیا جائے۔ حضرت کو یہاں مدفون ہونا پسند نہ تھا۔ آخر صلاح مشورہ کے بعد طے پایا۔ کہ سردار مہر اللہ خان کو بلایا جائے کیونکہ اپنے سردار کیلئے بلوچ لوگ بالعموم اور مری بالخصوص ایک والہانہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ دوسرے دن صبح سردار مہر اللہ خان بہت سے سواروں کے ساتھ تیز رفتار آندھی کی طرح کاہان سے چل کر شام کو میدان گری پہنچے۔ سردار سے سارا ماجرا بیان کیا گیا۔ انہوں نے حکم دیا۔ کہ بہت سارے دنبے ذبح کر کے خیرات کئے جائیں چنانچہ ایسا کیا گیا۔ خود سردار صاحب ایک دن ایک رات بغیر کسی سے کلام کئے اپنے تمام جسم کو سفید چادر سے ڈھانکے ہوئے لحد میں مست کے قریب بیٹھے رہے۔ دوسرے دن لحد سے باہر نکلے اور کہنے لگے "میں نے حضرت مست کی بہت منت و سماجت کی۔ اور عرض کیا کہ اپنے غریب مریوں کو زیادہ نہ ستائیں۔ آخر حضرت نے میری لاج رکھ لی۔" سردار مری نے اپنی سفید چادر جو اوڑھے تھے وہ مست کی میت پر ڈال دی۔ اور حکم دیا۔ کہ مٹی لحد پر ڈالی جائے اس طرح اور مری قبائل نے اپنے محبوب پیر کو الوداع کیا۔ اس کے فوراً بعد سردار مہر اللہ خان نے ایک چاردیواری اور ایک کمرہ لحد پر تعمیر کرایا۔ اس کے قریب ہی ایک کچی مٹی کی مسجد بنوائی۔ کچھ دن یہاں

قیام کیا. اور بے شمار دُنبے ذبح کر کے خیرات کئے گئے. بعد ازاں یہ سارا لشکر اپنے محبوب دیوانے سے رخصت ہوا. بلوچ قوم کی محبوب ہستی اپنی محبوب قوم کو ۱۸۹۵ء میں دائمی مفارقت دے کر عالم بالا میں تشریف لے گئی. آپ کی عمر مبارک اُس وقت ۶۷ برس تھی. آج تک ہر سال حضرت مست کے مزار مبارک پر ہزاروں کی تعداد میں کوہستانی بلوچ زیارت کے لئے آتے ہیں بے شمار عقیدتمند اور حاجتمند بلوچستان اور ڈیرہ جات سے اپنی مرادیں پانے کے لئے حضرت مست کی زیارت کیلئے آتے ہیں. اور تمام سال آپ کا لنگر جاری رہتا ہے.

یہ کوئی مبالغہ نہ ہوگا. اگر کہا جائے کہ انیسویں صدی کی اس داستانِ عشق کے بعد تمام عالم کون و مکان میں عشق حقیقی کا آخری باب بلوچستان کی ان سنگلاخ وادیوں میں حضرت مست اور خاتون بلوچستان "سمّو" (سمیع) کی آہ و زاریوں و جگر سوزیوں میں سما کر ختم ہوتا ہے اور عشق اپنا الوداعی پیغام دے کر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے انسانی دلوں سے اپنا دامن چھڑا لیتا ہے.

باب سوئم

حضرت مست کی کرامات وشاعری

کرامات حضرت مست طوق علی ایک کامل ولی تھے۔ چونکہ آپ نے تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔ اسلئے آپ نے ملفوظات یا تحریر کے ذریعے اپنے سلسلے اور روحانی مدارج کا تذکرہ نہیں فرمایاہے اور نہ عام طور پر آپ نے اِن رموز کا کسی سے زبانی ذکر کیا ہے۔ لیکن جہاں تک پتہ چلا ہے۔ آپکا تعلق سلسلۂ قلندری سے تھا۔ جیسے پہلے بتایا گیا۔ آپ کے روحانی مرشد سرآمد مجاذیب زمانہ حضرت شیخ المشائخ شہباز قلندر محمد عثمان ملوندی رحمتہ اللہ علیہ سیہوان شریف والے تھے۔ عام روایت کے مطابق قلندر اپنے وقت کے آزاد اور مختار کل ہوتے ہیں۔ کسی خاص سلسلہ مثلاً قادری۔ نقشبندی۔ چشتی وسہروردی کے پابند نہیں ہوتے۔ بلکہ چاروں سلسلوں کی خلافت اِن سلسلوں کے بانیوں سے ان کو ملتی ہے۔ ویسے بھی قلندری طبقے کے بزرگان کی ابتدا اور انتہا عشق ہے۔ اپنے انتہائے اوج میں بھی سیمہ اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کے پردے میں رہنے سے عشق کی آگ میں جلنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ لہذا عشق میں ہر وقت کشتہ رہنا اس جگر سوز طبقے کا شیوہ ہے۔ عشق ہمیشہ آزاد ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اس طبقے کو دنیا سے کوئی سروکار نہیں۔ قدرت بھی اپنی رحمت سے اس طبقے کو دنیا کی پابندیوں سے آزاد رکھتی ہے۔ چنانچہ بچپن ہی میں سب عزیز واقربا چل بستے ہیں۔ قلندر شادی بھی نہیں کرتے اور نہ ہی کوئی ان کی اولاد ہوتی

ہے۔ بس اکیلے پروانے کی طرح عشق الٰہی میں جلتے رہتے ہیں۔ ان کی ہر ادا کرامات سے بے بہرہ نہیں۔ حضرت مست طوق علی کی کرامات بے شمار ہیں۔ اگر ان کو قلمبند کیا جائے تو وہ ایک کتابی صورت اختیار کر لینگی۔ کچھ ہم پہلے بتا چکے ہیں۔ چند کا ذکر ابھی کئے دیتے ہیں۔

حضرت مست کا ایک مشہور واقعہ ہے۔ کہ آپ ایک دفعہ

نمبر (۱) تمندار نواب سردار جمال خان لغاری کے ہاں چوٹی میں مہمان تھے۔ نواب موصوف نے اپنے نوکروں سے کہا کہ مست کا امتحان لینا ہے۔ کہ آیا وہ اپنی محبوبہ سمو کے عشق میں کامل ہیں یا نہیں چنانچہ نواب صاحب نے ڈیرہ غازیخان سے ایک خوبصورت طوائف منگوائی۔ رات کے وقت مست کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا کھانے سے فراغت پاتے ہی نواب صاحب نے مست کو اپنے کمرے میں مجلس کیلئے بلوایا۔ اس طوائف کو مست کیلئے خالی کمرے میں بٹھا دیا گیا طوائف بھی لگتا ہے کہ خوب بنی سنوری بیٹھی تھی۔ کافی رات گئے مست آرام کرنے کی غرض سے اپنے کمرے میں تشریف لائے۔ تو نوکروں نے کمرے کو باہر سے مقفل کر دیا طوائف نہایت نخرے سے اٹھلاتی ہوئی مست کے قریب آئی۔ اس نے طرح طرح سے حیلے کئے۔ لیکن سب بے سود۔ مست تو کسی اور کے امانت تھے۔ اُن کے دل میں صرف سمو کی جگہ تھی۔ جب طوائف ان کو زیادہ تنگ کرنے لگی۔ تو مست ایک دم ایک بدمست اونٹ بن گئے۔ اور طوائف کو کاٹنے کو دوڑے۔ خوف کے مارے طوائف نے شور مچانا شروع کر دیا۔ نواب صاحب اور نوکر پہلے ہی سے انتظار میں تھے۔ کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ شور و غل سنتے ہی نواب صاحب اور نوکروں نے دروازہ کھولا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ مست اونٹ بنے ہوئے ہیں۔ اور مستی کے عالم میں منہ سے

جھاگ نکل رہی ہے۔ اور طوائف مکرے کے فرش پر بے ہوش پڑی ہے۔ یہ دیکھ کر طوائف کو باہر نکالا گیا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد مست اپنی اصلی حالت میں آ گئے۔ لیکن غصہ اور جلال کی وجہ سے آپکی آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں۔ اس واقعہ کا ذکر حضرت نے اپنے شعروں میں بھی کیا ہے۔

پہ دیرہ ءِ گندغ عادتیں رناں
سمّل ءِ عہدان ءَ نہ پھور ریناں
سُومری چھار روشاں ناپائداراں
دوست ہما ئنتھ کہ جائدی دوست انتھ

ترجمہ:۔ ڈیرہ غازیخان کی بدچلن عورتوں کی خاطر
میں سمّو سے عہد وفا نہیں توڑ سکتا
دنیاوی شان و شوکت چار دن کے ہیں
دوست وہ ہیں۔ جو دائمی دوست ہیں۔

ایک دفعہ حضرت ست تیس چالیس مریدوں کے ہمراہ
تمنبُسر (۱) رستراني پہاڑ کی طرف روانہ ہوئے۔ ان میں سے ایک

---

(۱) ایران سے جب بلوچ مکران اور لسبیلا کے علاقے میں آئے۔ تو اس وقت نزدیک ترین متمدن علاقہ سندھ کا تھا۔ جہاں سومرہ خاندان کی حکومت بھی تھی اس خاندان نے کئی سو برس تک سندھ میں حکومت کی۔ مکران سے کئی بلوچ قبیلے سومرہ بادشاہوں کے عہد میں سندھ میں آکر آباد ہوئے۔ اور کئی بلوچ قبیلوں نے سومرہ حکمرانوں کے خلاف بغاوت بھی کی (تاریخ معصومی صفحہ۔ ۱۱) بلوچ چونکہ صحرا نشین تھے۔ یہ لوگ سومرہ بادشاہوں کی شان و شوکت جاہ و جلال دیکھ کر بے حد متاثر ہوئے۔ یہی وجہ تھی کہ قدیم بلوچ شاعری میں لفظ سومری یعنی دنیاوی جاہ و جلال و شوکت، عظمت مستعمل ہے۔

وزیر خان مقدم شیرانی (جو اس وقت زندہ ہیں) ... کے والد پہلوان بھی حضرت مست کے ساتھ تھے۔ انہی پہلوان کی روایت کے مطابق جب یہ لوگ رستزانی پہاڑ کے دامن پہنچے۔ تو صبح کا وقت تھا۔ حضرت نے فرمایا "آج یہاں پڑاؤ رہے گا" اس کے بعد حضرت نے کہا "یہاں زمین پر ایک پتھر کی مسجد بناؤ اور بہت بڑے وزنی پتھروں کی مسجد بناؤ" چنانچہ ان لوگوں نے پتھر جوڑنے شروع کئے۔ اور ظہر تک پتھر جمع کرتے رہے۔ حضرت ایک کونے میں بیٹھے رہے۔ پہلوان شیرانی کو شدت سے بھوک محسوس ہوئی۔ اور وہ نقاہت اور کمزوری کے باعث پتھر اٹھاتے ہوئے لڑکھڑا کے چلنے لگا۔ حضرت کی نگاہ اس پر پڑی اور فرمایا "ہاں پہلوان بھوکے ہو آؤ تمہیں روٹی دوں" پہلوان کا کہنا ہے۔ کہ وہ حضرت کے قریب گئے۔ تو وہاں کچھ نہ تھا۔ صرف حضرت کے سامنے ایک خالی چادر پڑی تھی۔ حضرت نے چادر پر ہاتھ مارا۔ اور ایک گرم روٹی اس کو دی۔ وہ روٹی اٹھا کے اپنے باقی ساتھیوں کے پاس گیا وہ لوگ بے تاب ہو رہے تھے۔ اتنے میں حضرت ان کے پاس آئے اور فرمایا "میں جانتا ہوں کہ تم سب کو بھوک لگی ہے" چنانچہ آپ نے ان تیس آدمیوں کو ایک لائن میں کھڑا کیا اور اپنی خالی چادر پر اپنا ہاتھ رکھا۔ اور ایک ایک گرم روٹی ہر ایک کی طرف پھینکتے گئے۔ اور فرمانے لگے "احتیاط سے پکڑو نیچے نہ گرنے پائیں۔"

نمبر (۳) آپ کے سکریٹری میر خان براہمانی بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دن وہ حضرت مست کے ساتھ لہڑی کے قریب کے پہاڑوں میں جا رہے تھے۔ انہوں نے مست سے کہا "حضرت میرے لئے بھی کوئی دعا کریں" حضرت نے فرمایا "اچھا تم یہیں رک جاؤ" چنانچہ وہ وہیں رک گیا۔ اور حضرت پہاڑی پر چڑھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد

دُرخان نے دیکھا۔ کہ اُس کے قریب گھاٹی سے ایک مہیب آواز آنی شروع ہو گئی۔ انہوں نے نگاہ دوڑائی تو ایک بہت بڑا اژدھا جس کی آنکھیں بجلی کی طرح چمک رہی تھیں۔ پہاڑی کے اوپر سے اسکی جانب بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ یوں معلوم ہو رہا تھا۔ کہ جیسے زلزلہ آ گیا ہو اور سارا پہاڑ ہل جائے۔ اور اس کے قریب آکر ٹھہر گیا۔ دُرخان ہیبت کے مارے بیہوش ہو گیا۔ جب ہوش میں آیا۔ تو اژدھا غائب تھا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت تشریف لائے۔ اور آن سے پوچھا۔ انہوں نے سارا ماجرا سنایا۔ اور کہا لینا گیا تھا جان بچ گئی۔ حضرت مسکرائے اور فرمانے لگے "میں کیا کروں تم اس انداز سے آئی تھی"۔

نمبر ۴: ایک مرتبہ حضرت مست نواب جمال خان لغاری کے ہاں تشریف لائے۔ انہی دنوں نواب صاحب کے مرشد جو سادات خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ بھی وہاں مقیم تھے۔ نواب صاحب اپنے مہمان خانے میں تشریف فرما تھے۔ قبائلی لوگوں کا ارد گرد ہجوم تھا۔ جو داد و فریاد کے لئے آئے ہوئے تھے۔ آپ کے دائیں بائیں مست طوق علی اور آپ کے مرشد بیٹھے تھے۔ نواب صاحب کو بیٹھے بیٹھائے ایک عجیب خیال آیا۔ اپنے مرشد کی طرف مخاطب ہو کر مست کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے "قبلہ شاہ صاحب یہ ہمارے طوطی بزرگ ہیں۔ آج آپ دونوں کا مقابلہ ہوگا"۔ حضرت شاہ صاحب خاموش رہے۔ نواب صاحب نے اپنے خادموں کے ذریعہ ایک لوہے کا وزنی ٹکڑا جو لمبائی میں ۳ فٹ اور موٹائی میں ۸ انچ تھا۔ منگایا۔ اور اپنے سامنے رکھوا کر کہنے لگے "آپ دونوں حضرات اپنے عصا سے اس لوہے میں آر پار سوراخ کریں"۔ قبلہ شاہ صاحب کے پاس اپنا عصا موجود تھا۔ جس کے نیچے تیز لوہا لگا تھا۔

مست کے پاس صرف ایک معمولی سی چھڑی تھی۔ نواب صاحب نے پہلے مست سے کہا۔ کہ وہ آگے بڑھیں مگر انہوں نے کہا: "پہلے شاہ صاحب اپنا وار کریں مجھ میں کچھ نہیں ہے۔ میں سمّو کو عرض کروں گا۔" آخر شاہ صاحب آگے بڑھے۔ اور زور سے عصا لوہے پر مارا۔ عصا کی نوک ٹیڑھی ہو گئی۔ اب سمّو کے بیلی (مست) کی باری آئی۔ انہوں نے اپنی چھڑی اٹھائی۔ اور چھڑی کی طرف دیکھ کر کہنے لگے "سمّو تو نے شاہ صاحب کا عصا ٹیڑھا کر دیا۔ اب میری لاج رکھنا۔" یوں کہتے ہی مست نے چھڑی لوہے پر دے ماری وہ چھڑی آٹھ انچ کے لوہے کی تہہ کو پار کر کے زمین میں جا گھسی۔ ایک ہنگامہ مچ گیا۔ جو لوگ وہاں موجود تھے آ کر مست کے ہاتھ پاؤں چومنے لگے۔ اور مست بار بار فرماتے "سمّو کی مرضی یہی تھی"

نمبر (۵) ایک معتبر لانگھانی مری روایت کرتے ہیں۔ کہ مست کے ساتھ ببرکچھ[۱] سے بستی ہوتے ہوئے جیکب آباد کے راستے سکھر پہنچے۔ سکھر اور روہڑی شریف کے درمیان جو ریل کا پُل ہے۔ اس کے نیچے دونوں بیٹھ گئے۔ مست نے اُس مری سے کہا "میرے سر کے بال مونڈ دو" مری نے اپنے تھیلے سے اُسترا نکالا اور مست کے بال اتار لئے۔ اُس کے بعد مست نے ایک صاف کپڑا طلب کیا۔ اتارے ہوئے بال آپ نے اُس کپڑے میں پوٹلی کی شکل میں باندھ دیئے۔ اور اُس مری کو ساتھ لئے ہوئے پُل کے درمیان آ کر رک گئے۔ بالوں کی پوٹلی آپ نے دریا میں پھینک دی۔ اور کہنے لگے "میرا اسلام سمّو کو پہنچا دینا" چنانچہ اُس مری کی روایت کے مطابق یہ بال دریا کے بہاؤ کے ساتھ بہنے کی بجائے مخالف سمت دریا کے اوپر جانے لگے۔

۱۔ سبی اور ہرنائی کے درمیان ایک سٹیشن کا نام ہے۔

آپ ٹھہرے رہے. آپکا ساتھی تا حد نظر یہ منظر دیکھتا رہا.

نمبر (۶) ایک مرتبہ آپ شہداد کوٹ اور قمبر کے راستے ریل کی پٹڑی کے ساتھ ساتھ دُرخان براہمانی کے ہمراہ پیدل سہوان شریف تشریف لے جا رہے تھے. راستے میں سہوان شریف سے دو اسٹیشن پہلے آپ تھک کر ریل گاڑی کی پٹڑی کے درمیان بیٹھ گئے. آپ نے دُرخان براہمانی سے ارشاد کیا کہ وہ ان کے لئے مٹی کا پائپ بنائے. فوراً دُرخان نے مٹی بھگو کر ایک چھوٹا سا پائپ بنایا. اور اسمیں تمباکو بھر دیا. آپ پائپ کے کش لگا رہے تھے. شہداد کوٹ کی طرف سے مسافر گاڑی آگئی. گاڑی جب نزدیک آگئی. تو انجن ڈرائیور نے سیٹی دی. آپکا ساتھی دُرخان تو پٹڑی سے دور بھاگ گیا. لیکن مست گاڑی کی طرف نظریں جمائے اپنی دھن میں مگن ہو کر پائپ پیتے رہے. اب گاڑی کا اور مست کا فاصلہ چند گز رہ گیا تھا. آپ کے ساتھی نے آپکو آواز دی. مگر آپ نے ایک نہ سُنی. اتنے میں انجن بالکل آپ کے سر مبارک پر آگیا. ڈرائیور نے گاڑی کو روکنے کی کافی کوشش کی لیکن گاڑی نہ رک سکی. آپ نے ہاتھ بڑھا کر انجن کے سامنے رکھ کر کہا "ٹھہر جا. ادمتو کے گدھے" گاڑی ایک انچ بھی آگے نہ بڑھی اور وہیں جم کر رہ گئی. انجن ڈرائیور نے کوشش کی. لیکن سب بے کار گاڑی اپنی جگہ سے نہ ہلی. آخر گارڈ اور تمام عملے والے گھبرا کر نیچے اتر آئے. اور دیکھا کہ ایک درویش انجن کے سامنے کھڑا ہے. سب آپ کے پاؤں آگر گر پڑے اور اپنی ٹوپیاں آپ کے قدم مبارک میں رکھ دیں. اور پوچھنے لگے. کہ حضرت آپ کیا چاہتے ہیں. آپ نے فرمایا مجھے اور میرے ساتھی کو سہوان شریف پہنچا دو. اور آئندہ بھی

قلندر شہباز کے ملنگوں کو کوئی ایذا نہ پہنچانا" آپ کو اپنے خادم کے ساتھ بڑی عزت و احترام سے گاڑی پر بٹھا دیا گیا۔ آپ نے گاڑی کو روانگی کا حکم دیا۔ گاڑی چل پڑی۔ کافی مدت تک سہوان شریف جانے والے بلا ٹکٹ سفر کیا کرتے تھے۔ اس واقعے کا چرچا سارے لاڑکانہ ضلع میں ہو گیا۔ اور سہوان شریف میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ حضرت مست کی زیارت کیلئے آئے۔

نمبر (۷) ایک دفعہ پھڑا کے مقام پر لوادھی قبیلے کے مری لوگ جمع ہوئے۔ اور حضرت مست سے عرض کیا۔ کہ قریب کے پہاڑ میں ایک بہت بڑا اژدھا ہے۔ جو ہمارے قریبی گاؤں میں آکر کافی جانی اور مالی نقصان پہنچاتا ہے۔ تمام لوگ اس بلا سے تنگ آچکے تھے۔ حضرت اُن کے ساتھ چل دیئے۔ اور فرمایا "مجھے وہ جگہ دکھاؤ" چنانچہ آپ کو اُس قریبی پہاڑ کی وادی میں وہ جگہ دکھائی گئی۔ آپ نے زور سے آواز دی "اے سمو کی بکری باہر نکل آ" وہ اژدھا باہر نکل آیا۔ اور آپ کے قریب آیا۔ آپ نے اُس کی پیٹھ پر سوار ہو کر حکم دیا۔ کہ "ٹکیل پہاڑی کی جانب چلو" چنانچہ اژدھا روانہ ہوا۔ تمام لوگ آپ کے پیچھے ہو لئے۔ ٹکیل پہاڑی کے ایک بڑے غار کے قریب پہنچ کر آپ اژدھے کی پیٹھ سے اتر آئے۔ اور اُسے حکم دیا "جاؤ تمہارا ٹھکانا اب یہ غار ہے۔ آئندہ کسی کو نقصان نہ پہنچانا" چنانچہ آج تک وہ اژدھا اُس غار میں موجود ہے۔ اور غار کے اندر سے اُس کی زہریلی اور خوفناک پھنکاروں کی آواز سنائی دیتی ہے۔

نمبر (۸) دُرخان بڑہمانی (ڈڈبیکی) مست کے سیکریٹری تھے۔ حضرت کو آپ سے بیحد اُنس اور لگاؤ تھا۔ اور ہر وقت اُن کو اپنے ساتھ ڈیرہ جات اور بیرونی سندھ میں شریک سفر رکھتے تھے۔ دُرخان کے بیان کے مطابق جب کبھی وہ حضرت کے ساتھ پیدل سفر کو نکلتے۔ تو اگر کوئی بادل کا ٹکڑا آسمان پہ دکھائی دیتا۔ تو حضرت فرماتے "ٹھہرو ستو کا سلام میری طرف آرہا ہے" چنانچہ آپ رُک جاتے۔ تھوڑی دیر میں وہ بادل کا ٹکڑا حضرت کے سر مبارک پر آکر کچھ بوندا باندی کرکے اپنی راہ لیتا۔ حضرت کا ہمیشہ یہی معمول رہا۔

نمبر (۹) میدان گرڑی میں جہاں آپکا مزار مبارک ہے۔ اس کے قریب ہی ایک ندی ہے۔ جہاں وفات سے پہلے آپ کو بیماری کی حالت میں رکھا گیا تھا۔ آپ نے دوران علالت میں پانی مانگا۔ چونکہ قریب پانی نہ تھا۔ اور ندی کا پانی کھارا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا "یہاں قریب پانی نہیں ہے" آپ شدت مرض میں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور عصا مبارک ندی کے کنارے ایک ٹیلے پر مارا۔ اور وہاں سے میٹھا اور شفاف چھوٹا چشمہ رواں ہوگیا۔ جو آج تک جاری ہے۔

نمبر (۱۰) ایک دفعہ حضرت مست توکلی قصبہ مل میں میر محمد خان گشکوری کے مہمان تھے۔ قریب کے قصبہ گورگیج میں مینگل نامی گورگیج بہت ہی افلاس کی حالت میں رہتا تھا۔ وہ اور اس کی بیوی اکثر فاقہ کرتے تھے بشاذونادر ہی اُن کو ایک وقت کی روٹی نصیب ہوتی۔ اس علاقے میں بارش ہی آب پاشی کا ذریعہ تھی۔ اکثر یہاں بارشیں کم ہوتی ہیں۔ برسوں سے یہاں بالکل

بارش نہیں ہوئی۔ زمین پانی کے ایک ایک قطرے کو ترس رہی تھی لوگ قحط سالی کا شکار ہوتے رہے۔ اور برسوں سے مینگل گورگیج کی زمینیں غیر آباد پڑی تھیں۔ اس شخص کے پاس سوائے ایک بیل کے کچھ نہ تھا۔ مست کی آمد کا اسے پتہ چلا۔ کہ آپ قریبی قصبہ تلی میں تشریف فرما ہیں۔ تو وہ مست کے پاس آیا۔ اور عرض کیا "حضور مجھ غریب کی دعوت آپ قبول فرمائیں"۔ مست اُس کے ساتھ ہو لئے۔ اور اُس کے گھر پر تشریف لائے۔ مینگل کے گھر اُس وقت کھانے کو کچھ نہ تھا۔ قرض مانگ کر اُس نے کھانے کا انتظام کیا۔ خاوند اور بیوی نے مل کر عرض کیا۔ کہ حضرت رزق کی فراوانی کیلئے دعا فرمائیں۔ آپ نے سر مبارک ہلا کر کہا "دیکھو کیا ہوتا ہے"۔ مست وہاں سے رخصت ہو کر تلی آئے۔ کچھ دن بعد سخت بارش ہوئی اور تلی ندی میں سیلاب آیا۔ جس سے اِن کے علاقے کی زمینیں سیراب ہوتی تھیں۔ مگر سوائے مینگل گورگیج کے تمام گورگیج قبیلے کے بند سیراب ہوئے۔ اس کے بند کو پانی توڑ کر دوسری اراضیات میں چلا گیا۔ مینگل اور اُس کی بیوی حیرت سے یہ تماشا دیکھتے رہ گئے۔ دوسرے دن اچانک اُن کا وہ بیل بھی مر گیا۔ میاں بیوی آپس میں یہ کہنے لگے۔ کہ اچھی مست سے دعا کروائی۔ غرض پریشانی کی حالت میں مینگل حضرت کا پیچھا کرتا ہوا تلی آیا۔ وہاں سے اسے معلوم ہوا۔ کہ آپ تلی تشریف لے گئے ہیں۔ تلی روانہ ہوا۔ اور مست کو جا پایا۔ اس نے حضرت سے عرض کیا کہ قبیلے کی زمینیں اور بند آباد ہو گئے ہیں۔ صرف اُسی کے غیر آباد رہ گئے ایک بیل تھا، وہ بھی مر گیا۔ مست فرمانے لگے: "نہ بیل خریدنے کی ضرورت ہے۔ اور نہ ہل چلانے کی ضرورت ہے۔ بیج ہاتھوں سے زمین پر پھینکتے جاؤ"۔ مینگل مست سے رخصت ہو کر گھر آیا۔ اور

Scanned with CamScanner

اُس نے اپنے قریبی رشتہ دار سے ایک بوری جوار کی بطور قرض لی. وہ بوری اٹھا کر اپنی بیوی کے ساتھ اپنے بند پر آیا. اور میاں بیوی دونوں مٹھیاں بھر بھر کر زمین پر ڈالتے رہے
....
......................گرد و نواح کے زمیندار جو اپنے بند میں ہل چلا کر تخم ریزی کر رہے تھے. انہوں نے ان دونوں کی خوب ہنسی اڑائی. اور آپس میں کہنے لگے" دیکھیں گے یہ کیسی فصل اٹھائیں گے." کچھ دنوں بعد ان کی بوئی ہوئی جوار اُگ آئی. تین ماہ بعد کیا دیکھتے ہیں. کہ اوروں کی فصلیں سوکھتی جا رہی ہیں. اور مینگل کی فصل سب سے اچھی ہے. فصل پکنے کے وقت مینگل کی فصل اس اندازے سے ہوئی. کہ اُس کے قبیلے والے عش عش کر اٹھے. فصل کٹائی گئی. تو مینگل کی جوار کئی ہزار روپیہ کی ہوئی. میاں بیوی نے خوب جی بھر کر خیرات کی. اور آج تک ان کا گھر تمام گوریج قبیلے میں مالدار اور دولت مند ہے. اُس وقت سے لیکر اب تک ۹۰ سال کا عرصہ گزرا. اس گھرانے کے لوگ حضرت مست کیلئے سالانہ ایک بیل خیرات کرتے ہیں.

نمبر (۱۱) ایک مرتبہ پھر دوبارہ پہاڑوں کے درمیان دوران سفر دُرخان براہمانی نے اصرار کیا. کہ حضرت میرے لئے دعا کریں. حضرت دور پہاڑی پر چڑھ گئے. اور دُرخان کو علیحدہ بٹھا دیا. اس نے دیکھا پری جیسی حسین عورت بلندیوں سے اڑتی ہوئی اسکے سامنے آکر کھڑی ہو گئی. دُرخان کی زبان بند ہو کر رہ گئی. اور ایک لفظ اس کے منہ سے نہیں نکلا. اس کے بعد وہ پری پھر دوبارہ ہوا میں اڑ کر غائب ہو گئی. اس کے بعد حضرت مست تشریف لائے. اور فرمانے لگے" کیا دیکھا" دُرخان نے سارا ماجرا بیان کیا حضرت

نے پھر وہ الفاظ دُہرائے "سموجانے اور سمو کے کام۔ اِن دونوں واقعات کے بعد دُرّخان نے حضرت سے دوبارہ دعا کے لئے نہیں کہا۔

نمبر (۱۲) ہیرجان زنگوانی بگٹی ولد سیف اللہ خان بگٹی حضرت مست کا دوست تھا۔ ایک دفعہ ڈیرہ بگٹی میں ایک خوشی کے موقع پر پکا ہوا گوشت تقسیم ہو رہا تھا۔ حضرت مست اور ہیرجان بھی اِس موقع پر موجود تھے۔ حضرت نے اصرار کیا۔ کہ سمو کا حصّہ بھی نکالو۔ ہیرجان نے مسکرا کر کہا۔ کہ حضور آپ سمو کو ناحق بدنام کر رہے ہیں۔ وہ تو یہاں نہیں ہے۔ یہاں سے بہت دُور ہے۔ ہر جگہ جہاں آپ جاتے ہیں، سمو کا حصّہ طلب کرتے ہیں چنانچہ ان کو ایک گوشت کا ٹکڑا دیا گیا۔ آپ نے وہ گوشت لے کر چادر کے نیچے قریب ایک جگہ پر رکھ دیا۔ اور حضرت مست فرمانے لگے "ہیرجان جاؤ جا کر دیکھ لو" ہیرجان نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ کہ واقعی ایک اِنسان اپنا منہ ڈھانکے ایک طرف کئے ہوئے گوشت کھا رہا تھا۔ ہیرجان یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گیا۔

نمبر (۱۳) ہیرجان نے یہ جگر فگار خبر سُنی، کہ حضرت مست طوق علی وصال فرما گئے ہیں، تو رنج و صدمے کی وجہ سے ہیرجان نے ایک دن اور ایک رات نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ باقی زنگوانی بگٹیوں نے کافی منت کی۔ کہ کھانا کھالو۔ لیکن ہیرجان بھوکا سو رہا۔ دوسری رات بھی اُس نے کھانا نہیں کھایا۔ آدھی رات کے وقت جب وہ سو رہا تھا۔ تو اُسے ایک آواز آئی "ہیرجان ہیرجان اُٹھو" جب یہ نیند سے بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ مست سامنے کھڑے ہوئے ہیں۔ اور ارشاد فرما رہے ہیں "کہ تم کھانا کیوں نہیں کھاتے۔"

اِس کے بعد حضرت مست غائب ہو گئے۔ باوجود اِس کے ہیرجان پھر سو رہا۔ اور تھوڑی دیر بعد اُسے پھر وہی آواز آئی۔ کہ تم کھانا کیوں نہیں کھاتے؟" وہ چونک اُٹھا۔ کیا دیکھتا ہے۔ کہ حضرت مست سامنے کھڑے ہیں۔ اور وہی الفاظ دُہرا رہے ہیں۔ چنانچہ جواباً ہیرجان نے کہا۔ سائیں میں کھانا کھاؤں گا۔ حضرت پھر غائب ہو گئے۔ ہیرجان نے گھر سے کھانا منگوا کر تھوڑا سا کھایا۔ صبح ہوئی ہیرجان سردار شہباز خان بگٹی کے مہمان خانے میں گیا۔ وہاں سردار بگٹی بمعہ دیگر بگٹیوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں پہنچے۔ اور انہوں نے رات کے واقعے کا تذکرہ سب کے سامنے بیان کیا۔ اور سب بگٹیوں نے بمعہ سردار بگٹی کے اِس کا تمسخر اُڑایا۔ اور سب کہنے لگے۔ کہ یہ ناممکن ہے۔ یہ کہنے کی دیر تھی۔ کہ یک لخت حضرت مست قریب ہی سے نمودار ہوئے۔ اور زور سے آواز دی۔
"ہیرجان میں اسلئے آیا ہوں۔ کہ تمہارے رات کے واقعے کو سچا ثابت کر دکھاؤں۔ لو اب میں واپس جارہا ہوں۔" یہ دیکھ کر اور سُنکر سارا مجمع متحیر اور پشیمان ہوا۔

بلوچی رومان و شاعری

کتب ادبیہ میں شاعری کی تعریف یہ ہے "کہ کلام موزون ہو اور متکلم نے بہ ارادہ موزون کیا ہو۔" لیکن اب یہ تعریف عامیانہ تعریف خیال کی جاتی ہے شعر ایک قسم کی مصوّری یا نقالی ہے۔ مصوّر صرف مادی اشیاء کی تصویر کھینچ سکتا ہے۔ بخلاف اِس کے شاعر ہر قسم کے خیالات جذبات اور احساسات کی تصویر کھینچ سکتا ہے۔ ایک شعر کی تعریف اِس وقت صادق آئے گی جب کہ شعر میں کسی چیز کا اس طرح بیان کیا گیا کہ اُس شے کی اصلی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جائے۔ مثلاً نیچ عالم

وغیظ وغضب وجوش ومحبت وافسوس وحسرت وخوشی وامید یا جنگل کا سناٹا۔ دریا کی روانی۔ باغ کی شادابی نسیم کے جھونکے شام وصبح کی دلاویزی وغیرہ اس طرح شعر میں بیان کرنا کہ انکی صورت آنکھوں کے سامنے آ جائے۔ اسی کو شاعری کہتے ہیں۔ ہر ایک شاعر فطرتاً نہایت نازک۔ لطیف اور سریع الاشتعال ہوتا ہے۔ لہذا ہر کیفیت پر اتنا بے تاب ہوتا ہے۔ کہ اور لوگ نہیں ہوتے۔ حاصل یہ کہ جو شخص واقعات اور مظاہر فطرت و قدرت سے اور لوگوں کی بہ نسبت زیادہ متاثر ہو۔ اور اس اثر یا کیفیت کو الفاظ کے ذریعہ مکمل طور پر ظاہر کر سکتا ہو وہی شاعر ہے۔

بلوچوں کا عشق وشاعری ایک جداگانہ حیثیت رکھتی ہے بلوچ بالعموم وفادار۔ غیور اور غیرت کا ایک مجسمہ ہوتا ہے۔ ایک بلوچ کے عاشقانہ جذبات نہایت پرجوش اور سچے ہوتے ہیں۔ محبوب کی شان اور عفت عشق کو مشتعل کرتی ہے۔ لیکن ابتذال نہیں آنے پاتا یہی حقیقت عربوں میں بھی موجود ہے بلوچ عاشق جیسا خود غیور ہے۔ اسی طرح اس کی محبوبہ بھی اس صفت سے خالی نہیں۔ بلوچ عاشق اپنی محبوبہ کے وقار کو اپنا وقار سمجھتا ہے۔ بعض زبانوں کے ادب میں عاشق اپنے آپ کو نہایت ذلیل قرار دیتا ہے۔ اپنے آپ کو معشوق کی گلی کا کتا کہنا فخر سمجھتا ہے۔ بخلاف اس کے بلوچ عاشق ایک عربی عاشق کی مانند اپنی خودداری اور عزت نفس کے جذبات ہر حالت میں قائم رکھتا ہے۔ بلوچ عاشق جانباز ہے۔ چور نہیں حاکم ہے۔ غلام نہیں بلوچ معشوق عفت وعصمت وعزت کا پیکر ہے۔ وہاں تک ——

رسائی مشکل ہے. کوئی اُدھر کا رُخ کرے. تو پہلے تلواروں کا سامنا ہوگا. بخلاف اِس کے ایران کا محبوب اکثر شاہد بازاری اور مبتذل ہوتا ہے. وہ ہر کسی کا ہے. مگر اِس کا کوئی نہیں. وہ ہر ایک کے ہاتھ آسکتا ہے. وہ ایک بازار میں ایک عام متاع ہے جس کو ہر شخص خرید سکتا ہے. اور سینکڑوں اُس سے تعلق رکھتے ہیں. بعین ہی یہی چیز بلوچ شاعری میں ہے. بلوچ شاعری کا دوسرا نام حقیقت پسندی ہے. ایک بلوچ شاعر جو کہتا ہے. اس حد تک کہتا ہے. جس قدر اصلی حقیقت اور واقعیت ہے. اِسی لئے اسمیں جوش واثر ہوتا ہے. بعض زبانوں کی شاعری میں تصنع اور مبالغہ اتنا ہوتا ہے. کہ انسان اِن کو پڑھ کر حقیقت سے دور جا نکلتا ہے چونکہ ان میں واقعیت کم ہوتی ہے. اس لئے الفاظ اور طرزِ ادا میں حقیقی جوش نہیں ہوتا. اور عشقیہ اشعار پڑھ کر دل پر کبھی اثر نہیں ہوتا. بلوچی شاعری سمجھنے کیلئے بلوچی خلوص، بلوچی دل اور بلوچی ماحول کی ضرورت ہے. بلوچی زبان کے اشعار پڑھ کر ہر ایک یہ محسوس کرتا ہے. کہ یہ واقعہ اس پر گزرا ہے.

مست بحیثیت ایک شاعر

عرب کے مشہور شاعر زہیر بن ابی سلمیٰ بہترین شعر کی تعریف یوں کرتے ہیں

"جو شعر تم نے مدح میں کہے ہیں. ان میں بہترین وہ ہیں. جنہیں سُن کر لوگ پکار اٹھیں. ہاں یہ ایک حقیقت ہے" بعینہٖ یہی کیفیت حضرت مست کے شعروں میں ہے. کہیں بھی مبالغے کا نام تک نہیں پایا جاتا. حضرت پر جو واردات گزریں. اور جو کیفیت سامنے آئی اُسی کا نقشہ کھینچ دیتے. حقیقت پسندی. سادگی. واقعہ نگاری. اُلفت ومحبت کے جذبے کو بے اختیاری کے ساتھ نہایت سوز وگداز

یں لپیٹ کر اشعار میں بیان کرنا آپکا طرۂ امتیاز ہے۔
شیرینی اور کشش میں آپکا جواب نہیں۔ اگر امیر خسرو طوطیٔ ہند ہیں اور حافظ شیراز بلبل ایران ہیں۔ تو حضرت مست طوق علی عندلیب بلوچستان ہیں۔ وہ فطرتاً شاعر تھے۔ زبان خداداد تھی۔ ان سب پر عشق نے اپنا رنگ چڑھایا۔ ان تمام باتوں نے مل کر اُن کے اشعار میں وہ جذبہ و اثر پیدا کیا۔ کہ تمام بلوچی کوہستان میں آگ لگ گئی۔ سب سے بڑی چیز جو مست کے کلام میں ہے۔ حُسن بیان، طرز ادا کی خوبی، تڑپ، شستگی اور لطافت ہے۔ انہوں نے اپنے شعروں اور غزلوں سے سندھ۔ پنجاب اور ڈیرہ جات کے علاقوں اور پہاڑوں میں ایک تہلکہ مچا دیا۔ اور اِن کی آواز زمین سے آسمان تک گونج اٹھی۔ کوئی بلوچ شاعر عشقیہ شاعری میں ان سے قبل یا اُن کے بعد اُن کے ہم پلہ ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ یہ سعادت آپ کے نصیب میں تھی۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اِسی خصوصیت کی وجہ سے مست قدیم بلوچ شعراء میں صرف بیر بیورغ رند اور جام دُرک ڈومبکی کے کلام کو پسند فرماتے ہیں۔ جام دُرک کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ ایک جگہ مست فرماتے ہیں۔

شعر ہما ہاں کہ ننگریں بیورغ ءَ جتاں
قول ہما ہاں کہ عُمرءَ جام گشتغ
داد ہما ہاں کہ زر زوال ءَ داتگاں
عشق ہما ہاں کہ لیلی مجنون ءَ کُشتاں
گوں منی گفتاراں حدیثاں گوں دیاں

ترجمہ:۔ شعر وہ ہیں جو حمی یوسغ نے کہے ہیں۔
قول وہ ہیں جو جام عمر نے کہے ہیں
سخاوت وہ ہے جو زر زوال (نوز بندغ) نے کی ہے۔
عشق وہ ہے۔ جو لیلیٰ مجنون نے کیا ہے۔
میرے شعر حقیقت اور صداقت پر مبنی ہیں

حضرت طوق علی مست دراصل عاشق حقیقی تھے۔ ستمو سے ان کا عشق تو محض ایک زینہ تھا۔ جس نے حسن کامل یعنی شاہد حقیقی کی طرف آپ کو متوجہ کیا۔ اس لئے آپکا عشق بھی کامل ہے۔ اور ہوا و ہوس سے پاک، نہایت قوی اور مشتعل تھا۔ اس لئے آپ کے کلام میں شیفتگی وفا شعاری، جان نثاری وجانبازی، واقعیت، اصلیت اور جوش و اثر کوٹ کوٹ کے بھرا ہے۔ آپ کو اپنی قوم و وطن و سر زمین سے بھی والہانہ محبت تھی۔ آپ اپنے سنگلاخ پہاڑوں سے اتنی ہی محبت کرتے تھے۔ جتنی سعدی اور حافظ نے شیراز اور ایران کے سبزہ زاروں سے کی ہے۔ آپ نے اپنے ماحول سے پورا فائدہ اٹھایا ہے۔ اپنے شعروں میں عندلیب گل و لالہ، نرگس وغیرہ کو اپنی بے آب و گیاہ وادیوں پر ہرگز ترجیح نہیں دی۔ جب بھی اپنی محبوبہ کی تعریف کی ہے اپنے ماحول کو ہر وقت سامنے رکھا ہے۔ اپنی محبوبہ ستمو کی زلفوں کی تعریف میں آپ نے یہ کبھی نہیں کہا۔ کہ وہ زلفِ چلیپا ہیں۔ یا کاکل شبگیر یا مشک عنبرین وغیرہ ہیں۔ بلکہ سادہ الفاظ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:۔

زُل کھن سیاہ ماران لُھڑ وخیناں
تیز چھو گُنڈھی آں بھو خیناں

ترجمہ:۔ میری محبوب اپنی زلفیں لہراتے ہوئے کالے

——— ناگ کی طرح بھیرتی ہے۔

ان زلفوں کی نوکیں آرے کی طرح تیز ہیں۔ جو دل کے پار ہو جاتی ہیں۔

ایک اور جگہ زلفوں کی تعریف یوں فرماتے ہیں۔

ژمنب ژلنتھی زامڑی چھیڑاں

ترجمہ:۔ اُس کی گندھی ہوئی چوٹیاں زامڑ^1^ کی طرح لٹک رہی ہیں۔

معشوق کی رفتار چال اور شوخی کی بابت دیگر اقوام کے شعرا نے قسم قسم کے استعارات و تشبیہات استعمال کی ہیں۔ مگر حضرت مست کا انداز ہی اور ہے۔ کسی شاعر کے کلام میں وہ چیز نہیں ملتی۔ جو حضرت مست کے کلام میں پنہان ہے۔ مثلاً اپنے معشوق کی رفتار و گفتار کی بابت آپ فرماتے ہیں:۔

دزوشی بھوسر گواتاں سمینخاں

ترند بھوآمن واتغیں تھیغاں

ترجمہ:۔ بادِ صبا کے لطیف جھونکوں کی طرح جھومتی ہے

اور جوہر دار تلوار کی طرح شوخ ہے

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

ستموءِ لوڈگو نیغں گون کپنی وکونتراں

ترجمہ:۔ کبوتروں نے ستمو کی چال اپنائی ہے۔

انتہائے شوق میں حضرت مست حسرت سے اپنی محبوبہ کی

---

[1] زامر ایک جنگلی پودا ہے۔ جو پہاڑوں کی ڈھلوان میں اُگتا ہے۔ اُس کی نرم و نازک شاخیں گھوڑے کی دُم کی طرح نیچے لٹکتی رہتی ہیں۔ اسی لئے زلفوں کو زامڑ سے تشبیہ دی ہے۔

رفتار کو دیکھ کر فرماتے ہیں۔

سمّو تھئی لوڈانی بلہ زیڑا ں

ترجمہ:۔ سمّو میں تیری اس متوالی چال کے قربان جاؤں، اور تیری بلائیں لے لوں۔

عجم کی شاعری باوجود متعدد اوصاف کے جوش بیان سے بے بہرہ ہے۔ بعض مواقع پر جوش بیان کا مظاہرہ پوری طرح سے کیا جاتا ہے۔ لیکن شاعر کے حالات و واردات نہیں ہوتے بخلاف اس کے حضرت مست کے کلام میں جو جذبات ہیں، وہ خود اُن کی واردات ہیں، اور آپ نے صرف ان حالات ہی کو اپنے کلام میں ادا کیا ہے۔ جن سے آپ دوچار ہوئے۔ اسی باعث آپکا سارا کلام سحر سامری سے کم نہیں۔ معشوق کی تعریف تو ہر ایک شاعر نے کی ہے۔ کسی نے معشوق کے رخ زیبا کو سراہا۔ کسی نے ناک اور غزالی آنکھوں کی تعریف کی۔ کسی نے سرو قدی اور سبک رفتاری وغیرہ کا ذکر کیا۔ مگر حضرت مست نے یہ امتیاز نہیں کیا۔ وہ معشوق کو سر تا پا حسن کا ایک پیکر خیال کرتے ہیں، جیسا نظیری نے ایک جگہ کہا ہے:۔

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

حضرت اس سے بھی ایک قدم اور آگے بڑھ گئے۔ سمّو کو بے عیب کہہ کر اس کے والدین تک آپ نے مرہون منت بنا لیا

سمّو تھئی زمیں جُزء و ہنیں کھندغاں
حُبث تھئی ماتءُ لھٹا پنتھی خشیءِ دلا
ہردو ازہیں بندان عیبونیں انگواہاں

چھوٹ گوں نقشاں کھشتیں دل گوں گماں

ترجمہ:۔ سمو تیری سُبک رفتاری اور شیریں سخنی کے کیا کہنے
تیرے اعضا کی آراستگی میں تیری والدہ نے کمال کیا ہے
جسم کے تمام اعضا و نقوش بے عیب ہیں۔
مانگ نکالنے والی چاندی کی سلائی نے بَل کھاتی زلفوں کو
سیدھا کیا۔
ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

اے پری ءِ آختہ اژ عرشا
با ور بیارے روح کنتہ ترسا

ترجمہ:۔ یہ ایک پری ہے۔ جو عرش سے آئی ہے۔
یقین کرو۔ کہ روح اُس کے دیدار کیلئے ہر وقت ترستی ہے۔
حضرت کے تمام غزلیات کا محور سمو ہے۔ وہ غزل غزل نہیں

ع۱ بلوچ مائیں بچے کی پیدائش کے بعد چالیس روز تک صبح و شام آٹا ملتی ہیں آٹے میں نمک ملایا جاتا ہے۔ اور ایک پیالی میں سرسوں کا خالص تیل رکھا جاتا ہے پھر آٹے کے مرکب کو ڈبو ڈبو کر بچے کے سارے بدن پر آہستگی سے ملا جاتا ہے۔ بچے کی ناک کو پکڑ کر آہستہ سے مالش کرتے ہیں اور کھینچتے ہیں، تاکہ بچے کی ناک خوبصورت اور ستواں ہو۔ اس طرح پیشانی، ہاتھ اور پاؤں کی بھی مالش کرتی ہیں۔ بچے کی آنکھوں کیلئے سُرمہ تیار کیا جاتا ہے۔ سُرمے کی سلائی کافی موٹی ہوتی ہے۔ موٹی سلائی کے استعمال سے بلوچ ماؤں کی روایت کے مطابق آنکھیں بڑی اور خوبصورت ہوتی ہیں۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو اس کے سر کی شکل بیضوی ہوتی ہے۔ پھر بلوچ مائیں اسے گول اور خوبصورت بنانے کی خاطر بچے کے سر کے نیچے چالیس روز تک تکیہ نہیں رکھتیں۔ صرف ایک چھوٹا تکیہ گردن کے نیچے رکھا جاتا ہے۔

جس میں ستمو کی تعریف نہ کی گئی ہو۔ ستمو کی ہر ادا گفتار، جسم، زیورات اور ملبوسات کا ذکر بھی آپ نے بارہا اپنی غزلوں میں کیا ہے۔

ہر دوئیں دست ءَ منگلی آسیغان بلاں
سینغ ءَ تعویذ شف گر دنجی تاڑی آں جناں
دل ولیں چیڑاں بول فی کھندوخیں دفا

ترجمہ دونوں ہاتھوں کی کنگن آگ کی طرح روشن ہیں۔
گردن کے چاندی کے تعویذ بدلی والی رات کی بجلیوں کی طرح تالیاں بجاتے ہیں
گھونگر یالی زلفیں اور ننھی ہنسی مکھ منہ پر زیبا ہیں۔

دار خماراں ءَ بار غیں سر بیاں
پن شر ننھی ٹھنگو یں دیم ءَ

ترجمہ:۔ اس کی پسلیاں اس انداز سے مزین ہیں۔ جیسے کسی بڑھئی نے تراش کر رکھ دی ہیں۔
تیرے سنہری مکھڑے پر کانوں کے جھمکے بہت بھلے معلوم ہوتے ہیں۔
ستمو تک اپنے سلام پہنچانے کے لئے مست باد نسیم کے جھونکوں کو پیغام دیتے ہیں۔ کبھی دریا کی لہروں سے مخاطب ہوتے ہیں۔ گاہے پرندوں اور بادلوں کو حکم دیتے ہیں۔ اور ساتھ ہی اپنی محبوبہ کے نقش ونگار اور اس کی پہچان قاصد کے سامنے بیان فرماتے ہیں:

مُرگڑ دسوزین بل ز ہیرانی زاد ہاں
ایر کھابیاد ر بگابیا بھرا ابالو کھناں
زیرءِ سلاماں شَل پر سینا رین پٹھاں
پار گل ءِ ایشان شہر مہتی چھپانی لوار

شیغنیں بھونز جاڑی ٹیں بُروانان اوّار
سہ بھلیں تعویذ زنگیں منی دوست ءِ سینغاں
کھنگیں طوخ ءِ مانیں منی دوست کو ٹنجیں گرڑ دِنا

ترجمہ:۔ سبز پرندے جدائی کے رنگوں بھول جا
نیچے اتر آکھائی سے تاکہ تجھے بحثیت قاصد پیغام دوں
میرے سلام لے جا۔ اور ہوا میں تیرتا ہوا اُڑے کر وسیع میدانوں کو
میرے پھول (محبوب) کی نشانی سُرخ ڈورے والی آنکھیں ہیں
سُرمے کی سلائی جیسی ستواں ناک۔ دو کمان۔ ابرو ساتھ جڑے
ہوئے تین لڑوں کے چاندی کے تعویذ آراستگی سے میرے
دوست کے سینے پر آویزاں ہیں۔
اور دودھ جیسی سفید حسی میرے دوست کی کونج جیسی گردن
میں زیبا ہے۔
اسی طرح آپ اپنا پیغام بادلوں کو دیتے ہیں۔ کہ اُن کے دوست
کو سلام پہنچائیں:۔

مے جوادھر بنتھا دمش بوئیں حلّاں
نیں نہ سنبھالی کھٹیتش اتڑ دیہہ آکباں
ماں شت بھوزاں بو بھواداتی پگھراں
دست بستو داشتنتھی ہنبوئیں سلام

ترجمہ:۔ ہمیں خوشبودار بادلوں نے جواب دیا۔
وہ نکل گیا دور علاقوں میں اب مست کو کیا یاد کرتی ہو
وہ پوادھ پہاڑ کی بلندیوں کی طرف سیر کرتا ہوا گیا
ہاتھ جوڑ کر ہمیں خوشبو والے سلام دیئے ہیں۔
اپنی محبت کا اظہار مست عجیب عجیب طریقے سے کرتے ہیں

صداقت و سادگی کو ہر شعر میں ایک عجیب نوعیت سے پیش کرتے ہیں۔ ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔

(۱) دوست لونگ ٹاری بو رستہ ماں ارغونی گراں
لیڑوے باں ستو تھتی سہ جیزاں پھراں

ترجمہ:- دوست میرا لونگ کی ٹہنی ہے۔ سرد و بلند سایہ دار چناروں کے سائے میں پرورش پائی ہے۔

کاش میں اونٹ ہوتا۔ اور ستو کی دور دراز کی قیام گاہوں اور چراگاہوں میں گھومتا پھرتا

(۲) مہر اتڑ دیدہ وخاں مترو اتاں
آں دلی بنداں مسندِ اتاں

ترجمہ:- آنکھوں سے محبت دور نہ ہو
مبادا دل کے تار ٹوٹ جائیں

ستو کے رُخِ زیبا کی تعریف یوں فرماتے ہیں:-

گپتھغاں کیفاں شر خماریناں
ستو تھتی سجی آں دو دِسیمیناں
وھشتاں پھولیموآں بہشتیغاں

ترجمہ:- حسین اور مست کیفوں نے مجھے گھیر لیا
ستو تیرے کباب کی مانند زرد رخساروں نے
جو کہ جنت کے لیموں کی طرح شیریں ہیں

آنکھوں کی تعریف یوں کی ہے:-

تڑ زکھنے چھماں دیر بنتو سالانی زہیر
زرد ءُ دیر گیرتے دیدغانی مہرءُ مزیر

ترجمہ:- آنکھوں کی چلمن کو جب جنبش دیتی ہو تو برسوں کی اُداسیاں

دور ہو جاتی ہیں۔
دل کو دور رکھتی ہو۔ مگر آنکھوں سے تو محبت دور نہ کرو۔
اسیطرح اور جگہ فرماتے ہیں۔

لائٹ کنتھ نھنیاں پرخماریناں
عاشقاں جاگینی قراریناں

ترجمہ:۔ جب تم اپنی خمار آلود آنکھوں سے عاشق کی طرف دیکھتی ہو
تو دل کی بے قراری اور بے تابی زیادہ بڑھ جاتی ہے۔
ایک اور جگہ بادلوں کو ارشاد ہوتا ہے۔ جاؤ ستمو کی جائے رہائش پر برسو اور اس کے ہاتھوں کا بوسہ لو۔

زیارت کھنتھی لیلویں دستاں
پیالہ نوش کنتھ کاغذیں رکھاں

ترجمہ:۔ اُس کے لیلی جیسے ہاتھوں کی زیارت کروں
(تاکہ) کاغذی ہونٹوں سے پانی نوش کرے۔
ایک جگہ اپنی بیتابی کا اظہار یوں فرماتے ہیں:۔

ستمو تھئی ٹھونک جھو ستار دجی باگھاں
کھپتہ منی گوشاں مٹھو نک تھئی کھندو خیں دف رء
دء آزدھیں بنداں نیندرغ آرام نئیں۔

ترجمہ:۔ ستمو، تیری آواز جو صبح کے ستار کی طرح سُریلی اور خوش آئند ہے
جب میرے کانوں تک پہونچی ہے۔
تو میں بے تاب ہو جاتا ہوں، میرا انگ انگ تڑپنے لگتا
ہے۔ اور مجھ پر آرام حرام ہو جاتا ہے۔
جیسے کہ پہلے بیان کیا گیا ہے۔ کہ حضرت پر اپنی رسم و روایات اور
ماحول کا بڑا اثر تھا چنانچہ آپ نے بجیب و غریب [illegible]

Scanned with CamScanner

کی ہیں۔ جو کسی اور شاعر کے دیوان میں نہیں پائی جاتیں۔ ستو کی نازک اندامی سے متاثر ہو کر فرماتے ہیں :۔

دوست منی کھیں خذ متاں لوڑھی
جیٹھ لوڑھی چھون ہنگھی ئیں چھکاں
سانبھ لوڑھی چھون گُھرغیں بہاناں

ترجمہ :- میرا دوست حد درجہ خدمت چاہتا ہے
اس کو ایسی پرورش کی ضرورت ہے جیسے نوزائیدہ بچے کو چاہیئے۔
وہ ایسی پرداخت چاہتا ہے۔ جیسے کہ گھوڑے[1] کے بچے کو ضرورت ہوتی ہے۔

اسی طرح ایک جگہ ستو کی تعریف میں ارشاد فرماتے ہیں،

ع[1] بلوچی گھوڑوں کے بہت شوقین ہیں۔ اور نہایت کوشش سے انہیں پالتے ہیں۔ جب گھوڑے کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو اس کی پرورش میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے۔ اس کے بچے سے بہت پیار کرتے ہیں۔ نرم گھاس اور مکھن میں شہد ملا کر اسے کھلاتے ہیں۔ اس کے پاؤں کے نیچے ریت بچھاتے ہیں۔ تاکہ اس کے نازک سُم زخمی نہ ہوں۔ اور اُسے تکلیف نہ ہو۔ اسلیئے حضرت مست نے گھوڑے کے بچے جیسی پرورش کی تشبیہ دی ہے۔

دوست منی وَٹی شہد شیرانی
دوست منی روشنائی تہارانی

ترجمہ:- دوست میرا دودھ اور شہد کا پیالہ ہے.
دوست میرا اندھیروں کیلئے اُجالا ہے.

باب چہارم

مجموعۂ کلام حضرت مست

بلوچی

دورت منی جاندران لیموآن یکھے
رُستاماں ازغونی گری سایان
دروشماں داچھوتھانہی نوزان
دَروشی چھوسرگواتاں ستمینغاں
زمب زِلفتھی زامُری چھیڑہاں
پن شرنتھی تھنگویں دمیا
دارحمارنتھی بارغیں سرینا
تُرندچھوں آمنڑداٹغیں تھیغاں
واژہ پھ توفیقاں دلازیرنتھ
پھ یزیدانی جنگ سانمانا
آں پھنڑیانی داغ ماں دستا

Scanned with CamScanner

ترجمہ)

دوست میرا جاندران پہاڑ کا ایک لیموں ہے

اس نے مہیب اور بلند چٹانوں کے سائے میں پرورش پائی

اُس کے انداز لطیف بادلوں کی طرح ہیں۔

بادِ صبا کے لطیف جھونکوں کی طرح جھومتی ہے

اُس کی گندھی ہوئی چوٹیاں زنار کی طرح لٹک رہی ہیں۔

اس کے سنہری مکھڑے پر کانوں کے جھمکے زیب دیتے ہیں

اس کی ہنسلیاں اس انداز سے مزین ہیں جیسے کسی بڑھئی نے تراش کر رکھدی ہیں

اور جوہر دار تلوار کی طرح شوخ ہے

کوئی معشوق والا غیر ممکن ہے۔ کہ کوئی دامن دل اُس سے چھڑا سکے

یزید نما دشمنوں کے خلاف تیاری کے لئے

اُن بوندوں کی باگ ہاتھ میں ہے۔

بلوچی

بوژیل واغاں دریائیغاں
واغاناں بوژی آں دریابیاں
کھے ترانان چھو ساونڑی سیران
میسکائیل نوزانی سروغانیں
اے پھنڑی آنی واغ ماں دستیں
سوزیں چھو طوطی یاں لکائیاں
ٹلی ماں پھلاں بادشاہی آں
مہرباں بی داں پتنڑا بیاری
آں دے سوالیانی مرادپچاں
دوست منی نوخیں نوخ سرانوخیں
ویدناں مستیغاں بھتلو بھتوخیں
بھتوخیں ماشاہے چادرے نیاما
دوست منی ہلو ویدناں سہی ئیں
مست مروشی ماں یانچھیں سندھیں

ترجمہ
باگیں دریا کی کھول دو

دریاؤں کی باگیں کھولی گئیں

ساون کے مہینے کی پر جوش منجدھاری لہروں کی طرح تیرتی ہوئی آتی ہیں۔

میکائیل فرشتہ بادلوں کا سردار ہے۔
بارش کی بوندوں کی باگ ڈور اُس کے ہاتھ میں ہے۔

غیب کے طوطی کی طرح اُس کا رنگ سبز ہے
شاندار پھولوں کے تختوں پر ٹہلتا ہے

وہ مہربان ہوا در وقت قریب آجائے
تاکہ حاجت مندوں کی مرادیں پوری ہوں

دوست میرا ہر وقت تازہ بتازہ ہے
اور وہ مست کے اسرار و رموز میں پنہاں ہے
وہ اللہ تعالیٰ کے غیب کی چادر میں لپٹی ہوئی ہے
میرا دوست میری خوشی کے اسرار سے بخوبی واقف ہے
مست آج شاداب سندھ میں قیام پذیر ہے

قادر دِ سلطانے نحرے جبندیں
گور اِمام بخش پُھٹرے رِندیں
مہترِاں دور مانڑِیں مزاریغا
دُرست چھو تعظیماں بلوچیاں
ماں بلوڈاں آں بِشا ہے غاں
قِصّہاں دیر پاندیں دریامیغاں
تھُڑسوں اژ زور کارین قہاریاں
چھٹے تھئی مہرانی ازل داران
چھٹے تھئی قہرانی فضل گیران
چھٹے تھئی مجنوئی دلیل داران
چلّئی چہار پاساں توائفِ دار
شرّبتاں پاکیغا ماں بلُوٹھاں
ہر دور نگفتھی شیشا ئے لعلین
نوشیتا شا ہے جُختغیں بجّھتاں
نُور اژ چشمانی درّے گو آری

اور ہمیشہ اس شہنشاہ قادرِ مطلق کے قرب میں رہتا ہے
میر امام بخش خان خالص رند ہیں
دوسرے سرداروں کے مقابلے میں میر امام بخش آسودہ حال سردار ہے
بلوچی روایات سے خوب واقف اور انکا پابند ہے
میں ہمیشہ اللہ ذات پاک کے الطاف کے جھولے میں جھولتا ہوں
دور دراز دریا کے قصبے ہیں
زور آور ظالموں سے ڈر لگتا ہے۔
کچھ رحمتیں اللہ ذات پاک کی ازل سے میرے نصیب میں ہیں
اور کچھ قہروں کے مقابلے میں فضل کا طلبگار رہوں
کچھ ذات پاک کے عشق کا امیدوار ہوں
سردیوں کی لمبی راتوں میں اسی فکر و ذکر میں رہتا ہوں
پاک جام شہادت کا طلبگار رہوں
دونوں شربتوں کے رنگ (یعنی خون شہادت و جام بہشت) سُرخ ہیں
حضرت علیؓ کے دونوں صاحبزادوں نے نوش فرمایا
اور ان کی چشم مبارک سے برستا ہے۔

قنبر میں شاہدانی حوالدارین
دوست پڑداسے فنکردارین
آوزکھ تھئی درّانی نشانی یاں
روضغہ لعلیغا سلامی یاں
منہا وستیغا گمانی یاں
مست شِی دامناں بیائیے
شُو سے مُراد پھّبا اں

اور اپنے سچے قولوں کے پابند ہیں

دوست عزت و آبرو کی فکر میں پڑے ہوئے ہیں

یہ آپ کے دُر دانے انسانوں کی نشانی ہے

میں قلندر شہباز کے روضہ مبارک کو سلامی دیتا ہوں

میں اپنے دوست کے گنبد کے دیدار کا مشتاق ہوں

مست کہتے ہیں. کہ میرے پاس حاضری دو

تاکہ تمہاری مرادیں پوری ہوں

نمبر ۳۰

بلوچی

جی کریمیں کارسازو مالکیں ستار
آڑوتی ڈاتانی درنهر بیار
کوڑو اسراریں ہے ساہداد
نیستنی بُت کھے پہ اظہار
پاک سنتھ ربے سچیں دوستدار
مالکیں تجبان سوریں سوارکار
نشتہ سبزیں کانہلو گنجین
گنگلو غوغائیں لوائی آں
دَوربار ری اُمراہی آں
گوتروئی میراں سیرطعانیناں
تھپر کھاماوندہ دیشیں
تھدڑی سیر گنجیں سوادھانی
منجبراسرسی باں موادھانی
گواڑ کھغاں نوزاں کوہ دھرّبانی

ترجمہ

اُس کریم و کارساز مالک و ستار کو یاد کرتا ہوں
اپنی بخششوں کی رحمت نازل فرما
انسان دُنیا کا بڑا راز ہے
اس کی جسمانی حقیقت کچھ نہیں ہے. مگر اظہار کیلئے بھیجا گیا
رب العالمین کے سچے دوست پاک ہیں
اللہ ذات پاک کے عاشق بہت دلیر شہسوار ہوتے ہیں
سرسبز و شاداب کاہلو[1] میں بیٹھے تھے
ہر طرف مجلس و شور و غل برپا تھا
امیروں کے دَور کے دربار کی ہلچل تھی
میں بھی اپنے خوشحال بستی والے معتبروں کے ساتھ زندگی کے لمحے گزار رہا تھا
اسی سیر و سفر میں میں نے ماوند[2] کا علاقہ دیکھا
اور ساتھ ہی شاداب ٹھنڈڑی[3] اپنے دلکش مناظر کے ساتھ
روز بروز سنجھر[4] بڑھتا ہی رہے
کوہ ڈھڑبی[5] پہ بادلوں نے بارش برسائی

---

۱ کاہلو کاہان کا نام ہے
۲ ماوند کوہلو کے مغرب کی جانب ہے، ایک جگہ کا نام ہے. اور کاہان سے ۲۰ میل دور ہے
۳ علاقہ مری میں ایک پہاڑ کا نام ہے. اور علاقہ ماوند کے قریب ہے
۴ ایک ندی کا نام ہے، جو کہ علاقہ ماوند کے قریب ہے
۵ ماوند کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے

بی ثعناں رب ءِ کار سبّبانی
زُڑتھ گرنداں نوز ڑلیپانان

مادے پھُر اُولوآں نہ چھپاناں
بو لکءِ سہرابی مہماں باتا

برہموزا کہ ہیمغاں ہیدری
ہتھیار ہوندی بہ سلح میری

کھوکھراں گاج گھُمبراں سیری
واچھُڑاں کھل ءِ بانزری سِستہ

ذی نہ بھیری گوّاث گراں بستہ
شار برڑتھ گوّاث تھرمباں شلوخیناں

دیث منی دیر گنداں کھُلوخیناں
ورجتاں ہیم گیتھہ رلوخیناں

روخیں چھوں لال ٹمیناں بلوخیناں
بڑیں چھو آہو آں ترہ سوخیناں

زلفتھی سیاہ ماراں لھڑدوخیناں

قدرت نے یہ اسباب بنائے

بادلوں نے گرجنا شروع کیا۔ اور موسلا دھار برسنے لگے

ہم بھی نہیں چھپے۔ بارش میں چلتے گئے

کسی قبیلے والے کا گھر اُس بیابان میں نظر آئے

اُدھر چلیں جہاں ہماری موتی جیسی محبوبہ کا خیمہ ہے

میں بھی اپنے شاہی ہتھیاروں سے مسلح تھا

سفید بادل گرجے۔ اور رقص شروع کیا۔ جیسے شادی بیاہ میں ہوتا ہے

بارش کے تیز چھینٹوں نے دستو کے، خیمے کی طنابیں اُدھیڑ دیں

کل نہ پرسوں طنابیں کس دی گئیں تھیں

تیز بارش نے ہوا کے ساتھ مل کر اُسکا دوپٹہ سر سے اتار لیا

میری دوربین متحیر نگاہوں نے دیکھا

میرے تمام جسم کے اعضا نے میری آنکھوں کی تائید کی اور ساتھ دیا

اُس کی دو آنکھیں لالٹین کی طرح روشن ہیں

چونکنے والے ہرن کی طرح وحشی ہیں

زلفیں بل کھا کے کالے ناگ کی طرح شانوں پر پڑی ہیں

گیتھغاں گواٹ چھنڈاں گنوخیغاں
چھلمو وشاہی آبں جنو خیناں
لانٹ کنتھ چپاں پرخمار ریناں
عاشقاں جاگینی قرار ریناں
دل منی مجنناں بی ہمار وشی
بڑ و بیزار باں مست و مدہوشی
چلو وشغ پھنندِ غناں آزار
گوں حیالاں روش کھناں یکّا
یاعلیؑ گوں بی تغاں دوستدار
میہڑ ور نگوئی رواں داتیں
کھاڑچھ پہ حیراتاں نہ ہوشینتھا
درستے ماں درگاہ قبول باتاں
مارچھوں دیمی منزلاں پُجاں
گوستغاں کھڑدے روش اگر مہلاں
دست گراں جان زیور و ٹہلاں

مجھے دیوانگی کی لہروں نے گھیرے میں لے لیا
مجھے نشانے پر بیٹھنے والی بندوق کی گولی نے مار ڈالا
جب برکیف آنکھوں کو جگمگاتی ہے
تو عاشقوں کی بے قراری کو جگا دیتی ہے
اُسی وقت میرا دل مجنوں کی طرح دیوانہ اور
مدہوش، بیزار، مست، شوخ ہوا
سردیوں کی لمبی راتیں بڑی مصیبت میں گزریں
اور تمام دن خیالات میں گزرتا تھا
حضرت علیؓ کے ساتھ ربط ہو گیا
اور سستے داموں ریوڑ سے میں نے ہاتھ دھوئے
میں نے اپنے چھُرے کو خیرات کے لہو سے سوکھنے نہیں دیا
خدا اُن کو اپنی درگاہ میں قبول فرمائے
ہمیں اگلی منزلوں (آخرت) میں کام آئیں
کئی دن اسی حالت میں گزرے
میں اپنے ہتھیاروں کو اٹھا کر ٹہلتا ہوں

ٹنگاں گوں سرلباں کھلیریغاں
گوں کہیرانی سوزتریں سولاں
سستو تھئی لوغانی گروگیغاں
دژمناں دیر دوری دراستاں
دوست گوں تھئی ئیں دلاں داراں
جوانیں کہ شاہ قادرے کاراں
سنگھ پاک ءَ ہرچپیا دیاراں
آختنھغو کوہ ننگر دیثیں
ننگرے قربانی سلام بی ئیں
نشتغاں سالے گوں مرتضے خاں ءَ
ذات زرکھاں تھنگویں جاناں
سرمشاتے عاقلیں داناں
مارمنا ختہ اڑوتی جاناں
اوزا اڑا حکام ءَ حکامیغا
جہرے داں کا چھو ءَ گیا فیغا

اور ان کو گرہینہ (درخت) کی شاخوں پر لٹکاتا ہوں
اور کنڈی کی سبز نرم کونپلوں پر
جو ستو کے گھر کے قرب و جوار میں ہیں
دشمنوں کو میں اپنے پاس پھٹکنے نہیں دیتا
دوست پیاسے دل سے مجھے قریب رکھتے ہیں
اللہ ذات پاک کے اچھے کام ہیں
پاک نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چار اصحاب ہیں
میں پہاڑ کے سخی (پیر شہری) کے پاس پہنچا
مخلصانہ آداب پیر شہری کے میں بجا لایا
ایک برس مکمل میں نے مرتضےٰ خان (سردار بگٹی) کے
پاس قیام کیا
جو تمام زرکھان (بگٹی) کے سونے جیسا خان ہے
میں نے کہا، اے عاقل دانا سردار تیری عقل کو کیا ہوا[۱]
میں اپنے ہاتھوں گھائل ہوا
اس حاکم الحاکمین کے حکم سے
ہم آباد پھی کی طرف لوٹے

---

[۱] سردار بگٹی غلام مرتضےٰ خان کو گمان ہے بگاہے جنوں کے دورے پڑتے تھے۔ آخری عمر میں یہ دیوانگی کا اثر بہت بڑھ گیا۔ اسلئے حضرت مست اُن کو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔ کہ تو عقلمند تھا۔ تجھے کیا ہوا۔ آخر انہوں نے سنہ ۱۸۸۷ء میں سرداری اپنے لڑکے شہباز خان کو دے دی جو سنہ ۱۸۹۰ء میں نوابی کا خطاب ملا۔ اور سنہ ۱۹۰۱ء میں کے۔ سی۔ آئی کا خطاب دیا گیا۔
سردار غلام مرتضےٰ خان بگٹی کا انتقال سنہ ۱۹۰ء میں ہوا

شہ کہیری ءُ باپُھنیں کھوراں
گوجیو د بازاری ءِ ذی ہداں

رِندی دور مانتریں بو لکے ڈیہیں
آف داں سالے ءُ شریک بی ثماں

ہر دو کھورانی حسار آوار بی ثما
مار اتڑ شالا آف رواں کھشتہ

چند اتہ عیوان بے میار بی ثما
کپ ذماں پوڑی آں اڑائیتھا

دست ماں خوبی تھنگویں گوآں
گوڑ ہماں ضامن ءُ سہی ٹیناں

بیار ہماں چیزاں کس نہ دیثیغاں
شہر چھوں زیتونیں بُرِ ولعلاں

اتڑ بہشتانی رچنتغیں محلاں
شرّاں چھو سینگاراں سمینیغاں

سر ہجیں آں شکھلیں نیازاں

کبھی قبیلے کی شاداب ندیوں کی جانب
کبھی قبیلے کی آبادس ندیوں پر

میں نے رندوں جیسا ایک مالدار قبیلہ دیکھا
ایک برس تک میرا آب و دانہ ان کے ساتھ رہا

میرے جسم پر روح اور نفس (مجازی اور حقیقی عشق) کی ندیوں کا سیلاب آیا
ہم کو اللہ ذات پاک نے اسی مجازی یا نفسی سیلاب سے نجات دی

میری جان عیبوں سے بے عیب ہو
ہم نے روحانی سیڑھیوں پر قدم لگا دیئے

اور ہم نے ہاتھ عرش کی سنہری قندیل کو لگایا
اُس صحیح ضامن (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے دربار مبارک میں
لائی گئیں وہ چیزیں، جو کسی کے دیکھنے میں نہیں آئیں
سرخ زیتوں یا قوتی میووں کے ساتھ
جنت کے سجے سجائے محلات سے
سنگار شدہ رنگا رنگ بادلوں کی طرح خوبصورت تھے
شیریں ناز و نیاز کے ساتھ سرشار تھے۔

Scanned with CamScanner

روخ دا برشنایاں حبڑی ایغاں
سوزاں چھوتجناں رستغیں دھلاں
سوار ہما ننتھ کہ دائمی سوار ننتھ
حیدری گفتاراں خبر دار تتھ
بے خبر کہ اُجبڑ رُننتھ
نہ پھرءَ گاڈو کھوفغاں جُننتھ
نوکراں سر کا لے حُکم چھوتھاں
شفت پھہ لعلاں ہر دمارہ شاں
مومن و دین دار دل گوشاں
یک جن رہو ساحی چھوں کنتھ پھاغاں
پھاغ منی براِنی سرادیرہ ننتھ
ہیں ماں ریشاں ول گراں بیانہیں
چھونکہ منی قہرانی خدا اھیری
چھونکہ میراں کافراں فوجنی
زاد بُوداں لبستغیں جیلاں

جو بادل کی بجلی کی طرح چمکتے تھے

سبز تھے جیسے مجنون کے اوپر سبز بیلیں اُگ کر چڑھ آئی تھیں

سوار (تصوّف کے مردِ میدان) وہ ہیں جو دائمی سوار ہیں

حضرت علی رضؓ کے ارشادات سے خبردار ہیں

بے خبر وہ لوگ ہیں۔ جو بے سمت دوڑتے ہیں

وہ پروں کو نہیں ہلاتے۔ بلکہ سینے اور کندھوں کو ہلاتے ہیں

نوکروں کو سرکار کا حکم ایسا ہے

لعلوں کیلئے (یعنی مومنوں کیلئے) اندھیری راتیں ہر وقت روشن ہیں

مومن وہ بیدار تم غور سے سنو

ایک عورت کا عاشق (اپنے آپ سے مخاطب) بھلا پگڑی کو کیا کرے گا

پگڑی میرے سر پر ایک رسی بن جاتی ہے

اور داڑھی پر سیاہ میل بل کھائے

تا وقت کہ میرا قہار رب مہربان ہو

جیسے کہ میراںؒ کو کافروں سے عنداللہ تعالیٰ نے نجات دی

جھگڑے ہوئے جیلوں سے رہائی دی

نوٹ: میراں نامی ایک مجلسی بلوچ تھا۔ ان کو کسی سنگین جرم کی پاداش میں انگریزوں کے عہد میں سزائے موت کا حکم سنا دیا گیا تھا۔ بعد میں وہ رہا کر دیئے گئے۔

Scanned with CamScanner

سرجمی ءَ مادیرَ ذآختہ

میڑوی سڑداری نصیبوبی ثا
یا محمد گوں بھننگویں تاج ءَ
یا رھتئی جبندے اختیار یاں
جح گوں حاجی آں حضور باثاں
دوست شوزی گوں لیلویں ستاں
گوں وثی گُل بوآں ملوکی آں
جی کھتئی اِستیناں شراتی آں
نو زچھو سرحدسر اسنداں
ساکھناں سُلطاں سرور علاں
اوڈھغ وگجگا ئیں تلاوی آں
آں اصحابانی زیارت سہرا
نو رخ کھناں شاہ جنبوَ چھاثاں
گوَر بزیری الکھوِ ذرنگاں
رو نگھڑ و بھیر ماڑسَروسندھاں

صحیح سلامت ڈیرہ بگٹی واپس پہنچے
اور اپنے سردار بگٹی کی مجلس اُسے نصیب ہوئی
ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سونے کے تاج والے ہیں۔
آپ کے دوست آپ کے ساتھ رہیں
ہر حج میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم حاجیوں کے ساتھ ہیں
ہمارا دوست (سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے محبوب پاک ہاتھوں سے وضو فرماتے ہیں۔
اپنے بادشاہی پھولوں جیسی خوشبو کے ساتھ
خوشا آپکے دخداوند تعالیٰ، مشرق سے آنے والے بادل
جو دور دراز علاقوں پر چھا جاتے ہیں
اور جب سخی سلطان پیر سرور کے محلات پہ بادل سایہ کرتے ہیں
اور جب وہ گرھوں[۱] کو اور پکے سیمنٹ والے تالابوں کو بھرتے ہیں۔
ان اصحاب کی جگہ زیارت گاہ ہے۔
اور بارش کے پانی سے شاہ جھنبو[۲] کے کنوئیں کو تازہ کرتے ہیں۔
جو بزنگی علاقے کی کھائیوں کے قریب ہیں
دونگھر[۳] کے دھانے و تھیر مار[۴] کی بلندیوں پر

۱۔ ایک ندی کا نام ہے تحصیل کاہان سے نکل کر لہڑی کو آباد کرتی ہے
۲۔ گنکوری قبیلے کی ایک بہت بڑی شاخ ہے۔ اور ہزاروں کی تعداد میں ضلع ڈیرہ غازیخان میں رہتے ہیں۔ اور انکا شجرہ نسب میر تجار و پیروز شاہ سے ملتا ہے۔
۳۔ ایک پہاڑی کا نام ہے علاقہ کوٹ منڈائی میں واقع ہے۔
۴۔ ایک پہاڑی کا نام ہے۔ علاقہ کوٹ منڈائی میں واقع ہے۔

سمر تھئی باغباناں کھی ہیغاں
سرور بالا ڈھک بھی ہیغاں

تھنگوین تیو آں وہی بیغاں
بوگراں جان شہ جعفری باغاں

پوپلی خوشبوئیں بر بوراں
دوست اگر درمانے کھنے سوراں

پیر محبوب کھاں مشکلاں آساں
عرض گوں فرضاں یا نبی الغاں

آں گوترے آمین بگر یکھا
ڈرلھبی ماں چپا در چھپّگا

کچو ویکو کھو شتاں گوں بنتھ
ستوب چھوں سالوخی مناں گوں بنتھ

نوز چھوں مل پھاذاں سمینغاں
سھنبرے سر سابتغیں نوزاں
پھنگرو بالا ذاں پوادلغاں

سمو کے گرد و نواح کے قدرتی جنگلات

سرور کے قریب بالا دھک[1] کی چوٹیوں پر

اولاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قدرت کے سنہری خیمے ہیں

جنکے سائے میں امام جعفر کے باغ (اولاد) سے بدن کو خوشبو میسر ہوتی ہے۔

ان کے نہایت نازک میوہ (اولاد) سے خوشبو کی مہک آتی ہے

اے میرے دوست میرے درد کا علاج کرنا چاہتے ہو

اے محبوب سبحانی میری مشکلوں کو آسان کر

میری عرض اور فرض اپنے نبی کے (صلی اللہ علیہ وسلم) سامنے پیش ہیں

اور وہی اکیلے شفاعت و بخشش کرنیوالے ہیں۔

قیامت کے دن آپکی چادر (شفاعت و رحمت) کے نیچے دردانے بیٹھیں گے

پکے اور کچے (یعنی نیک و بد) حق کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

اُس دن ایک دولھے کی طرح کامیابیاں میرے ساتھ ہوں

بادل تیز رفتار بادِ صبا کی طرح چل پڑیں

میرے سر پر سایہ کئے ہوئے بادلو تیار ہو جاؤ

پرادھ[2] پہاڑ کی بلند گھاٹی اور چوٹیوں کی طرف

---

(۱) ایک علاقے کا نام ہے۔ جو کہ تحصیل بارکھان میں واقع ہے

(۲) ایک پہاڑی کا نام ہے۔ جو کہ فورٹ منرو ڈیرہ غازیخان میں واقع ہے۔

زیتھ گرے گنجیں رتنی رجیاں
پلوا سنبھالے اڈوسیماں
تھفو وتھاں آنی ولائیتاں
آف کھنے مست منزل ورا ہاں
منزل و وصیلوآں گونجیغاں
لیو کھنے جاندراں ہمو گنجیں
کوہ جاندراں نیامغی گھٹا
کمب لوہی آں سرو سیماں
پھڑو ننگانی سنٹھ سابنداں
چھپر ار استو بی سرو درنگاں
آف کھنے مخمارڑی شم وڈوراں
ہلکھاں ہاں لعلیں چھپر کھوڑاں
بے دہ و بے رو بھٹاں چھر اغیناں
کھور دفاں لماناں لغاد ینیاں
کانٹر کی کھور جپاریہی منداں

اور جلدی زرخیز رتنی[1] کی وتر دلی زمین پر برسو
اور تقسیم شدہ علاقوں کو سیراب کرو
ان علاقوں کو جو عرصے سے پیاسے اور بے آب ہیں
مست کے سیر و سیاحت کے راستوں کو سیراب کرو
اس دیوانے کی منزل اور پڑاؤ کو
اور ہر طرح سبز و شاداب جاندران[2] پہاڑ پہ کھیلو کہ وہ برس
کوہ جاندراں کے دسلی نشیب پر
دنبی[3] گڑھوں کی حدودوں پر
ڈنگانی[4] کی نوک دار سایہ دار چوٹی پر
چھپڑا[5] اور راستوئی[6] کے دھانے اور گھاٹیوں پر
دجھار[7] کی گھاٹیوں اور گڑھوں کو سیراب کرو
خیمہ یاقوت اگلنے والے چھپر میں نصب کر دوں
ان بیابان و آزاد چراگاہوں کے قریب
ندیوں کے دھانے پر بادلو اچھلتے کودتے برستے چلو
کانٹر[8] کی ندی پر اور چار[9] نہی کے خشک قدرتی تالابوں پر

---

(1) ایک دیہات کا نام ہے۔ جو کہ تحصیل بارکھان میں واقع ہے
(2) کوہلو کے جنوبی جانب شرق و غرب کی طرف پھیلا ہوا ہے
(3) ایک پہاڑی ہے جسمیں بارش سے پانی جمع ہوتا ہے۔ اس پانی کی جگہ کو کنب لوہی کہتے ہیں
(4) ماوند کے قریب ایک پہاڑ ہے
(5) چھپر اور کمنی کے قریب ایک پہاڑ ہے۔ اور علاقہ بھی ہے
(6) ایک پہاڑ کا نام ہے
(7) دستر الی پہاڑ کے کچھ دور ایک مشہور وادی ہے۔ جہاں اکثر بہمو کی قیام گاہ ہوا کرتی تھی
(8) ایک ندی کا نام ہے جو کہ علاقہ ماوند سے نکل کر دریائے بجی میں شامل ہو جاتی ہے۔
(9)

داں نلیءَ وَ ڈنوز کھنڈا
پھیشر بجارِ گرڑوغ ہندا
چاکر لڈانی پھیشر رندا
میراثِ محلاتاں امیری آں
کھشتغ براثی جھیڑ و جنگانی
ریتھ پھ زندانی غم و پندھاں
شکر گویم مالک رنگاں
بدر و بتامی گدرول بنداں
بیگہاں وشیں گنبراں بیارتھ
چندہاں صید وسوادگیراں
مارا اژ تجی حافظاں خوبیں
خوب اژ ستار دِرا ڈاتیں
بہر کھتاناں پھ امرت گواری
پلوان پیر جھکر غاڈھاری
بُرزا چھوں ہورہار شیکاری

Scanned with CamScanner

نلی کی وادی اور نور کھنڈ کی پہاڑی گھاٹی میں
بجار بھٹ کی واپسی کے رستے پر
چاکر کے (پنجاب) جانیوالے قافلوں کے راستوں پر
میر (میر چاکر) اپنے بادشاہی محلات سے
اپنے قریبی رشتہ داروں کی نااتفاقی اور خانہ جنگی کی وجہ سے نکالا گیا
اپنی زندگی کے غم اور سفروں میں پڑ گیا
میں اپنے مالک (اللہ) کی رنگارنگ قدرتوں کا شکر بجا لاتا ہوں
ساون کے مہینے کی تیز رفتار ہوائیں آپس میں مل جاتی ہیں
شام کے وقت شیریں بہاروں کی (بادل) صورت میں آتے ہیں
کئی اُن کے شکار و تماشائی بن جاتے ہیں
مجھے حاجی اور حافظوں سے زیادہ خوبیاں نصیب ہوئی ہیں
خوبی ستار (اللہ ذات پاک) کے در کی دین ہے
اُمت پہ خوبی و رحمت تقسیم کر کے برساتی ہے
جب پیر اپنی چادر بارش کیلئے اوپر اٹھا رکھتے ہیں
تب اوپر سے بارش و سیلاب کا طوفان اٹھتا ہے

---

(۱) علاقہ کچھی میں گاجان کے قریب پہاڑوں میں ایک درے کا نام ہے. اس درے میں پندرہویں صدی کے آخر میں رند و لاشاری بلوچوں کی سخت خونریز لڑائی ہوئی.

(۲) ایک پہاڑی کا نام ہے. جو علاقہ کوٹ منڈائی میں واقع ہے

(۳) میر بجار پھٹ امیر چاکر سردار اعظم کے وقت کے بڑے مشہور سردار تھے. ان کی اولاد آجکل کوہلو میں بجارانی کے نام سے مشہور ہیں.

راج بلوچپانی وسنم ءُجوانان
صاحب وسردارحیدرآمانان

بلوچوں کے قبائل آباد رہوں تو اچھا ہے

صاحب اقتدار و سردار خیریت ذا مان میں رہیں

نمبر (۳)

بلوچی

مُرگڑو سوزیں بِل زہیرانی زاد ہاں
ایر کھا بیادرِ نگا بیا تھرارا بالو کھناں
زیرِ سلاماں شل پریں ہیناریں پٹاں
پا رگل عالیشاں سُہرنتھی چھمانی لوار
شیفغیں پھونز جاڑئیں تُروانان آوا
سرتھلیں تعویذ ڈنگیں منی ودستِ سیغناں
کھٹکیں طوخ مانیغ ماں کُونجیں گرڈنا
سِک سمّی تلہٹریں چابکاں جناں
بُرو ہمو داکہ نشتغ مئی مہتاب من مُڑاں
باز خبردار بیئے ہگ وودو ہائیں مڑدوماں
گاجڑیا بازانتھ نواگشتگیں گجاں جناں
بال گپتھ مُرگ داشتغاں پارماں دِلا
ڈلّاں مُلاناں نشتہ ماں چھپی کوفغا
مُرگڑ دسوزیں بتا پچھے دیلاں آ ختغے

ترجمہ

سبز پرندے جدائی کے شکوے بھول جا

نیچے اتر آ کھائی سے تاکہ تجھے بحیثیت قاصد پیغام دوں

میرے سلام لے جا، اور ہوا میں تیرتا ہوا طے کر وسیع میدانوں کو

میرے پھول (محبوب) کی نشانی سرخ ڈورے والی آنکھیں ہیں

سرمے کی سلائی جیسی ستواں ناک، دو کمان، ابرو ساتھ جڑے ہوئے

تین لڑوں کے چاندی کے تعویذ آراستگی سے میرے دوست کے سینے پر آویزاں ہیں

دودھ جیسی سفید جسی میرے دوست کی کونج جیسی گردن کو زیب دیتی ہے

ستمو کی چاہ میرے بدن پر چابک کی طرح لگ رہی ہے۔

جاؤ وہاں جہاں میرا چاند دھند کی گہرائیوں میں بیٹھا ہے

تو خبردار رہ ٹھگ اور دھوکہ باز لوگوں سے

تیر لگانے والے بہت ہیں، کہیں تیر کا نشانہ نہ بنا دیں

نشانیاں دل میں رکھ کر پرندہ اڑ چلا

ہوا میں تیرتا ہوا ستمو کے بائیں شانے پر جا کر بیٹھ گیا

سبز پرندے تجھے کونسی مصیبت یہاں لے آئی

وَیل مناں ہچ نئیں گھروئے رابالوَاں
آستغاموزی کھنتی ماں شارا اندرا

ہاکھنو ہالیغ لے دنیا جوانی ءَ گوزی
ہاکھنو ہالیغ منی دِل ہمبال ءَ مزیر

زیرے ہمبال ءَ ٹنگھتے سیلانی پھقیر
بڑاز کھنے چھماں دیر ینتھ سالانی زہیر

زڑدو ءَ دیر گیڑے دیدغانی مہرا مزیر
سمّو تھئی نزمیں مجرخ وشئیں کھندغاں

جوش تھئی مانتا ٹھاہئی خوشی ئیں دِلا
ہردو آزدیں بنداں عیوئیں آنگراہاں

چھوٹ گوں تھتناں کھتیں دِل گوں گُفاں
ہردوئیں دستہ ءَ منگلی آسیغا بلاں

جیغ کھڑوئی ءَ دا ستغاں دکانین گوڑاں
سینغ تعویذ شف گروخ تاڑی آں جناں

وَل وَلیں چیڑاں بدل نی کھندخیں دفا

میں کسی مصیبت میں نہیں، میں تو ایک نوجوان گھبرو کا قاصد ہوں

بڑی احتیاط سے سمّو نے پرندے کو اپنی چادر میں چھپا لیا

راضی بہ رضا ہو، چاند کو شرمانے والا محبوب یہ زندگی اچھی گزرے گی

راضی بہ رضا ہو چاند کو شرمانے والی محبوبہ میرے دل کی آہیں نہ اٹھا

اگر آہیں اٹھاؤ گی، تو تمہیں سیلانی فقیر بددعا دینگے

آنکھوں کی چلمن کو جب جنبش دیتی ہو، تو برسوں کی اداسیاں دور ہو جاتی ہیں

اگر دل کو درد رکھتی ہو، تو آنکھوں سے محبت دور نہ کرو

سمّو تیری سُبک رفتاری اور شیریں ہنسی کے کیا کہنے

تیری اعضا کی آراستگی میں تیری والدہ نے کمال کیا ہے

جسم کے تمام اعضا اور نقوش بے عیب ہیں

مانگ نکالنے والی چاندی کی سلائی نے بل کھاتی زلفوں کو سیدھا کر دیا ہے

دونوں ہاتھوں کے کنگن آگ کی طرح روشن ہیں

سینے کے ابھار نے کشیدے کو اوپر اٹھا رکھا ہے

تیری گردن کے چاندی کے تعویذ بدلی والی رات کی بجلیوں کی طرح تالیاں بجاتے ہیں۔

گھونگریالی زلفیں اور تمتماتی ہنس مکھ چہرے پر سجتے ہیں۔

دوست لونگٹاری ءِ رستماں انغوئی گراں
لیڑوے باں ستموتھئی سرے چپیڑاں چھراں
ستموتھئی ٹھونگے چھوستار وجی بانگھاں
کھپیتھ منی گوشاں ٹھونگ تھئی کھنڈ غیں فءٌ
دوا آزدہیں بنداں نندغ آرام نیئے
پھینڑاں کنتھ دوستءِ لوڈھ ئر نوصد بری
تھنگواں گراں بہا نتھ تھئی دستءِ منگلی
جی پھر تھئی بوآں اڑ منی جانءَ دیر موی
کڑکا سہتانی آختغاں منی برسنگتی
جان سار تھ بیتھو زرتھا منی پہنار سنغاں
دامن چھانی تھلا دیرا بیشغنتھ

دوست میرا لونگ کی ٹہنی ہے جس نے چندنم دو سایہ دار چٹانوں کے سائے
میں پرورش پائی،

کاش میں اونٹ ہوتا اور ستو کی دور دراز قیام گاہوں اور چراگاہوں
میں گھومتا پھرتا

تمہ تیری آواز ایسی ہے جیسے صبح کوئی ستار چھیڑ دے
تیرے شاداب ہونٹوں سے جب یہ آواز میرے کانوں تک پہنچ
جاتی ہے تو

میرے تمام جسم کو بے قراری کی وجہ سے آرام کرنا نصیب نہیں ہوتا
یہ وہ جگہ ہے جہاں سینکڑوں مرتبہ میری محبوبہ گل گشت کرتی ہے
تیرے ہاتھ کے کنگن سونے سے تپتی ہیں

خوشا تیرے بدن کی خوشبو. کاش یہ مجھ سے کبھی جدا نہ ہو
تیرے لباس کی سرسراہٹ ہمیشہ میری ساتھی ہے.

تیری قربت سے میرا جسم سرد پڑ جاتا ہے. اور میرے پہلوؤں میں نمونیہ
جیسی کیفیت طاری ہوتی ہے.

اور میری آنکھوں کے دامن سے تاریکی دور ہو گئی

نمبر ۴۰

بلوچی

یات کناں شاہ ئیں گل پیرانی

حاضرا دارو بیثئس کلامانی

تھنگیں تھنبوئیں مریانی

آ سرو امیدیں غریوانی

سوالی کھائنتھ بے حسادیا

ھر جائے کھاخنتھ جاہ پاجاہیا

پھجیتا مرادگھڑ دنتھ راضیہء

دستگیر سرتاج گل پیرانی

چیمبو مئے پھشتیں شیر دیانئیں

مئے دلا سوزاں حرف قرآنءَ نی

پرکازائے گوں نی کتاوانی

دوست منی دی شہد شیرانی

مسلغی بالاثریں سمارحانی

ماگرا کنڈھیاں حزارانی

ترجمہ

تمام پیغمبروں کے بادشاہ کو یعنی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم یاد کرتا ہوں

جو ہر وقت موجود رہتا ہے اور وارڈ[1] نہایت برکت والا ہے

وہ مری قوم کا سونے کا ستون ہے

غریبوں کا آسرا اور جائے پناہ ہے

بے شمار سوالی اُس کے دربار میں آتے ہیں

ہر جگہ سے اور ہر قبیلے سے آتے ہیں

اور مُراد پوری ہونے کے بعد خوش خوش واپس لوٹتے ہیں

غوث الاعظم سب پیروں کے سرتاج ہیں

میری پیٹھ پر زبردست اولیاؤں کا ہاتھ ہے

اور میرے دل میں قرآن پاک کے حروف کندہ ہیں

میرے پاس بھی الہامی کتابوں کے پرزے ہیں۔

میرا دوست دودھ اور شہد کا پیالہ ہے

میری محبوبہ کا قد باعثِ تحسین ہے

اُسکے گلے میں ہزاروں روپے کے قیمتی ہار ہیں

لہ اٹھارہویں صدی کے وسط میں تُرکی کے میکانی قبیلے میں پیدا ہوئے۔ [illegible]

Scanned with CamScanner

پیہرے لوڑھوے ڈغارانی
دوست نی روشنائی تہارانی
ساسراں نِنداں قرآنٔ نی
پیر ہمراہاں گُل معتامانی
دعائیں تھرا ریلی پھقیرانی
گیشترا اولیاء ولی یانی
دِل منی موژ کنتہ رلی یانی
شاعراں سینگاریں توری یانی
ہیشری چھوں واسِنگاں چھاچخلیناں
تھیلی چھوں سرواناتر ہوخیناں
زوارماں ہمریاں روخیناں
وجی چھوشہنا دُہموخیناں
لانٹ کنتہ پھرائیں گرِخیناں
جنتہ سرالیاں لہم گرو خیناں
دزاج کنتہ موتیاں مرخیناں

Scanned with CamScanner

اس کی رفتار سے زمین بھی ہلتی ہے

میرا دوست اندھیروں کے لئے اُجالا ہے

میں قرآن کے سائے میں رہتا ہوں

تمام مقامات کے پیر میرے ہمراہ ہیں

مجھے (ستو) کو سیلانی فقیروں کی دُعا ہے

زیادہ تر سالک اولیاؤں کی

Academy Quetta
10010
LIBRARY

میرا دل وجد میں آتا ہے

شاعر اپنے آپ کو حسین بہادروں کی طرح سنوارتے ہیں

ستو کی سبک رفتاری لہراتے ہوئے سانپ کی طرح ہے

طرارے بھرنے والی ہرنی کی طرح ہے

ستو کی تیز رفتاری ایسی ہے، جیسے وہ تیز رفتار نا کے پر سوار ہو

اس کی گفتار میں نغیریوں جیسی دلکشی ہے

اس کا دوپٹہ بجلی کی طرح جھلملاتا ہے

جب خون کی طرح سُرخ حنائی ہاتھ ہلاتی ہے

ان مریضوں کو جو بستر مرگ پر ہوں شفا بخشتی ہے

دست گیڑتھ بالیاں گزوخیناں
ہوش کنتھ بے ہوشاں گھنوخیناں
ٹرُندکنتھ ایلیاں چھپروخینا ں
ٹرم کنتھ آسیاں ٹرہوخینا ں
راہ گزاں ستوگوستہ پاکھیواں
روداثی ماں پنگھرے دیما
لہر ماں جانا پیچ گرنتھ ماری
موج کنتھ روح دِل ہزارواری
شاعری نوخیں قصہ ءِ کھاری
شوانزانے آں کھینغد ڈولا
دوست منی سکھیں خدمتاں لوٹھی
چھینتھ لوٹی چھو تغنگی چھپکاں
سانبھ لوٹھی چھوں کھرغیں بہاناں
سانبھ لوٹھنتھ پرچڑھی جواناں
سُکھ چہ ڈُکھانی بھپڑا کھایاں

وہ اپنے ہاتھ سے اڑتے ہوئے پرندوں کو پکڑ لیتی ہے

بے ہوش دیوانوں کو ہوش بخشتی ہے

اپنی تیز رفتاری سے دستو، اپنی سہیلیوں کو بھی تیزی کی طرف مائل کرتی ہے

اور اپنی متانت سے تیز مزاج چوبچنے والوں کو نرم کرتی ہے

اپنی گزرگاہ سے سمو زیبا پوشاک میں ملبوس نازوخرام سے گذری

اور اس نے اپنا رخ .... اونچے پہاڑ کی طرف کیا ،

میرے بدن میں سانپ کی طرح بل کھاتی ہوئی لہریں موجیں مارتی ہیں

میری روح موج میں آتی ہے. روح اور دل ہزاروں بار موج میں آتا ہے

میری شاعری ایک انوکھی داستاں پیش کرتی ہے

تم اسکی سرکش طبیعت کو نہیں جانتے

میرا دوست انمول خدمت چاہتا ہے

اس کو ایسی پرورش کی ضرورت ہے جیسے نوزائیدہ بچے کو چاہیئے

وہ ایسی پرداخت چاہتا ہے جیسے کہ گھوڑے کے چھوٹے بچے کو سنبھالا جاتا ہے

سنبھال چاہتی ہے. تاکہ سواری کیلئے اچھے رہیں

ہمیشہ تکلیف کے بعد راحت میسر آتی ہے

دَیناں کھنئیں کنینی رفتار
بِلاں پاواغاں سرِ تنتھ سوارکار

ڈاکواچا ڑھانا برنتھ وَستاز
کھندغی بےہوشی پھرنتھ مستال

گِیندسو بیلاں روح کِڑداراں
ساعت وِجھٹا دوِیست گیراراں

اے پری ءِ کہ آختہ اژ عرشہ
باورا بیارے روح کنتھ ترسا

ماجُتا شیرے اتر دلِ ساڑا
وَس ہزا پنی دژمنے ءِ پاڑا

مُتکھا سمو شا آ سنے واڑا
کھیت گِڑانا گوڈو ریائیں شارا

ابھی وہ کمسن ہے اس میں ابھی تیزی نہیں ہے

یہی بہتر ہے، کہ اس الھڑ کو لگام پکڑ کر سدھایا جائے

اور سکھانے والے اس کو رفتہ رفتہ سدھائیں

یہی بہتر ہے. کہ مست لوگ ہنستے ہوئے بے ہوشی کے عالم میں پڑے رہیں

اے دوستو، دیکھو روح کے کارنامے

ہر ساعت ہر لمحہ میں دوست کو یاد کرتا ہوں

یہ ایک پری ہے. جو عرش سے آئی ہے

یقین کرو، روح اس کے دیدار کیلئے ہر وقت ترستی ہے

ہم نے دل کی آگ سے ایک غزل کہی ہے

خود اللہ تعالیٰ دشمن کی جڑ اکھاڑ پھینکے

ستمو لوہے کے جنگلے سے نکل آئی

ڈورے والے دوپٹہ سے مٹکتی ہوئی آئی ہے

نمبر (۵)

بلوچی

نڈیں لبشامے ہر صُبہوان موج مئے دلا
شاہ سنبھالاں گوں سَوالکھ سغبیر!
محمد میر مصطفےٰ غوث حیدرا!

ولدان محمد میر امت سرتاج پہ سرا
صُبہو بیگاہاں کمک گوں مست طوق علی
دیرَو آنکھا دیم پہ بُرزی اُلکھاں
ستموءِ ڈیہا گوں سَوادھاں بیلا کھناں
پھرثا پار اگڑ تھہ پہ نیمُن بھجَڑا
ریل رستہ آنکو بستئ اے صلاح
مئے دلا ایشیں کافریلا گوں مڑاں
پہ رَدفے پھشہ انبلا ہچھو گشاں
شوکن ءِ گٹاہاں سنگتاں ساہی ءِ دیاں
دیشوں پہ عین ءِ سرکشا ریل ءِ ناغماں
دیھغوں دھونہو ہچو کہ گرندانی بھوار

ترجمہ

ساون کا موسم ہے، ہر صبح میرے دل میں موجیں اٹھتی ہیں

سوا لاکھ پیغمبروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہوں

سردار محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت علیؓ اور غوث پاک

امت کے سرتاج سردار محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سب کے امام ہیں

صبح اور شام طوق علی مست کے مددگار ہیں

ڈیرہ غازیخان پہنچا، اور وہاں سے پہاڑی علاقے (دشت) سیر کیلئے نکلا

سنگھڑ کے علاقے کی دلچسپی سے سیر کی

بھاگنے سے واپس لوٹا اور دریا کے پار (سندھ) سیر کیلئے نکلا۔

ریل گاڑی پہنچی، اور ہم نے یہ صلاح کی

میرے دل میں یہ خیال ہے۔ کہ کافر (انگریز) کی گاڑی سے مقابلہ کروں

بھاگنے کی صورت اپنے ساتھی کو یوں کہا

کہ ایک پائپ مٹی کی بنائیں، تاکہ ساتھی مست سکیں

میں نے آنکھ سے دیکھا۔ کہ ناگہاں ریل گاڑی آپہنچی

دھواں نکلتے ہوئے بادل کی گرج کی طرح

سر است گرانیں دیہشت گے ڈوڈڈھی آں ڈغار

آں گھنو خانی پڑ دوار کھے کھڑ دگار

مشکلیں کارے آسان کھنتی وَس خدا

ننگریں شہری دو دو بھاولاں سخی

سہوان پیریا دشاں آں ہفتیں وَلی

گوں ہنی گوانکھار ستغث جلدی شہ مُرید

ملک فرشتغاں ساکھشا مستیں طوق علی

شاہ سنبھالثوریں ئے چھانپھول ءِ جشتیٔ

دَاشتئی دُھو دھو جائدی لشقے کھنتیٔ

گوش کھنے مُلاّ و مسلمان مومناں

طوق علی مستے لوٹ خ کھشہ شمس نشان

دل بخشتی مان عالماں چھپئے گشتاں

مُلاّ ہر ذاتیں اَستاں ہاں قبیہ اُلکھاں

ضِدّی ئیں مُلاّ ہچھتیں کاراں کنتھ

آں بزرگاں اولیاں بے راہی ہنتھ

اسکی ہیبت ناک وحشت اور وزن سے زمین ہلتی تھی

ہم دیوانوں کی لاج وہ پروردگار خود ہی رکھے

بہت مشکل کام ہے خداوند تعالیٰ آپکو خود آسان کرے

سخی پیر مُہیری دودا(۱) و بجاولاں(۲) سخی اور

سیہوان کے قلندر شہباز اور ہفت ولی(۳) کو میں نے یاد کیا

میرے بلانے پر شہ(۴) (شیخ) مریدؒ بہت جلدی آپہنچے

فرشتوں نے بھی مجھ پر سایہ کیا

اللہ کو یاد کرکے میں نے ریل گاڑی کو ہاتھ دے مارا

ڈھو۔ ڈھو (یعنی گاڑی) کو روک لیا۔ اور دائمی ایک مثال قائم کی

کان دھرو مُلّا و مسلمانو اور مومنو

طوق علی نے شمسؒ(۵) کے کارنامے دُہرائے

میرا دل نہیں چاہتا۔ عالموں کو کچھ کہوں

ہر قسم کے مُلّا ہر علاقے میں پائے جاتے ہیں

تعصب والے مُلّا ایسے کام کرتے ہیں

وہ بزرگ اور اولیاؤں کو خواہ مخواہ بُرا بھلا کہتے ہیں

---

(۱) سردار دودا خان ولد مبارک خان مری کے سردار تھے (۲) بجاولان خان مری کے سردار تھے۔ دوست علی خان کے لڑکے تھے۔ اُن کی وفات ۱۸۰۵ء میں ہوئی۔ ان کو بڑا سخی اور بزرگ، مانا جاتا ہے (۳) شوران کے قریب قدیم زمانے کے سات بزرگوں کی ایک جگہ قبریں ہیں۔ ان کو ہفت ولی کہتے ہیں (۴) شہ مرید (شیخ) شہ مبارک کے بڑے لڑکے تھے۔ اور سردار اعظم امیر چاکر بلوچ کے ہم عصر تھے۔ اپنے وقت کے بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں (۵) شمس سبزواری ملتان میں ایک بڑی بزرگ ہستی گزرے ہیں۔ اسوقت بھی آپکا مزار مبارک خاص و عام کی زیارت گاہ ہے۔ آپ حضرت بہاء الحق ملتانی کے ہم عصر تھے

لکڑاں پٹ تھ پیرانی پٹولاں بر تھ
آخرے روز اصد من گٹرزاں سہتھ

عالم بہشتا ملاں ماں دوزح تہا
ماں حیالاں دیئوں کہ پنچھو گشاں

گوشتہ من شعرء طوق علی مستؑ قصہانت
مست پہائی ڈیہا وڑ دلوء ھشال پہ تھخت

اے کھواجلدی تمل گوشاں کھیتغتھ
دیئی معشوق پہ کہیو سیری سنہری

شرّیں ژلعلاں تھنگوی ڈیئوے بلی
گال کھنا لعلا گوشتہ مستؑ طوقل ء

روش ہماں باشاں کہ سر داشت رو شنگت با منا

Scanned with CamScanner

پیروں کے دربار کی لکڑیوں کو اکھیڑتے ہیں اور مال وغیرہ لے جاتے ہیں
روز قیامت ایسے ملاؤں کو سو من گرز کی پٹائی سہنی پڑے گی
عالم بہشت میں اور ملا دوزخ میں جائینگے۔
ہم نے اپنے خیال میں یوں دیکھا ہے۔ اسلئے یوں کہتا ہوں
میں نے ایک غزل کہی جو طوق علی مست کے قصّے ہیں
مست غیر علاقے سے خوشی و خوشحالی سے واپس اپنے علاقے کی طرف لوٹا
یہ واقعہ بہت جلد سمّو کے کانوں تک پہنچا
اس نے اپنی محبوبہ کو سجی ہوئی دلہن کی طرح دیکھ لیا
جو یاقوت سے خوبصورت ایک سونے کے ڈبے کی طرح جگمگا رہی تھی
میری محبوبہ نے بات کی اور مست طوق علی نے جواب دیا۔
خدا وہ دن لائے۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، بہ نفس نفیس میرے ہمراہ ہوں

نمبر ۶

گیتھغاں کیفاں شرخمار نیناں
ستموتھئی سنجی آں دود میناں
وھشاں چھوں لیوآں ہشیغاں
زیا نوبھرو ئیاں بغائیناں
ہوند حیران دور حرامیناں
دوست منی جواں ئیں گوں بھس گلی مرداں
بی ئیں گوں درگوشیں مہری یاں
لڑزش چھوں استار اشبیل الیغا
ٹلشیں دوست منی گزدری بیٹاں
ہند بیشیں ماں کھور دفی کھچاں
ماو ماں درنگانی بزیں سایاں
درنزیں زردوآں سہاگیناں
بگیھاں ترا پولی گُشیں ہتراں
ہنزکیش شیر داریں لکوری آں
شیر گُشیں ما۔ ہاگشیں ملکان

حسین اور مست گیغوں نے مجھے گھیر لیا
سموتیرے کباب کی طرح دونوں زرد رُخساروں نے
جو جنت کے لیموں کی طرح شیریں ہیں
بزدل ھپّر دی نقصان میں ہیں
جو فطرتاً حیران اور بخیل ہیں
میرا دوست بھیڑوں والے چرواہوں کے ساتھ نہیں جیتا
کاش وہ کانوں میں سونا ڈھلنے والے مہریوں کے ہمراہ ہوتا
میرا دوست سہیل ستارے کی طرح لرزتا
میرا دوست ندی کی چکنی مٹی پر لمی کے جنگلوں میں ٹہلتا
اُس کی جائے رہائش ندی کے درمیانی جنگلوں میں ہوتی
اور ہم بھی کھائیوں کے گھاٹے سایے میں بیٹھے رہتے
زرد دودھ اونٹنیوں کے بھرے تھنوں سے ٹپکتے رہتے
شام کو اونٹنیوں کے بچے کودتے آتے
اور دودھ پینے والے گھوڑیوں کے بچے ہنہناتے چلے آتے
پھر ہم شعر کہتے۔ اور فرشتے سنتے

ہاں کھشیں ملکان بسمینغاں
بگھاں استیں آں مڑا بنداں
بانگھاں عرشی کھو کھبہ گرندان
کرمُوار کھاں گوز تھوا گوارا ں
گوار تھو ہنبوئیں سلام باراں
پھاذ کھے وردا نغ اُمُلانی
برگوز سو غانڑاں سمینغاں
زیارت کھنتی لیلوئیں دستاں
پیالئے نوشش کنتھ کھا غذیں کھاں
یکے بہپ واسطائے خدائی عَ
یکے الپ ینت ئے گنو حنیغا
بیٹے مناں تھنی ئے دلاں پہنچی
یا خدا رکھے اڑ بانگھے شرا
بانگھے شراں نا گمائیناں
نا گمائیں کھشتغیں زحماں

اور بادلوں کے فرشتے بھی کان دھرتے
شام کو دھندلے بادل چھا جائیں.
اور صبح سفید قدرتی بادل گرجنا شروع کریں.
کہ منو پہاڑ کی بلندیوں پر بارش برسائیں
وہ بارش برسائیں اور پرندوں کے ساتھ خوشبو والے
(سمنو) کے سلام بھی آئیں.
بارش کی وجہ سے میرا دیوانہ محبوب اٹھ کھڑا ہوا
اور برسنے والے بادلوں کے قریب آئیگا.
اُس کے پیلی جیسے ہاتھوں کو زیارت کرو.
اپنے کاغذی ہونٹوں سے پانی نوش کرے
ایک پیالہ خدا کے واسطے پیئے
اور ایک میرے دیوانے کے لئے
اور اُس پانی کی ٹھنڈک میرے پیارے دل کو پہنچے
اے اللہ کل کے شر سے پناہ دے
کل آنے والی ناگہاں مصیبتوں سے
اچانک نیام سے باہر نکلی ہوئی تلوار کی زد سے

منو قصبہ گنگوری (تحصیل بستی) کے مشرق کی جانب تیرہ میل دور ایک پہاڑ کا نام ہے.

آڑِ ٹھغاڈاہا بارِ کھم دِیما
ہو کُرُ ورِ رَستہ ماں وَھرِ بلوچ شیرا
لڈ تاراجاں وھرِ بلوچ تُریں
کھورمُرنج ءِ موسماں شُتریں
سمّو ھتئی لَعلیں بانڈوے مانیں
دوست مُنی پھالوشاں شُتا سِندھ ءَ
دیم ھپے سُہلیں زیوراں داثی
بول ٹھگفسی ثی شیفغیں پھونزا
گواث نیِن جنتھی نیں لِواڑ گریں
جنگ ننگانی میر کرم خاں ایں
قاصدِ شُشتا تا کرم خان ءَ
بیا کہ نیں سمّو سر پریشانیں
دوست اڑ دیریں آلکھاں بیایاں
ہلکب ماں آولی کوہ بُناں نِنداں
بانہڑ و آولی بودناں ساراں

بارکھان[1] سے اطلاع ملی ہے
دھڑبلو[2] کے قصبے میں شور و غل مچ گیا
وہاں سے قبائل نے ہجرت کی۔ اور دھڑبلو ویران ہو گیا
مرغخ[3] ندی بارش کے زمانے میں خوبصورت لگتی ہے
سمّو اُس ندی کے قریب تیری یاقوتی پتھر کی الماری موجود ہے
میری محبوبہ ننگے پاؤں سندھ چلی گئی
اور اپنے چہرے کو نازک زیورات سے آراستہ کیا
نتھ اُس کی سُرمے کی سلائی جیسی سیدھی ناک میں
گرم ہوئی ہوگی
خدا نہ کرے کہیں وہ گرمی اور لو سے دوچار ہو
میر کرم[4] خان غیور اور بہادر ہیں
کرم خان نے قاصد میری طرف روانہ کیا
آجاؤ کہ سمّو پریشان ہے
دوست دور دراز علاقوں سے آئیں
اور خیمے نصب کئے جائیں۔ اُن پہاڑوں کے دامن میں جہاں
پہلے قیام ہوتا تھا۔
اور دبنوں کی پرانی رہائش گاہوں کو آباد کریں

---

(۱) بارکھان ضلع لورالائی (بلوچستان) کی تحصیل ہے
(۲) ایک پہاڑی کا نام ہے۔ تحصیل ڈکی میں واقع ہے
(۳) ضلع ڈیرہ غازی خان اور بگٹی قوم کی درمیانی حد پر واقع ہے
(۴) میر کرم خان قبیلہ بجارانی مری کے مقدم تھے

چھنو و میلو آں دِیان گنڈیں
میش گڈا گہڑانی سرا بوَراں
ضر ہقو رَونی با اَو د تلاّ ن
جواں نیاں جنگانی بَدیں بولی
کھے وتی دوستیں مڑدُماں رولی
ما وے گوں کھڑدے گھنگرا کھایاں
ستموء لوڈ زھرنا گِنداں
چھ مرُادے کہ بولکھا نِنداں
ما وتی جان ءَ وَلزِھاں بوَڑاں
ٹنگا گوں سرلماں کھلیریغاں
بانگھاں دوست وُدڑمن گِنداں
چھو رَو شنگیتاں منی سنجاں
سنج ماں بھپُروئی سرا بھایاں
منی دلا ما رو اژ تقغیں لہر لیٹھاں
جھٹ کَن ستوزیری مٹے سنجاں

اور ریوڑ کی حفاظت کیلئے چھوٹا واڑہ بنائیں

اور دُنبیاں بکھرے کے انبار پر کھڑے ہو کر آواز دیں

اور پہاڑیوں کی وادیوں میں فصل جواری پک کر کٹائی کے قابل ہو"

لڑائی کے بُرے قصے اچھے نہیں ہوتے

کون ہے جو دوستوں کی جدائی برداشت کرے

میں بھی اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ آپہونچا

تمہاری روش سے مجھے غم و غصہ کی بو آتی ہے

پھر کیا فائدہ کہ میں اپنے قبیلے میں قیام کروں

میں نے اپنے بدن کے زیور یعنی (ہتھیار) کھولے

اور ان کو کرنہہ (درخت) کی شاخوں پر لٹکایا

کل دوست اور دشمن دیکھیں گے

چھوٹے بچے میرے ہتھیاروں سے بے ہودگی برتتے ہیں

میری اپنی مرضی تو یہ تھی کہ میرے قبیلے والے بطورِ عزت میرے ہتھیار اپنے سروں پر رکھتے

میرے دل میں درد کی ٹیسیں اس طرح اٹھتی ہیں جیسے مجھے سانپ نے ڈس لیا ہو

جھپٹ کر تو نے میرے ہتھیار اور زادِ راہ چھین لیے۔"

داری گوں تھنیءَ دِلءَ بندان
مدت گیرا آری جنتھ مٹے رندان
گوستگ ءَمست پہ کھلپو ءِ سندان
سموّ تھئی لوڈانی بلَہ زیرا ں،
بجھوَاں ماں بجھوئیں سیلی
گِند نصیوا تھا نگرا ٹھیلی
ماں بھیتیرانی واڑ تھعناں گولی
شاہ مناں گِڑدیں سمّلا میلی
مہرا اڑدیدہ وخاں مرَاواثاں
آں دلی بنداں منداثاں

اور فرطِ محبت سے انہیں پیارے دل کے ساتھ لگایا

وہ وقت بھی آئیگا جب تمو کو میری یاد ستر پائیگی اور وہاں پہاڑیوں کی مہیب

گھاٹیوں میں قدِ مست کے نقوشِ پا ڈھونڈتی پھرے گی

جہاں کبھی مست کا گزر ہوا تھا

تمو میں تیری اس متوالی چال کے قربان جاؤں اور تیری بلائیں لے لوں

اب کہاں میں اور کہاں میرا محبوب

معلوم نہیں قسمت کدھر لے جائے

ہم سیلانی فقیر ہیں، جو ایک جگہ قیام نہیں کرتے

خدا پھر مجھے میری خوبصورت تمو سے ملائے

آنکھوں سے محبت دور نہ ہو

مبادا دل کے تار ٹوٹ جائیں

نمبر (۷)

بلوچی

ہر صبح ستاریں خدا اتھئی نام گراں

نام محمد یادیں پیمبر ماپڑدواں

وش وسیلائیں کھیش پہ رخاکی بندگاں

شر نظر دائے کھایاں گوں بھیری ڈبراں

دوست منی دیر ءِ گھوشتی ماں سوزیں کھوکھراں

جیلکاں جنتھو ما ونڑی آہ بندیں جڑاں

منی دائ لہر جاگاں چھوں بشامی درزاں

بانگھواں سر گوار کھاہاں اڑ ہنئوں ہیں شماں

اڑ سمندراں سا ونڑی لہر گوں اُچھلاں

شر کھشنتھ گوں تھشیں سمتو ءِ سلام

شف گر وخ ءِ نگھر نتھ کھئی داماں ءِ شلنتھ

میر نصیر خاں پیہروِ تحلاں سا کھننتھ

گواراں سنی ءِ مہشریں سیوئی شلاں

ڈھاڈر ءِ گوازیناں اَودبولاں ءِ پرشاں

Scanned with CamScanner

ترجمہ

ہر صبح خداوند ستار تیرا نام لیتا ہوں
نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یاد ہے، اولیاؤں کی عزت برقرار ہے
خود (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) وسیلہ ہیں، وسیلہ بن کر ہم خاکی بندوں کیلئے آتے ہیں۔
خوب غور سے دیکھو بڑی چٹانوں کے پاس بادل آتے ہیں۔
دوست دستو، میری قوس و قزح ہے۔ جو سبز بادلوں کے درمیان ٹھہرتی ہے۔
ساون کے کالے برسنے والے بادلوں کے درمیان بجلی کے شعلے اگلتی ہے
میرے دل میں لہریں جاگتی ہیں۔ جیسے کہ بھادوں کے مہینے میں رسلا دھار بارش برستی ہے۔
صبح کے وقت پہاڑوں کی سیاہ چوٹیوں کے اوپر سے برسنے والے بادل آتے ہیں۔

سمندروں سے ساون کے بادل موجیں مارتے ہوئے آتے ہیں
اچھی طرح وہ نکلتے ہیں: ان کے ساتھ ستو کے سلام بھی ہیں
رات کو بجلیاں بلندی پر کڑکتی ہیں، اور تیرے میدان پر موسلا دھار برستی ہیں۔
میر نصیرؒ خان کے بلند محلات کو سایہ کرتے ہیں
شنی میں برسیں پھر شہر سبی پر ٹوٹ پڑیں
ڈھاڈر سے نکل کر درہ بولان میں چھلکیں

نصیر خان دوئم قلات کے حکمران تھے۔ بی ۱۸۵۷ء میں انکا انتقال ہوا
علاقہ کچھی میں ایک قصبے کا نام ہے۔ ڈھاڈر کے جنوب مغرب کی طرف واقع ہے۔
زمے سے رند قوم کا مسکن رہا ہے۔

پَٹ پچھگا شہرغا گرند بھور کھنتھ

پرمڑی ءُ وبھاگ سرا پرا نہاں ڈھالگراں

بور دیم ءُ داں فعے گنڈیں تھانہراں

بہر تغیبں پٹاں ادن ءُ گنڈین تھانہراں

گواران گوران ءَ منی دِل وہما کارکناں

متاں منی عرض ءُ بنداں کیچ مکراں

دوست دور مانٹریں باٹدواماں ڈماں کھناں

گور غیں کھلا پچھ شلوخیں تھرنیاں لعل کھناں

جِند لچار بزکمے گندنوان بوآں نُنب جناں

بانزراں بیڑاں کھوذیجی ءُ ایر ریشاں

گواراں گلبند اینٹری ءُ مجزا آگزاں

پیرو پاساں رو ضیع ءُ شمس الیغاشلاں

گواران گوران ءُ ڈاٹھر کوہا پچھ گزاں

نوز چھو بشامی جٹراں بنداں بیگاں

بیا یاں ھیزاناں گواراں تنی ءُ پاگہاں

Scanned with CamScanner

پبٹ[1] کی چوٹی سے ہوتے ہوئے شاہرگ[2] پر کڑک کر گرجیں
پر مزڑی[3] اور بھاگ[4] کے کھلے میدانوں پر امنڈیں
بوری (لورالائی) کے سامنے تھوڑی دیر تک ٹھہرے رہیں
تقسیم شدہ میدانی املاک کو تھوڑا سا تحفہ (بارش) دے دیں
گوڑزان پر برسیں اور میرے دل کی ترجمانی کریں۔
میری عرض (بادل) قبول کریں۔ تو بہتر ہو۔ کچھ مکران پر چھا جائیں
میرے دوست (ستمو) کی سامان سے بھری ہوئی پتھر کی الماری پر موسلادھار برسیں
سنہری خیمے کو برستی ہوئی بوندوں سے سرخ کریں
تو (ستمو) اپنے آپ کو بچا کہیں تیرے بدن کی خوشبو کوئی نہ پکڑے
بادل اپنے بازو سمیٹ کر بھجی ندی پر چھا جائیں۔
گلبندا پر برسیں اور پنٹری کے اوپر سے گزریں
پیر دوپاسی[9] اور شمس (سبزواری ملتان والے) کے روضہ پر خوب برسیں۔
برستے برستے ڈاننز[10] پہاڑ کے اوپر سے گزریں۔
ساون کے بادلوں کی طرح شام کے وقت بادل چھا جائیں۔
نیچے گرتے آئیں۔ اور برسیں ستمو کے وطن پر۔

---

(۱) پبٹ ایک پہاڑ کا نام ہے۔ (۲) ایک جگہ کا نام ہے جو سبی سے ریل گاڑی کے راستے ۴۷ میل دور ہرنائی لائن پر ہے۔ (۳) ایک مقام کا نام ہے۔ (۴) کچھی میں ایک مقام کا نام ہے۔ (۵) ایک بہت بڑا وسیع زرخیز علاقہ ہے جو گشکوری قبیلے کی ملکیت ہے۔ گوران کے جنوبی جانب لہڑی کی تحصیل شروع ہوتی ہے۔ (۶) ایک بہت ہی مشہور ندی کا نام ہے۔ جو تحصیل لورالائی کے پہاڑوں سے نکل کر مری کے علاقہ میں داخل ہوتی ہے۔ (۷) ایک پہاڑی راستہ ہے جو ٹکیل پہاڑ سے ہو کر گذرتا ہے اور بجیدہ دشوار پہاڑی راستہ ہے۔ (۸) ایک اسٹیشن کا نام ہے جو ہرنائی اور سپین تنگی میں واقع ہے۔ (۹) ڈھاڈر کے قریب درّہ بولان کے دہانے پر پیر دوپاسی کا مزار ہے۔ دوپاسی انکا نام۔ اس لئے پڑگیا کہ دوپاس میں لوگوں کی مرادیں مستجاب کراتے ہیں۔ آپ خاندان سادات سے تھے۔ (۱۰) ایک پہاڑ کا نام ہے جو علاقہ زیارت میں واقع ہے

جھگشو گندی شہ جرٹی آنی ژیہراں
پھول گسنتھ سموتے ہماں نوز ژیہراں
شواگنو خ ست نُئی شا سِند ءُ چھیرکاں
دل گنو خیس کرمست ماں داشتئی ارگماں
روح گھالی آں بل شوامستؒ قفتہاں
مے جواو چھیر بنیتھا وعش بوئیں حسلاں
نیں تہ سنبھالی کھتنیتش انڈیہ آلکہاں
ماں شُشت بھوزاں چھہ بھوادانی گنگھراں
دست بستو دا شنغتھی ہنبوئیں سلام

نے والی بوندوں سے سمتو کھڑی ہو کر

ں کی پھواروں سے

ست کو سندھ کی گزرگاہوں میں نہیں دیکھا

ست کو ناگہاں عجیب و غریب دیوانگی کے عالم میں لے گیا

قصوں کو بھول جا۔

لوں نے جواب دیا۔

اتوں میں۔ اب مست کو کیا یاد کرتی ہو۔

یوں کی طرف سیر کرتا ہوا گیا۔

یو والے سلام دیئے ہیں۔

نمبر (۸)

بلوچی

بئے ہماں رُوش موسماں وُ از گرڈوے کھناں

رب ءِ سنبھالاں ہیت منی گواکھا درمیان

میری ہتھیاراں بنداں شا ہا یاد کھناں

سمو بھتی ءِ سیری ہیہاں سالوکھی رواں

رنگ سمین نانی شترین چھو لعل در وشماں

پیلہیں سالے باغچہیں سندھ ءِ سیل کھناں

چھوں کہ بالاچ ءِ گھپتھغاں چو کہ اُشتر دڑمناں

دیث ماں سمو کھرِ کنٹھ مکشائیں گراں

سمل ءِ لوڈ گوناں کہنی و کوہ متراں

تھنگی ءِ پچی رستہ گو تر عاریفیں پھشاں

کونج اڑ سندھ ءِ گرداں لدائیں موسم ءِ

کونجاں قطاریں من گوں قطار رداں

آختغاں کونج و لہرا سنگت بی تھغاں

کونج پہ سیل ءِ من وتی ددستءِ گند عنا

ترجمہ

وہ وقت قریب آئے، کہ جس وقت میں واپس جاؤں

رب کو یاد کرتا ہوں میرے سوال کو مستجاب کرے

اپنے شاہی ہتھیاروں سے مسلح ہو کر اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہوں

سمو تیری قیامگاہ کی طرف سفر میں دولہا بنکر روانہ ہوتا ہوں

ساون کے شام والے بادلوں کے رنگ یاقوتی محبوبہ کی طرح حسین ہیں

پورے سال بھر شاداب سندھ کی سیر و سیاحت کرونگا

جیسے کہ بالاچ[1] نے اپنے دشمنوں سے خون کا بدلہ لیا

میں نے سمو کو دیکھا، اطلسی پوشاک میں جو زمین کو چھو رہی تھی

کبوتروں نے سمو کی چال اپنائی ہے

سونے جیسے لڑکے کی طرح اس نے اپنے معروف والد کے سایے

میں پرورش پائی۔

سندھ سے مناسب وقت پر کونج واپس لوٹ رہی ہیں،

(یعنی موسم بہار میں)

کونجوں کی رواں قطاروں کے ساتھ میں بھی رواں ہوں

کونجوں کے غول کے ساتھ میں بھی ہمراہ ہو چلا

کونجیں نکلیں سیر کیلئے، اور میں اپنی محبوبہ کے وصال کیلئے

---

(۱) بلیدی اور گورگیج قبیلے کی آپس میں دشمنی تھی۔ بالاچ گورگیج سنگیلا کے مقام پر اکیلا رہ گیا، صرف اس کا سوتیلا بھائی نقیبو زندہ بچ گیا (جس کی ماں غلام عورت تھی)، بالاچ سخی سرور کے دربار میں آیا جہاں سے اس کو بشارت ہوئی کہ جاؤ اپنے دشمنوں سے بدلہ لو۔ اور تمہیں فتح ہوگی چنانچہ یہ دونوں بھائی دن کو چھپتے اور رات کو حملہ کرتے اس طرح انہوں نے ٦١ بلیدی مارے۔ اور بلیدی خوف کے مری بگٹی کے پہاڑی علاقے چھوڑ کر موجودہ علاقہ ضلع جیکب آباد میں جا آباد ہوئے جب بالاچ بہت بوڑھا ہو گیا۔ تو ایک دن کسی بلیدی نے اگر آ کے دھوکے سے قتل کر دیا۔

کو نج پھہ بالا ما پھہ پھاڑو گام اثا ں
کونج کرا کنتھ مئے دلءِ دربان نونتھ
مئے دلءِ درمان تمورءِ وھتیں کھندغاں
کونج گزاں دیما من پھہ سیوی بھانہراں
روش آسا تا جہازان ارگو کھشا
ماوثی دست بیرق پھلاں رشپھتغا
سراشیہانی واغ مُہانایاں گھیتھغا
لنگویں نورایا منع بازیں داثغاں
مست نزاں شلّے بھلنز ما وسینا روداں
نیں نہ شلاں عاشقاں اڈمے داثغاں
دُرکپ کرموا و مریدءَ سنجنیتھغاں
پیر سُہری ءَ داثغاں شہبازالقا
پیر مُلتانے کل مدتاں گوں بھاولاں
شمش تبریز جیوخ واژہ مے وا ہرہ
چھکثی میہا مہشریں سیماں گزاں

کونجیں پرواز کرتے ہوئے ۔ اور میں پیدل روانہ ہوا
کونج کی کران کران کی بولی میرے دل کا مرہم نہ بن سکی
میرے دل کا مرہم سمّو کی شیریں ہنسی ہے
کونجیں آگے گزر جائیں گی ۔ میں ابھی ٹھہر جاؤں گا
مشرق سے جہاز زرد بانی کی لالچ ، اُمنڈ آئے
ہم نے بھی اپنے ہاتھ کو جھنڈیوں سے سجایا
کشتی کے بادبان ملاحوں نے تھام لئے
لوڑا مراسی نے کشتی پر سوار ہونے پر مجھے بہت روکا
دیکھ مست کہیں کشتی ڈوب نہ جائے ۔ اور مگرمچھوں کے شکار نہ بن جاؤ
میں کبھی نہیں گرونگا ۔ عاشقوں نے مجھے تھام رکھا ہے
درک[1] ۔ کرمو[2] ۔ اور مرید[3] نے مجھے یکا درس دیا ہے
پیر شہری و شہباز قلندر نے میرے نصیب کی اِلقا کر لئے ہیں
ملتان کے تمام پیر بھاول[4] کے ساتھ میرے مددگار ہیں
سدا زندہ رہنے والا شمس[5] تبریز میری مدد میں ہے
کشتی کو چلانا شروع کیا ۔ اور مشہور راستوں سے گزر دی گئی

(۱) درک سے مراد جام درک ڈومبکی جو کہ اٹھارہویں صدی میں بلوچی کے بہت بلند پایہ شاعر گزرے ہیں (۲) کرمو سے مراد کرم خان ہے آپ جام درک کے والد ماجد تھے (۳) شہ (شیخ) مبارک کہیری کے لڑکے تھے ۔ اور سردار اعظم میر چاکر بلوچ کے ہم عصر تھے ہانی مندو رند کی صاحبزادی تھی جو اپنے بے مثال حسن اور ذہانت کی وجہ سے بہت مشہور تھی ہانی شہ مرید کی داستان عشق بلوچ تواریخ میں بہت اہمیت رکھتی ہے ۔ شہ مرید بعد میں تارک دنیا ہوئے ۔ یہ بہت بڑے صاحب ولایت ہستی گزرے ہیں (۴) بھاول ۔ غوث بہاء الحق ملتانی سے مراد ہے ۔ (۵) حضرت مست نے شمس تبریز استعمال کیا ہے ۔ ان سے ان کی مراد حضرت شمس جو ملتان کی بہت بڑی بزرگ ہستی گزرے ہیں ۔ وہ مراد ہے حضرت شمس خراسان کے ضلع سبزوار سے تشریف لائے تھے ۔ اسلئے آپکو شمس سبزواری کہتے ہیں ۔ آپ حضرت غوث بہاء الحق ملتانی کے ہم عصر تھے ۔

منی دلءِ تکیں دُھمر وشی دلّیءُ رواں

بار کھما گوازیناں پوادِ مھا بنزا گراں

شہر ڈیوائے نگریں شُمبریءِ کھیر

موسماں روشءِ تھدڑی کوہاڈ گراں

کاخت کھوشتاتاں سمی تھئی کوہیں باٹنڈاں

سِنگٹ گھالایاں بازاڑ دریں باکھٹ

چھلمو ازیراں من دِل بنداں بِرانزیاں

سمی تھئی کوہیں باٹدوارثءِ لعل کھناں

پیشمبریءِ جھمرتو پھنتھے دا لعناں

چھول نہ کھناں گندواں پھروئی گلبراں

بانزراں بیڑاں ٹگریءِ شموٹے کھناں

چھونانِ زیراں گوں گھنگرو ہاراں بُراں

پھ گڈا سرورُ در بارادا نہی رواں،

ماں بئیے دانہہ سونزیں ہولوش کھناں

من ہندیں گرداں چھول کہ منی جیغ بیت کھماں

چاڑ منی جیغاں چھوں چاڈتے بالاچ کھماں

میرا جی چاہتا ہے۔ آج سید جا دلی چلا جاؤں

بارکھان سے آگے نکل کر پواد ھ پہاڑی بلندیوں کو جا پکڑوں

شہر ڈیوا کے قریب پیر سُہری کنڈی کے درخت کے پاس جاؤں

اور دن کے وقت ٹھنڈی پہاڑ کے دامن میں پناہ لوں

سمّی تیری پتھر[1] کی بنی ہوئی الماری کے پاس آکر پہنچ گیا ہوں

پھر کیا بات کرینگے۔ ان کی دُردانہ مالکہ موجود نہیں

بندوق اٹھاؤں۔ اور اپنے دل کے تاروں کی دھجیاں اڑا دوں

سمّی کی پتھر کی بنی ہوئی الماری کو لہو لہان کروں

پیر سُہری کے پاس گیا۔ انہوں نے نصیحت کی،

ایسے نہیں کروں گا۔ مبادا یہ پھر وئی خوشی منائیں

باز کی طرح باز و لپیٹ کے جھپٹا ماروں

ایسے اُچک لوں کہ گھوڑ گھر داور ہار بھی ساتھ آجائیں

سمّی سرور[2] کے دربار میں فریاد لے کر جاؤں گا

دعا اگر قبول ہو۔ تو سبز زرہ بکتر پہن لوں

میں تب واپس ہونگا جب میں اپنے تیر کمان سے کشیدہ کروں

میرے تیر کو نشانے پر بٹھا جیسے کہ بالاچ کے تیر کمان کو تان لیا تھا

---

(۱) بلوچ خانہ بدوش قبیلے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ ان کا ایک جگہ قیام نہیں ہوتا۔ ان کا سامان مختصر ہوتا ہے۔ روزمرہ کی چیزیں جو استعمال میں لائی جاتی ہیں۔ وہ ان کے ساتھ ہوتی ہیں۔ "بانڈ" بلوچی میں بستر رکھنے والی الماری کو کہتے ہیں۔ عورتیں چوڑے اور بڑے بڑے پتھر چن کر تین فٹ کی بلندی پر ایک عارضی دیوار چن دیتی ہیں۔ اس پر بستر لحاف گدے رکھتی ہیں۔ یہ ان کی الماری ہوتی ہے کیونکہ اس پتھر کی دیوار سے الماری کی ضروریات پوری کی جاتی ہیں۔ حضرت مست کا اشارہ بھی سمّو کی پتھر کی الماری کی جانب ہے۔ الماری کے اندر کی طرف ایک خانہ سامان رکھنے کیلئے بھی بن جاتا ہے۔

(۲) آپ کا اسم گرامی احمد تھا۔ آپ کے والد ماجد کا نام سید زین العابدین تھا۔ آپ ملتان کے علاقہ کوٹلہ نجابت کے قریب شاہ کوٹ میں ۶۵۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اور وفات ۶۹۰ ہجری (۱۲۹۱ عیسوی) میں ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک ڈیرہ غازی خان کے جنوبی جانب ۶ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ آپ اپنے وقت کی صاحب حال ہستی گزرے ہیں۔ اور اس وقت بھی تمام ڈیرہ جات کے لوگ خاص کر ڈیرہ جات کے پہاڑی بلوچ آپ کو اپنا پیر مانتے ہیں۔ ہر سال آپکا عرس بڑی شان و شوکت سے منایا جاتا ہے۔ تمام سال آپکا لنگر جاری رہتا ہے۔

نمبر (۹)

بلوچی

کاراتڑڈاڈایاروان بی شا
چھی اڑ درگاہا حند ائی ءَ
آڑ تھغا فرشتایاں دورنگین ناں
داتی اماں یاں آمل لیغاں
چھکشا گوجنانی نریں بجھیاں
زڑ تھغا گوکاں دِل مجھنڈیناں
کپتھہ ماں زونگاں دردمندیناں
آکتہ بیڑی آں رَووخنیاں
مینزلاں بارکشی ہماں ملکان
اے دَماں باغاں من بہشتیغاں
من ہماں روش بھوروان منّاں
شاہ گوں امزاراں بڑتھئی بڑزا
چھی اڑ ڈاتانی درکھاری
اوزگوّر لعل پتنڑداری

ترجمہ

بشر کا کاروان دادا آدم علیہ السلام سے شروع ہوا

کچھ ایسا ہی درگاہِ الٰہی کو منظور تھا

دو قسم کے فرشتوں نے پیش کیا

ہماری پیاری دادی حوا کو

ان کی گاڑی کو گائے کے نر بچھڑوں نے کھینچا

سبک رفتار اونٹوں نے اٹھایا

اس دنیا میں آکر دردمند مصیبتوں میں پڑ گئے

مسجد میں پڑے رہے۔ اور گاہے چلتی کشتیوں پر سفر کیا

منزل بمنزل ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں سفر کرتے رہے

اور اس وقت پھر جنت کے باغوں میں رہتے ہیں

میں اس دن کا احسان مانتا ہوں

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کمال ناز و نیاز کے ساتھ اوپر لے گئے (شب معراج)

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے دربار سے رحمتیں لائے

اور انکا سفر عرش پر اللہ ذات پاک کے قرب میں جا کر ختم ہوا

مست پھُر بانہرا اُم اچھل لانہاں
لہر لنگھنتھی نُنز بیتی و اہاں
عرش کنر شان اکبر شاہاں
تربیٹنین پیر مُڑ دے ہمان جاہاں
بادل و بادشاہ کہیوانی
شُہر کہیئو گندے آف برجالین
یک کھتوبا کے باز گناہ ٹالین
بادشاہے بُڑز بے سیالین
مُحنڈ زتماں وستانز ہموں تالے
پار تے بہاشت مناں پارساں پالے
آب حیاتانی سُرخ بادامان
سب ثبوت من جا بہنہ نیام عؔ
لہر گوں لوڈاں شیر شر میناں
عاربی ترکان باز بھبر میناں
جنگ گوں محمونی آن حسین الغاں

میں (مست) بھی اپنی جگہ سے کودتا اُچھلتا اوپر پہنچا

اوپر بہت میٹھے شہد کی نہریں موجیں مارتی ہیں

اس بڑے بادشاہ کے عرش پر

ہم وہاں ایک عمر رسیدہ انسان سے ملے (آدم علیہ السلام)

بڑے سفر کے بعد بڑے بادشاہ اعلیٰ کے پاس پہنچے

اُس بڑے شہر (عرش) کو دیکھا کہ پانی پہ قائم ہے

صرف وہ اللہ پاک ہے۔ اور گناہوں کو معاف کرنے والا ہے

بہت بڑا بادشاہ بے مثال ہے

وہ اپنے راز اور قدرتوں سے ہر طرح بخوبی واقف ہے

اور (اللہ) فقیروں کو پالنے والے میرا بھی خیال ہے۔

آبِ حیات (دائمی زندگی) سرخ بادام میں ہے (یعنی قرآن میں ہے۔

اور ان کا ثبوت قرآن کریم میں ہے

حضرت امام حسین علیہ السلام کی غصے والی چال شیروں کو شرماتی ہے

حرب کے بہادر بہت ہیبتناک ہوتے ہیں

ہماری حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے جنگ ہے۔

گون گوں لوٹی آں بزرگیناں
مست گوں معصوماں اُمل الغاں
شاہ عُصفا گوں گہنوریں تھیغناں
شاہ تھئی آبرو آں دو گلیں ناں
حضرتی دیم گوں بھنگوریں ریشاں
مِسک مندیل بیرماں بھاغناں
شر پیچی ماں زامریں جبہ
من سراں بھلیں اسپراں داراں
رد کھناں کھاٹاراں یزید لعیاں
سنگتی آں گوں جانیءِ جھوٹاں
وحش دلیءِ گو لعلینا گھوٹاں
دوست آپ نیکیں نیتءُ لوٹاں
اے دنیائیءِ حرفت وہچاں
کوڑو چھار روشی جن وجھیاں
قذرتاں او ثاراں اللہ الغاں

حضرت امام حسین علیہ السلام بزرگوں کے گروہ کے ساتھ ہیں

مست حضرت امام حسین کی زوجہ پاک کے معصوموں کے ساتھ ہیں

حضرت امام حسین علیہ السلام اپنی مرقع وجہ ہر دار تلوار کے ساتھ

آپ کے ابرو مبارک دو پھول ہیں

آپکا مبارک چہرہ سونے جیسی ریش مبارک کے ساتھ بھلا لگتا ہے

آپ کی بڑی دستار مبارک مشک و عنبر وغیرہ کی خوشبو میں بسی ہوئی تھی

کیسے حسین انداز سے آپ نیچے گھیرے والا جُبہ زیب تن کرتے تھے.

آپکے سر مبارک پر پھولوں کی ڈھال سے حفاظت کرتا ہوں.

تاکہ یزید کے چھروں کے وار کو رد کروں

اپنے محبوب (امام حسین) کے ساتھ بہشت کے جھولے جھولوں.

خوشدلی کے ساتھ اپنے لعل نما محبوب کے ساتھ شربت نوش کروں

اپنے دوست کیلئے (امام حسین) کیلئے سب لوگوں سے نیک نیتی چاہتا ہوں

اس دنیا کی حسرت و کشمکش

اس جھوٹی دنیا میں بیوی اور بچے صرف چار دن کا دکھاوا ہے

میں اللہ تعالی کی قدرتوں کو ایک جگہ جمع کرتا ہوں.

Scanned with CamScanner

داون رِ بشکیشاں سخی الغاں
نُزبتاں من میشاں سمندیاں
پھکنیں باغاں بادشاہی آں
بادشاہ جواں مڑدیں سخی بی تا ،
سانگ و بیرانی گوئے گوں بی تا
سُوب چھوں شیر امُرا گاہیں
خوش بوشیں ہر دیا دراہیں
چھونکہ چاندی رِ چار دہی ماہیں
جنگ گرز داں پہلوان شاہیں
عہد مڑدانی شان رِ بر جائیں
یا علی اللہ ہا اَنا غناہیں
جنّت و حاضراں خلیلانی
نوبت و ناظراں دلیلانی
دِلّی داں گنجیں شاہ خراسانا
کوہ بیہو سندھ سہوانڑا

اور اس ذات پاک کی سخاوت اور بخششوں کو اجاگر کرونگا

میں میٹھے بادامی رنگ کے شربت چوستا ہوں

پکے ہوئے بادشاہی باغوں سے

بادشاہ (حضرت علیؓ) بہت ہی اچھی ہستی ہیں،

ہر خوشی شادی و بیاہ میں ساتھ رہا ہے

اُن کو ہر وقت شیروں کی طرح لڑائی میں فتح ہے (سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم)

ہر وقت خوش اخلاق تنومند ہیں

نقرئی چودھویں کے چاند ہیں

لڑائیوں کے گھمسان میں حضرت علیؓ پہلوان ہیں

لوگوں کے عہد اور شان کو برقرار رکھنے والے ہیں

اللہ ذات پاک حضرت علیؓ سے بخوبی واقف ہیں۔

ہر سوال و جواب کے وقت وہ اللہ کے حضور میں حاضر ہیں

ہر کام اور معاملے کے ناظر ہیں

دہلی سے آباد و شاداب خراسان کے بادشاہ تک

کوہ ہیو اور سندھ سہواں تک

دو قلندر گوں رب فرمانا
ہر دوئیں یاراں یا علی شانا
مست جالی کوہ سلیمانا
پارت و حب حیدری دھیانا
جی حضدا قدرت ایں کمالانی
دیث ما دھو دھوء دھمالانی
پیچ غصتہ قیل و قالانی
حقتہانی دھوئیں شمالانی
ئیگرانہ ماں لئوئیں نالاں
دھم دھماناں ماں بانزری بالاں
کھے گڑاناں سہ گریں دالاں
دو تلی ئِٔ کہ حکمت وڈھالاں
بھ اللہ عہد اقراراں
اڑ و ئی سلطانیں سر اٹالاں
کر کٹاناں گھوڑوی سرخاں

رب کے فرمان سے دو قلندر ہیں

دونوں دوستوں کو حضرت علی نے فیض بخشا ہے

مست کی جگہ......کوہ سلیمان میں ہے

حضرت علیؓ کے حب و نگہبانی میں رہتا ہے

جی ہے اللہ کو جو کمال قدرتوں کا مالک ہے

ہم نے دیکھا آگ اور دھواں اگلتی ہوئی دھب دھب والی (ریل گاڑی)

اُسکے پرُزے غُصے سے کھڑ کھڑاتے ہوئے آرہے تھے

حُقے کی طرح اُسکے دھوئیں سے آگ لپک رہی تھی.

چکنی پٹڑی پر سرپٹ دوڑتی ہوئی آرہی تھی

دھما دھم بازو پھیلائے اُڑتی ہوئی

تھوتی جھاتی کالے پرزوں کے ساتھ آتی ہے

حکمت کے ساتھ ہم بھی ڈھال جیسا ایک دھکا دیں

خداوند تعالیٰ کے عہد و اقراروں کے ساتھ

اپنے بادشاہی سر سے آس کو ٹالوں

میدان جنگ کے شہسواروں کی طرح کڑکتی ہوئی اور

اربدا ناں ساونڑی گرِوخاں
ایررِشا ناں گھٹئی نوڑاں
نین کر ماسہوان ءِ شتوں اوڑا
اوڑ گوڑ تمبو آں امام الغا
دوسرو اسینگاں قضائیغاں
سنگتی ءِ گوں ہر چھیارِیناں
یار کھڑوِ یاں ماں جاگو لینا
شیر خمار اگوں رختغیں عین ءِ
ثیبتی ءِ گوں داشتغیں دین ءِ
ماں دے چھوں مجنا گنوخ سالاں
پھرشو سے دیدار حوالداراں
رحمتاں رب الغا امیدواراں
گوستغاں پیغمبر سوا لکھیں
ہر دو مہند انی عہد وَ یکھیں
رب رنگانی رختغیں کھٹیں

جھلاتی ہوئی ساون کی بجلیوں کی طرح آئی

آگے بڑھتی ہوئی تنگ گھاٹیوں کے بادلوں کی طرح

اب کہ جب ہم سہوان پہنچے

وہاں اماموں کے خیموں کے قریب (یہاں امام سے مراد سید جلال بخاری، غوث بہاؤالحق ملتانی، بابا فرید شکر گنج، یہ تینوں بزرگ قلندر شہباز کے ہم عصر اللہ دوست تھے، ان کو چار یار کہتے ہیں)

قضا دو سروں والے اژدھے کی طرح ہے

ان چاروں کے بین بھی ہمراہ ہوں

جب یہ چار یار تہجد کیلئے بیدار ہوتے ہیں۔

اپنی سرخ اور خمار والی آنکھوں کے ساتھ

ثابت قدمی سے اپنے مضبوط قبول کئے ہوئے دین کے ساتھ اٹھتے ہیں

میں مثل مجنوں کئی برسوں سے دیوانہ ہوں

اور تمہارے دیدار (چار یار) کے انتظار میں

میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا امیدوار ہوں

سوا لاکھ پیغمبر بھیجے ہیں

دونوں جہاں کا ایک ہی قانون پر فیصلہ ہوگا (یعنی قرآن پر)

رب کی قدرت سے رنگا رنگ چارپائی کی طرح قسم قسم کے انسان ہیں۔

بارمان راستی چنبو پھکئیں
شترین گھوٹانی مُلاقاتیں
پھکعان باغ بر ہمو ذاتیں
یاعلی شیرءِ بہادری حقیں
اُمت والی محمد پاکیں
ابلیس آر جھیڑو جھاکیں
پھاغ محمد آر مبارکیں

دائیں ہاتھ پر (اصحاب یمین) انکے نیک اعمال ہیں

خوبصورت دولہوں کا (مومنوں کا) قیامت میں ملاپ ہوگا

اس دنیا میں باغ بک جاتے ہیں ہر قسم کے میوے سے (یعنی نیک اور بد لوگ اپنے اعمال کے ساتھ جائیں گے)

بہادری حضرت علی اور شیر کا حق ہے

تمام امت کا والی محمد پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں

ابلیس کے ورثہ میں جنگ و جدل آیا

تاج یعنی سرداری محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مبارک ہو

نمبر ۱۰

بلوچی

پھیری پھیر ہیو اسنے من کا ختغاں
رستراتی کوہ نہیں کھوراں
دم دے ترنچاں میر گھٹااوداں
ساونڑی بیگاں پستگیں نوذاں
ماراگوں گڑدیں ستل ءِ میڑاں
زر کتہ گرنداں توذلیاناں
ماڑے پہ اولوہاں نہ چھپاناں
بروں ہمو داکہ جیمغاں ہیری
ہتھیار رہو ندی بنت سلح میری
منہ گوڑ گڑدین ستمل ءِ لوغا
تھیمٹرواں غونی گیافینا
وہم کھشا تنکراہاں شتادیں ناں
قول کھشا چہاری آں چھپا رنیاں
بادشا مالوم بیٹھ منان تخت ءِ

Scanned with CamScanner

ترجمہ

میں ایک بیابان سے گزرا

دستِرانی پہاڑ کے دامن اور دریا سے گزرا

میں نے کچھ دیر آرام کیا. اور گرد و نواح کا ملاحظہ کیا

ساون کی شام والی گھٹائیں

مجھے خوبصورت سمو کے ساتھ یکجا کریں

بادلوں کی گرج اور ان کی دوڑ نے مجھے گھیر لیا

ہم بھی پیچھے نہیں. بارش میں چلتے گئے.

اُدھر چلیں جہاں ہماری موتی نما محبوبہ کا خیمہ ہے

میں بھی اپنے شاہی ہتھیاروں سے مسلح تھا

میں سڈول جسم والی سمی کے نگر کے قریب آن پہنچا

جو اک بہت بڑی شاداب سرزمین پر واقع ہے

تیز رفتار تنگیرسنے نے چاروں کونے چھان مارے

اور وہاں سے میری اور سمو کی آنکھیں چار ہوئیں. اور ہم نے آپس میں محبت کی باتیں کیں

بادشاہ جو تخت پر بیٹھا ہے. جانتا ہے

پکھئیں باغ پہ طالع وبخت ئے
ھر کدیں جبائنز وسرمانی
پھونزماں دُرائی جاگھا بیاباں
دوشی واوھا آختہ دودادرمیان
اشکتوں ٹھوئکے بیڑتھا کاہاں کافراں
ڈیہہ پرائی ٹیں ماکھے اش حال گراں
مار اللہ ہو۔ یاعلی۔ یاتیں
اڑ پھذادوست ودژمناں تاتیں
تھاگڑ اگڑدیں سٹئل ئے بیلی،
نیں گنوخ پیریں اسپہانی گوشتھ
مست مروشی باپچھیں سندھ ئے
گوڑامام بخش وجعفراں رندا
یاگوڑے چوٹی ئے وہ دُنگھیں
گوڑجمال خاں زرہ بندیں
اورگوڑعالی پوتروین ہوتاں

کھپکے ہوئے باغات کے میوے قسمت والوں کو ملتے ہیں
جو مقام پہلے مقرر کیا گیا تھا
وہیں وہیں آکر جمع ہوئیں
رات خواب میں دوداؑ میں نے دیکھا
کہ میں نے سنا ہے کاہانؑ کو کافروں نے گھیر لیا ہے
اب وطن بیگانہ ہو گیا ہے دوست کس سے حال پوچھوں
ہم اللہ اور حضرت علی کو یاد کرتے ہیں
دشمن اور دوست کی مجھے اچھی تمیز ہے
نہ جانے خوبصورت سمّو کا دوست کہاں ہے
میں پاگل نہیں ہوں جو اس کی تلاش اصفہان میں کروں
مست آج شاداب سندھ میں قیام پذیر ہیں
امام بخشؑ یا جعفر خانؑ کے پاس
جب میں جوٹی کے علاقے میں رہتا تھا
زرہ بکتر توڑنے والے جمال خان کے پاس
اور بہادر عالی کی اولاد کے پاسؑ قیام پذیر تھا۔

---

(۱) دودا خان مری قوم کا سردار تھا۔ یہ سردار مبارک خان کے لڑکے تھے۔ سردار دودا خان کا انتقال ۱۸۳۲ء میں ہوا۔ ان کے بعد ان کا لڑکا دین محمد سردار ہوا
(۲) کاہاں مری علاقے کے ایک قصبے کا نام ہے اور مری قبیلے کے سردار کی جائے رہائش چلی آتی ہے
(۳) نواب امام بخش خان مزاری قوم کے سردار تھے
(۴) جعفر خان کندھ کوٹ (ضلع جیکب آباد) کے قریب ایک گاؤں میں رہتے تھے اور اپنے قبیلے رند کے سرکردہ تھے
(۵) بیر عالی بھمبڑ وند میر چاکر اعظم کے دور کے ایک بہت بڑے مشہور سردار تھے۔ ان کے قبیلہ اور اولاد کو بیر عالی کہتے ہیں۔

شیر جمالاں نگریں ہوتاں
بانگی سڈوائے صاحوے بیٹھا
مہتراں پیشی کمر بستہ
نوکراں سرکارۓ حکم چھونشیں
ممبراں پہ میز لیں راہے
گرگراں کھایاں مسادنی راہاں
کھاختوں کچھی لدھریں شہرا
دیرو بازارۓ گردوں بہرے
میر جمال خاں گوں چاکری شانۓ
بیاؤ بیاتے میر بلوچانی

بیا منی ماڑیۓ بچن شیراں
بھاچھ ہچیۓ نوے بیراں
کنجری آں مہشریں موران
کنجری موراںۓ بھرا لشکاں
کھے رُذاتہ چھو چھارڈہی ماہۓ

بہادر جمال خان کے پاس میں قیام پذیر تھا

مجھے صبح سویرے حاکم نے بلایا

معتبر لوگ اس کے پاس جانے کی تیاری کرنے لگے

انگریز سرکار نے اپنے نوکروں کو ایسا ہی حکم دیا

اور تیار ہو کر طویل رستہ پکڑ لیا

آندھی بگولوں کی طرح پگڈنڈیوں کے راستے چلے آ رہے تھے

ہم ایک شہر میں پہنچے جو کھجور درختوں سے گھرا تھا

یہ تھا ڈیرہ غازیخان کا بازار اور شہر ہم نے ہتیہ کیا کہ اپنا حصہ اس سے لیں گے

میر چاکر اعظم جیسی شان والے میر جمال خان لغاری نے

مجھے خوش آمدید کہتے ہوئے کہا کہ ۔ بلوچوں کے امیر آؤ

آؤ میرے محل میں اور اپنے شعر گاؤ

تجھے میرے ہاں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوگی

طوائفوں میں توران بہت مشہور ہے

توران طوائف تمہیں بخش دوں گا

وہ طوائف چودھویں کے چاند کی طرح چلی آئی

گھمبران آں چھون تھاہی نوذاں
چھاٹ دا خشبوئیں کھتوری آں
گونیں گوں سونہائیں اُمالی آں
مست تھئی آں تھی نواں کھسی،
نیم شفء پھاٹاں تھرالیودائیناں
اَرغ پھذی رَندانش رہائیناں
گاج کھنت مست کھوکھری گرندی
اوسنی سرداراں قوی ہیناں
زورمناں کوٹھی آں مہ تھنکھارے
دل گریں بھنگاں نہ پی آرے
ستموءِ عہد مناں لبتیءِ گوناں
پہ دیرءِ گندیں عادتیں رقاں
ستمو تھئی عہداداں نہ بھوریں ناں
بھسہ دیرءِ وڈگی آں لغوریناں
دوست ہماں آں کہ جاںذی دستاں

ساون کے بادلوں کی طرح مٹکتی ہوئی آئی

اپنی زلفوں کی خوشبو کو بکھیرتی ہوئی

اپنے خوبصورت لمبے گیسوؤں کے ساتھ

اور کہنے لگی مست میں تیری ہوں اور کسی کی نہیں

آدھی شب کے لمحوں میں تجھے بہلاؤں گی

تجھے اپنا وطن جانا بھول جائیگا۔

اس پر سفید بادلوں کی گرج کی طرح مست گرج اٹھا

او میرے طاقتور سردارو

مجھے زبردستی سے طوائف کے ساتھ کمرے میں بند نہ کرو

زبردستی مجھے دل کو قید کرنیوالی بھنگ نہ پلاؤ

سمّو کے عہد میرے ساتھ باندھ کے رکھے ہوئے ہیں

ڈیرہ غازیخان کی فاحشہ عورتوں کیلئے

میں سمّو سے کیا ہوا عہد وفا نہیں توڑ سکتا

ڈیرہ غازیخان کی بزدل و بدکار طوائفوں کیلئے

دوست وہ ہیں جو دائمی دوست ہیں

سومری چہار روشنی نہ پادار ان
کنجری آنی چہار شفی خوونقان
اے بلاں باہنی بان مری آنی
پہ سمّل ءِ مُستاغری نہ بشکانی
سمّل مئے شیشا ءِ سے شرادانی
گورغیں سہروا نے ڈغنارانی
قدحیں چھمانی غُلامانی
سڑدا ئر ءِ کو سنجی لمے ماں کھنان سوالءَ
دے منان جلدیں اڑ گھوڑوا لوڑلے
ماں سر ءِ ابندان شدّ وے مُہلے
بانگواہے ریشانی صدیں زوّاران
پھُروئی ماں اُرغونان جتیں یاران
سائیں ایر نگیں کا رنتھ گوں دست سڑوادان
سمُّل گوں سہران سیر کھنا نیھتیں
طوق علی مست ءَ دیا نیھنتیں

دنیاوی شان وشوکت چار دن کے ہیں

طوائفوں کی زیبائش ورونق چند دن کی ہے۔

بہتر یہی ہوتا کہ یہ طوائف مریوں کی کنیز ہوتیں

سمّو کی طرف سے خوشخبری لانیوالے آدمی کو یہ طوائف بطور تحفہ دینا سمجھا ہوں

میری سمّو شراب کی بھری ہوئی بوتل ہے

میدانی علاقے کے گورے ہرن کی طرح ہے

اسکی کٹورے جیسی آنکھوں کا میں غلام ہوں

سردار (میر چاکر خان لغاری)، تو سخی ہے۔ میں ایک سوال کرتا ہوں

تو اپنے لشکر میں سے ایک گروہ مجھے دے

میں بھی اپنے سر پر ایک بہت بھاری پگڑی باندھوں گا۔

کل میں سو سواروں کے ساتھ حملہ کروں

بگٹی قبیلے کو میرے ساتھی پہاڑوں کی کھائیوں میں دھکیل دیتے

حضور ایسے کام سردار ہی کر سکتے ہیں۔

سمّو کو سونا و دیبا پہنا کے شادی کرواتے

پھر طوق علی مست کو سمّو بیاہ دیتے

دے ایر نگے کار بنجھ گوں سٹرداراں
سمتورۂ راہاں مدح دا ربے
ترمیٹھ ٹوں مسکانی ملنگ ہوتیں
زی بہار رخاں ماں چھرغاں دیشا
بیا کہ مڑدی ءِ ھتراما نیں
بیا تعیٔ دوست ءِ بھل پھیغا میں
سمّل ءِ شہر چھم پریشانیں
ما اژ سلطان ءِ سلام گیتھہ
ژہ سرور، در بار ادریائیں ناں

یہ کام سردار ہی سرانجام دے سکتے ہیں

سمو سے میرے عشق کے مراسم کا خیال رکھنا چاہیئے

میری ملاقات بہادر فقیر سے ہوئی

کل بہار خان کو میں نے پھرتے ہوئے دیکھا

آؤ اگر تم میں کوئی جوانمردی ہے

آؤ تمہیں تمہارے دوست کے خوشبو والے سلام دوں

سمّل کی سرخ ڈوروں والی آنکھیں تمہارے لئے پریشان ہیں

پھر میں نے سخی سرور (پیر) کی سلامی دی

اور اس کے دریا جیسے سخاوت کرنے والے دربار سے دعا مانگی.

اور واپس اپنے علاقے میں جانے کی رخصت لی.

نمبر ۱۱

بلوچی

مالکیں اللہ قدرتی کاران کھنے

گوار بیھی نوزاں سوز کھنتھ بجر زمین بران

سندو واو سیران گوالے من سمو باندوان

بانگہا صحوی بستغاں عرشی کھو کھران

اے ہماں عرشی کھو کھر و لہراں ریتغاں

مالک ءَ داشتغاں دفتی سنگ و قدرتاں

نوز گوار نتھ بیھر موسماں پھذ گردۓ کھتاں

سمّل ءَ پیغام آرتھغاں عرشی زہیراں

آختغاں پیغام گوں ہمے ہنبلوئیں سلام

من ترا سیوی ءَ اوّد باد راہ ءَ ستنبراں

چیاری روشءَ ماں کھوریھجی ءَ آختغاں

کھوریھجی ءَ پہ ڈھاڈرءَ پاذین ءَ گزاں

آختو سمّل ءَ کوہیں باندواں اشتاتغاں

کچر شاخ ءَ آختغاں پھانبھ ردتھاں

ترجمہ

مالک اللہ کے عجیب کرشمے ہیں

بادلوں سے بارش برسا کر بلند چٹانوں کو سرسبز کرتے ہیں

سندھ کی شادابیوں کو ستمو کی پتھروں والی الماری پر برسائیں

کل صبح سویرے قدرتی بادل چھا گئے۔

یہ وہی آسمانی سفید بادل ہیں جو لہروں میں پڑ گئے

مالک (اللہ) نے اپنی قدرت سے قائم رکھے ہیں

بادل برستے ہیں میں ستمو کیلئے واپس لوٹ جاؤں

ستمو کے پیغام آسمان سے موسلا دھار بوندیں لائی ہیں

خوشبودار سلاموں کے ساتھ پیغام آئے

میں سبی سے یاد داراہ کی طرف جانے کیلئے تیاری کرتا ہوں

چوتھے دن میں ناڑی ندی کے قریب پہنچا

ڈھاڈر کے بائیں جانب سے گزر کر بجی ندی پر قدم جمائے

میں ستمو کی پتھر والی الماری کے پاس آکر ٹھہر گیا۔

پھر شاخ سے ہوتے ہوئے بجا نبھور کے علاقے میں پہنچا

سبی کے شمالی جانب ہرنائی لائن پر ایک جگہ کا نام ہے۔

مہر اللہ خان ءِ گوانکھ جتو گڑ دیتھا منان

سمّل ءِ پیغام گو تھوں نہ بوئیں سلام

تھہ برو ہلکان گو تر ہمے پھِروئی گھوڑوان

من رواں سٹر دار نیلاں منان پھِروئی چھِر غا

گڑ تھتغاں ماں گوں وشی خوشی ایں دل ءِ

روح ءِ موجانی سمّل ءِ لحانی غمان

بیثغاں پدھر نہ اشتغاں پھِروئی گھوڑوان

اندھو ودان سمو تھی لحمیں غمان

دیدغاں کھور بیتھ پہ شف ءِ شہر نِ بزاں

حق دوستی ءِ گندے مٹے دلا ؟ ؟

گڑ تھتغاں من کہ نشتغاں بُرزیں ڈبر ءِ

یک وخام ءِ ماں بانکھ ءِ چھاری بیثغاں

سمو لڈانا پیہی ماں ارغونی گراں،

دگ دیرہ بیثا یا خداوند مس چھوں کھناں

بادشاہ پیر کھیرہ سہری ءِ گو آنکھ جناں

مہر اللہ خان[1] نے آواز دیکر مجھے واپس بلایا

انہوں نے کہا کہ سمو کے پیغام خوشبودار سلاموں کیساتھ میرے پاس ہیں

تو (مست) پھروئی قبیلے کی جائے رہائش میں جا

میں جاؤں گا سردار مگر مجھے پھروئی وہاں پھرنے نہیں دینگے

میں وہاں (سردار سے) خوشی خوشی واپس ہوا

بے قرار روح کو سمو کے خونیں غموں کو ہمراہ لئے ہوئے

میں جب نمودار ہوا۔ تو پھروئیوں نے ٹھہرنے نہ دیا۔

سمو کے خونی غم و آہوں کے طوفان میں ڈوب گیا

آنکھوں سے (پھروئی) اندھے ہوں۔ تاکہ رات کو راستہ نہ دیکھ پائیں

حقیقی دوستی ہے۔ جو میرے دل سے ثابت ہوتی ہے

میں واپس لوٹا اور ایک بلند چٹان پر بیٹھا رہا

تھوڑی دیر میں مالکہ (سمو) کے انتظار میں بیٹھا رہا

سمو بلند چٹانوں کے درمیان جھومتی ہوئی داخل ہوئی

اس نے دور کا راستہ لیا۔ اے اللہ میں کیا کروں

میں نے غوث پاک اور پیر شہری کو یاد کیا۔

---

(۱) سردار مہر اللہ خان مری قوم کے سردار تھے ماہ مارچ ۱۹۰۲ء میں ان کا انتقال ہوا۔

اُے ہماں مڑدیں کھٹے گوڑ ثی سُوزیں لافن ءَ

دُلدُلءَ زواریں کموفغءَ گوں نی ذُلفقار

کلموءِ داتو سٹلٹوں ارغو نی گرا

ماڈے کھمان داشتہ مارجیریں گور شما

دیر پھغءِ ماتو بانکءَ رکھ اللہ کھُشہ

چہ نو وے بدنام گوڑ ثی جیڈی امراں

حق دوستیءِ وش خدا اشر مندغ نخاں

یہ (غوث پاک) وہی ہستی ہیں، کہ اپنے سبز گھوڑے پر آیا کرتے ہیں
اور کندھے پر ذوالفقار لٹکائے ہوئے دُلدل پر سوار ہیں۔
میں نے کلمہ شہادت پڑھ کر بلند چٹانوں پر پھونکا

ہم نے بھی وہاں جلد پہنچنے کی کوشش کی، کہ ہماری خیریت اُسی دتمو اکے ساتھ ہے
ہم ایک دھماکے کی طرح قریب پہنچے، تو تمو نے کہا، خدا تمہیں بچائے۔
تو کبھی اپنی سکھیوں میں بدنام نہیں ہو گی
اللہ تعالیٰ سچی دوستی کو بدنام نہیں کرتے

نمبر ۱۲

بلوچی

پھیری من باغار اتڑو گھیراں سمبراں

منجھر اکھور گوں گدار یاں گوستغاں

حاجی پہ حج ءُ ستمل ءَ دیدار کھناں

پرتھئی عیناں باز زہیر عجنوں بیثغاں

بیگہاں کھایاں گوں زری سندی کیبراں

لنڈی ئیں کھنڈدی دست جنتھ سندءَ پیتڑاں

آختغے دیما من وثی ریتاں رثاں

موت پہ مرداں حق ئیں و شرمندغ نواں

ہر کھشہ دوست ءَ دائمی مست آر کلام

اژ ہما وختہ دیشہ ما ستمو ءَ سلام

میری ہتھیاراں گوں کھلیر لام کھناں

سنجان ءَ ستمو گندی گوں آسکی کجلاں

لہر مارانی لیٹھ سنتھا آنگریں تھفاں

گوانجھ جثا میرءَ چھو بیا دلدار چھلگری

ترجمہ

پرسوں میں باغار(۱) ترٹ کی گھاٹیوں میں روبہ سفر ہوا

منجرا کی ندی سے ہم اور مسافروں کے ساتھ پار گزر گئے

حاجی حج کیلئے روانہ ہوئے، میں ستمو کا دیدار کروں گا

تیری آنکھوں کیلئے بہت اداس اور دیوانہ ہو گیا ہوں

مضبوط زرہ بکتر بند پہنے ہوئے راتوں کو آیا کروں گا

میں ستمو کا زرد منکوں والا چھوٹا ہار توڑ دونگا۔ اس نے اپنا ہار نکالا اور
اپنے سندھی جھمکوں کو ہاتھوں سے چھوا۔

تم جب سامنے آؤ گی، تو میں اپنے تمام رواج و روایات کو پورا کرونگا

موت جواں مردوں کیلئے شان ہے۔ میں اپنے آپ کو شرمندہ نہیں کروں گا

جس وقت دوست (ستمو) مست سے ہمکلام ہوئی

اس وقت سے ہم نے ستمو کے سلام دیکھے

میں اپنے امیری اسلحہ کو کرینہ(۲) درخت کے ساتھ لٹکاتا ہوں

میرے ساز و سامان کو ستمو اپنی کاجل نما ہرنی والی آنکھوں سے دیکھتی ہے۔

سانپ کی طرح بل کھاتی ہوئی لہروں نے مجھے اس بخار کی طرح آگ لگائی
جسمیں ہر وقت تشنگی رہتی ہے۔
امیر نے دلدار جھاگ کی نے کو ہلایا۔

(۱) ایک پہاڑ کا نام ہے
(۲) [illegible] ... درخت ... ہے

مست پہ میٹرو منتاں سرحال نہ دی
پھچتئی ستمو تکتئی لاہور ءِ گلی
آختہ دلدار گوں نی مست ءِ منڈی
سائیں مڑدو مے مجبوئیں پہ راست ءَ گندغا
دل منی ءَ شی کراڑ ہمیندا ناں ہو کھناں
ہار کھنڈیاں من دی گوں دو شکے کھناں
یبڑے جھکے کرھیگیں ستمو ءَ گشتاں
روش پیشیں ءَ من اڑ چوٹی ءَ گوستغاں
پھیش بام ءَ شہ سرور ءِ محلاں آختغاں
حدم ءِ دیا کہ شہر لیتنگ صوبہ اں
سار کھنڑا لوکاں گوں کچاوہ ءَ گنگراں
زوار نتھہ سیر سہت دیم چو سہریں تھنگواں
تھہ گُشے بچھے استنتھو لال ءَ دُروشماں
پیر محب شاہ ءِ تربت ءَ مہاں بیثغاں
پیر مہماناں دامن ءَ شیرو شکھلاں

مست لوگوں کی منت و سماجت سے عقلمند نہیں ہو سکتا

سمو اس کو مل گئی اور اب اسکی نگاہیں لاہور کی گلیوں پر مرکوز ہو گئیں۔

دلدار آ پہنچا مست کے سامان کے ساتھ

اس نے کہا سائیں مست کے دیکھنے کیلئے ایک شخص دیوانہ ہے

میرا دل کہتا ہے کہ میں یہاں سے نعرہ مستانہ لگا کر جاؤں

بڑے اور چھوٹے گلے کے ہاروں کو میں ایک درخت کیساتھ ٹانگ دوں

ایک دفعہ ٹھہر جاؤ۔ میں سلیقہ مند سمو کو کہوں

ظہر کے وقت میں چوٹی کے مقام سے گزرا

صبح صادق سے پہلے میں سخی سرور کے دربار میں پہنچا۔

دربار کے سامنے امیروں نے ڈیرہ لگایا۔

اور انہوں نے اونٹ کجاوہ ساز و سامان کے ساتھ تیار کیا

اور سوار ہوئے دولہوں کی طرح اپنے سنہری چہروں کے ساتھ

جیسے کوئی کہے۔ کہ یا قوتی شکل و شباہت والے ہیں

پیر محب شاہ بخش کے مزار مبارک پر ہم مہمان ٹھہرے

پیر کا میں مہمان ہوں۔ کھانے کیلئے دودھ اور قند دیتا ہے۔

دوُر داری آن شنز ثورَبۓ رحمتان
وحش دل ود دھشمالاں وَثی کھڈو کیلہاں
بگیھاۓ پیرۓ ڈھرا گوڑ بھتہ نیساوُ
سرا شیہانی واغ جہانڑایاں چھکشہ
چھکے میہاں کہ پاردلیٓ ۓ رواں
ماوَثی وست بیرق گوں پھلاں سپتغاں
مارھئے دوست ۓ چھبکانی تاورنگاں
پارترا میلنیتہ گندنوآں گِند نتھے عنلیظ
حاکمی ڈیہا قتل بندیں صاحبی
سُموطوق ھلی بیڑا اشرط بیڑی ڈبری
بی بی ۓ بچّیاں کھنٹہ عشق ۓ اُمتی
مست گشنی درود و سوبشہ دگاہ ڈہی

بہت آسودہ حال ہوں۔ اور برس رہی ہیں۔ مجھ پر اللہ کی رحمتیں۔

میں اپنے ماحول و پہاڑوں کی وادیوں میں مگن ہوں۔

رات کو پیر کے جنوب کی جانب نیسا وَ[1] کے علاقے میں بادل برسے۔

ملاحوں نے بادبانوں کے رُخ ٹھیک کئے۔

ملاحو کشتی کو کھینچو کہ میں دہلی پار ہو جاؤں۔

ہم نے اپنے عصا کو آراستہ کیا جھنڈیوں اور پھولوں سے۔

ہم بھی اپنے دوست کے چابک سے بیدار ہوتے ہیں۔

اُس طرف تجھے نہیں چھوڑینگے۔ دیکھ خبردار کہیں وہاں تجھے جھول دیکھ نہ لیں۔

علاقہ سب قبضے میں آچکا۔ قتل بند کیا انگریزوں نے۔

ستمو طوق علی کا بیڑا لپیٹ میں لائیگا پہاڑوں کو۔

حضرت فاطمہ الزہرا کے لال اپنے اُمتیوں میں سے عشق جیت گئے۔

مست فرماتے ہیں۔ کہ رحمتیں اور فتح اللہ پاک کی درگاہ سے نصیب میں آتی ہیں۔

---

[1] مری علاقے میں ندی کا نام ہے۔

نمبر ۱۳

بلوچی

یات نوں اللہ مرشد کمیٔت مُٹے واہڑو

دریۃ مَن تھو بھتر کنتھ معتنائیں گنداں

چیڑنت گوں مسکاں لونگ عطراں

طوق علی مست ئے شیر انتھ گوں راجی واڑہاں

ہر کھسے شیراں ئے گشیت مست ئے قصہاں

درست گناہ معاف بنتھ ماں خاوندئے درا

شہ مُرید گوانکھ ئے آختغنتھ صوب ئے بیگہا

بانگہاں زلانے شوے دعا آمین بیتغنتھ

بیتغنتھ آمین عالم و جگت ئے دیتغنتھ

جگ محتاج این گال مئے آمین بیتغنتھ

گال مئے آمین گشتنتھ شاہیں قادرئے

گہکراں لاکڑا بستغاں بشامی جنڑاں

گوں بنتھ گرند میشرا چھوں لوڈی گنڈغاں

دوست ئے بہرز بنتھ ماں ہیری اڑہاں

نمبر ۱۳

ترجمہ

اللہ تعالیٰ مجھے ہر گھڑی یاد ہے۔ اور مرشد میری مدد کو پہنچتا ہے۔

دیکھا میں نے سمتو کو ریشمی لباس کے ساتھ جو زمین سے چھو رہا تھا۔

گیسو اور زلفیں مشک اور لونگ کے عطر میں لبسی ہوئی تھیں۔

مست طوق علی کے شعر قبائل کے سرداروں کے پاس ہیں۔

جو اُس کے اشعار کہے گا۔ اور مست کے قصے بیان کرے گا۔

تمام اُس کے گناہ معاف ہوں گے، خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں۔

شہ (شیخ) مُرید میری پکار پر صبح و شام آتے ہیں۔

آگے چل کے تمہیں معلوم ہو گا۔ تمہاری دعائیں مستجاب ہوتی ہیں۔

مُستجاب ہوں گی۔ اور تمام عالم دیکھے گا۔

تمام دنیا محتاج ہے۔ میرا کلام قبول ہوا۔

عرض میری قادرِ مطلق نے پوری کیں۔

سفید بادل بلند ہوئے۔ اور ساون کے بادلوں کی طرح چھا گئے۔

گرج کے ساتھ وہ نیچے اُتر آتے ہیں تیز رفتار ہرن کی طرح۔

دوست اپنے بہترین ساز و سامان کو بارش سے محفوظ رکھینگے۔

ہوڑے ملکھانی اتغنتھ عرشی بہرشتغاں
ہموگوں حوراں نشتہ من طوبیٰءِ جنءَ
کوثرءِ آفاں نوش کنتھ نوذءِ پیالوان
پیالوءِ نوذءِ ایر نتھ پہ مستءِ نیتءَ
کونجل قطاریں ہمو پہ زمیں لڈغاں
کورچ گرانکنتھ سئی کنتھ لڈو حسین جنءَ
مست مروشی گو لگنتھ سندھءِ آلکھاں
گوڑی سندھءَ تھتی بدل پیدا الوزی
گڈ کنتھ مست کہ تھذڑی ڈیہاں انتھ زہیر
ہوڑ گوارنتھ کہ آف پہ کھوراں بیتھ
آختغنتھ ملک کہ ہستیءِ احوالاں ڈیتھ
پہ ہموءَ بازبیثغاں شیدا او زہیر
جنتی باغاں آمتی سکاروان بیتھ
نیم گوں حوراں نشتہ و شربت ڈہیتھ
نیم ملاانتھ حال ہر گوں نش من دفءِ

خبر دی ہے مجھے زمین اور عرش کے فرشتوں نے
سمّو (جنت میں) درخت طوبیٰ کے نیچے حوروں کے ساتھ
بیٹھی ہوئی ہے۔
آبِ کوثر وہ نور کے پیالوں میں نوش کرتی ہے۔
ایک پیالہ نور کا مست کے لئے بھی رکھا ہوا ہے۔
کونجوں نے قطار باندھی ہے۔ تاکہ نقل کریں سمّو کے خوش اندام
جھومنے کی۔
کونج اپنی بولی میں آواز دیتی ہیں۔ تاکہ ڈھونڈلیں نزاکت والی
نازک اندام حسیناؤں کو۔
مست آج گھوم رہے ہیں۔ سندھ کے دُور علاقوں میں۔
سندھ میں تلاش کر رہا ہوں۔ تاکہ تیری ہم شکل پیدا کروں سمّو
ہر چند ڈھونڈنے سے تیرا بدل نہیں مل سکتا۔ تجھ جیسا کوئی نہیں۔
سندھ سے بھاگتا ہے مست ٹھنڈی پہاڑ کی طرف۔ جہاں کہ
اُس کے غم و سوگ کی کہانیاں موجود ہیں۔
بارش برستی ہے۔ ندیوں میں طغیانی آتی ہے۔
اور چلے آئے فرشتے۔ کہ مجھے سمّو کا حال دیں۔
میں بھی سمّو کے دیدار کے لئے بہت شیدا[1] و اُداس ہوں۔
جنت کے باغات میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی کاروان
در کاروان داخل ہوں گے۔
اُن میں سے نصف حوروں کے ساتھ ہم نشین ہوں گے۔ اور نورانی تخت
اُن کو ملیں گے۔
اور آدھے عالم ہوں گے جن کی زبان پر ہر قسم کا علم ہوگا۔

---

[1] یہ غزل حضرت مست نے سمّو کی وفات کے بعد کہی ہے۔

وَ انتیش سی جلدیں قرآن دردش مَن وِلی ءَ
نوزی جکّا نتھ من حضورءِ مار کھوان
وا ثغیں دست گل شہرٔی اسپاں سوار نتھ
اَسپ اِش دِر کنتھ بار غیں راہاں پار نتھ
بہشت ءِ باغاں گوں جنتی حوراں نیاد نتھ

قرآن کے تیس پاروں کا علم اُن کے دل میں جاگزین ہے۔

نورانی بادل اُن کے سر پر سایہ کرینگے۔ قدرتی رکھوالوں کے ذریعے (یعنی فرشتے)

سخی لوگ تیز رفتار اور شیر جیسے گھوڑوں پر سوار ہوں گے۔

اُن کے گھوڑے پار ہوں گے۔ باریک راہوں سے (یعنی پل صراط)

بہشت کے باغات میں حوروں کے ساتھ ہم مجلس ہوں گے۔

Scanned with CamScanner

نمبر ۱۴

پُلوچے

کاغذءِ آختہ ہزاریں لکھ و پڑا ں

پیرک موت گو نتھی گزینءِ سلام

کسءِ پہ سویاں پیرکءِ ستوءِ غمان

شاہو نہ گنداں کہ ہر ڈوئیں براہندغاں

نیک و بدکارءِ بی ثغاں جند دست و پذاں

چپ و رپے است ئے ہان داڈئیں بالاد نگھراں

روش پیشیمءِ ماں پہ بہو سمبراں

یا الٰہی دَے مناں مُرگی بانزراں

بانزراں لانچھاں شکری شیموشءِ دیاں

روش نماشاماں مانزرک بندءِ آختغاں

پلوے ماخ پلوے کاندھی آختغاں

یا الٰہی پچھے گناہءِ آکھیتغاں

ہر شنیشیں براثماں من شثو یکھےءِ بشیغاں

تھئی دستءِ آنہوءِ کھئی گور فلیں کھلءِ ایر کھناں

نمبر (۱۴)

ترجمہ

ہزاروں لفظوں کے ساتھ ایک کاغذ آیا،
بیبرگ[1] کی موت کی خبر کے ساتھ گزین (سردار مری) کے سلام تھے۔
کسی کو خوشخبریاں ملتی ہیں۔ ہم بیبرگ اور سمّو کے بھاری غموں میں پڑ گئے۔

بیہو پہاڑ دور ہے۔ دونوں دوستوں کو دیکھ نہیں سکتا ہوں۔ (یعنی بیبرگ اور اس کی بیوی)
اپنے کئے ہوئے کارناموں سے اچھے اور بھلے ہوئے۔
دائیں بائیں دونوں طرف بہت بلند پہاڑ ہیں۔
وقت ظہر بیہو پہاڑ سے میں نے جانے کی تیاری کی۔
اے اللہ مجھے پرندوں کے سے پر دے۔
میں پروں کو سنبھال لوں۔ اور ایک باز کی طرح جھپٹ مار کر اُڑ دوں۔
صبح سویرے میں مانڑک بند آ پہنچا۔
ایک طرف میں آ پہنچا۔ اور دوسری طرف جنازہ اٹھانے والے حاضر ہوئے۔
اے اللہ میں کس عذاب میں مبتلا ہو گیا ہوں۔
ہر چھ بھائیوں میں سے میں اکیلا رہ گیا۔
تیری سرود کو کس کی زرد جگی میں رکھوں۔

---

[1] بیبرگ ست طوق علی کے بھائی تھے۔ بیبرگ اور اُن کی بیوی نے ایک ہی دن خودکشی کی

پیرک آنہو ءَ کوہ کھـڑمی ءَ ایر کھناں
مَلِخ وَ جِتیناں کھر گزدِ لگوش کھناں
دست ہتیاراں ٹانگ جناں وُ پاکھناں
قادری خواجہ گارجناں اَتھُیِ اَنا مَتاں
موت روش بیشہ بیارت پیدا رش مَناں
سمّل ءَ سیغ آں سندھ چو میشاں گار کھناں
بادشاہی سئے چھار سال بنا سند ءِ سیل کھناں

پیرک کی شرود کو میں پہاڑ کھڑی پر رکھوں۔

فرشتے اس کو بجائیں گے۔ اور گدھ اس کی آواز پر کان دھرینگے۔

تیرے ہاتھ کے ہتھیاروں کو اکٹھا کر کے دریا میں امانت رکھتا ہوں۔

اے خضر علیہ السلام تو اس امانت کا خیال رکھ۔

میری موت کے دن یہ ہتھیار مجھے دوبارہ دکھا دینا۔

سمو کے سوگ سندھ کے زرخیز اطراف میں گم کر دوں گا۔

بادشاہوں کی طرح تین چار سال سندھ میں سیر کروں گا۔

نمبر ۱۵

بلوچی

شُتر اکھو لوا الغی بیثا

مار ماں سندھ ءَ رُلغی بیثا

لاری ماں گنڑاں شنگغی بیثا

دیم پہ سندھ کیچھاں داثیئی

پھر موالی آں سندھڑی جوانیں

کہ آئت بازیں بھنگ ارزانیں

کھوفع وگیڈاں دِیاں شُومری

بوں ءِ گوں جاداں بستی آں لونگانی بھُری

مار گوں میلاں ہر دم ءِ گیراں کہری

گیشتر ابراث کم بھترا دو دھمی برادری۔

شاھر ءِ گوئیں ءِ کہ بھتا نگریں مست طوق علی

تھا نگریں مست بھتا نگریں ہماں زحمانی بھری

نمبر ۱۵

ترجمہ

اس دفعہ کھولو کو خیر باد کہنا پڑے گا.

مجھے سندھ میں ٹھوکریں کھانی پڑیں گی.

بندرق لئی کے درخت سے ٹانگنی پڑے گی.

ہم نے سندھ کے گلی کوچوں کی طرف رُخ کیا.

موالی آدمیوں کے لئے سندھ بہتر ہے.

وہاں پانی کی کثرت ہے. اور بھنگ سستی ہے

کندھوں پر گدڑیاں رکھ کر شان و شوکت سے چلتے ہیں.

لونگ کے گچھوں کی خوشبوئیں پر اندر سے مہک رہے ہیں.

میدان جنگ میں جمع ہوتے کے وقت مجھے مری قوم کے آدمی یاد کرینگے.

بالخصوص اپنے بھائی بندا اور بالعموم دیگر برادری والے

کہ کہاں ہے مست طوق علی، شاعر فریاد کرینگے.

مست طوق علی کہاں ہے. اور تلواروں کی گھٹری کہاں ہے. (یعنی اس کے تیز دھار والے شعر کہاں ہیں)

نمبر ١٦

بلوچی

دل حیالانی بندے چے بازیں بچہ ستملاءَ
پھذ گرڈاں بندگوں ہہے لاڈا نڑاں
ٹھنگ کھنے سنگ آں بازیں امسراں
گار کھنے زہیراں ایر کھنے ہمیں غماں
یا تنگ گلانی سنگت شفانی ہاں تھئی ندائش کیچ مکرانءَ
باورءَ کارءِ پرتھئی پارءَ تھختغاں دریں آ لکھاں
زغریں ہوں ستغاں چھماں ہندھڑی بازیں چھرغاں
من ہماں مرڈاں نام منی سلطان کالیاں زامسور تینتر
بنداں ہتھیاراں سنج کھناں محلءِ گشترو تھئی ہتاں
نیم شفی پاساں پہ تھئی پارءَ کھایاں دو ایب سرشماں
نام مناں نیتیں ماں وراں درشکانی براں
بھلیں ہنجیراں ماں پتریکانی شہر براں
وار تھا تھئی دو دستءِ سمتل تھئی جیذی امسراں
رشتغاں پیغام زر تھغاں زریں بانسزراں

نمبر ۱۶

ترجمہ

اے میرے دل تو ستمو کی یاد میں کیا خیالات باندھتا ہے
اے دل. اس کاروان کے ساتھ. تو وابستگی کر. میں واپس لوٹتا ہوں.
اے میرے ساتھیو. آؤ پتھروں کو سوراخ کریں (فرہاد کی طرح) تاکہ گم ہوجائیں غم اور خونی غموں کو دفن کریں.
اے بربوڑ کی مالکہ راتوں کی ساتھی میں کیچ مکران سے تیرے پیچھے ہوں.
تم یقین کرو. میں تمہارے لئے دور دور علاقوں میں بھاگا ہوں.
سندھ میں بہت سفر کرنے سے میری آنکھوں میں خون جم گیا ہے.
میں وہ آدمی ہوں کہ میرے نام کے پیچھے امر اسٹور[1] کے کنارے سے آتے ہیں
میں ہتھیاروں سے مسلح ہوتا ہوں اور اکثر تیرے پیچھے ناکہ کو تیار کرتا ہوں.
آدھی رات کے وقت تیرے لئے میں پب پہاڑ کی بلندیوں پر آتا ہوں.
میں بے نام ہوں. میں درختوں کے پھل کھاتا ہوں.
جنگلی انجیروں کے پھل اور سرخ پتریک کا پھل کھاتا ہوں (یہ ایک جنگلی بوٹا ہے جس سے چٹائیاں بناتے ہیں. اس میں سرخ دانوں والا پھل لگتا ہے.
ہمجولیوں نے اور تیرے دوست (یعنی میں) نے کھایا.
فرشتوں نے اپنے زرین پروں کے ساتھ میرا پیغام اٹھایا.

---

(۱) ضلع ٹھٹھہ دریائے سندھ کے کنارے ایک چھوٹے گاؤں اور قبیلے کا نام ہے.

روح ءِ پیغام زی تمل ءَ سرپیچغاں
طوق علی مست روح ءَ پہ شعراں جنّے
دوست سینگاری پہ وفی محتاج ایں دل ءَ
شوراں ساراں رب ءِ گوں بازیں قدرتاں
پانی گوں چیاریں امبراؤ پریشغاں
روضو سونہا ءِ مالک ءِ تعریف کنغاں
روشغاں داراں فرض اللہ ءِ بیا کنغاں
ایدا گلمو ءَ کاراں روز فے لیلین پڑاں

میری روح کے پیغام کمل سمو کو پہنچے۔

طوق علی مست کی روح کے لئے شعر کہو۔

مجبور دل کے ساتھ دوست (سمو) اپنے آپ کو سنوارتی ہے۔

میں اپنے دکھ درد کو اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے ساتھ سنوارتا ہوں۔

پاک نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے چار اصحاب و چار فرشتوں کے ہمراہ ہیں۔

میں اپنے خوبصورت مالک کے روضہ مبارک کی تعریف کرتا ہوں۔

میں روزے رکھتا ہوں۔ اور اللہ کے فرض ادا کرتا ہوں۔

اب میں کلمہ شہادت پڑھتا ہوں۔ اور روز یٰسین مبارک بھی پڑھتا ہوں۔

نمبر ۱۷

بلوچی

جی بھئی لوڈاں حدیثہ ءِ تھئی وشیں کھندغاں
قربان بھئی لوڈاں کھولوکاہان بازیں ءِ دہاں
قربان بھئی لوڈاں مست ءِ دیدغاں
روح مناں نیلی شہر بیا ھمے کوہ ءِ دز کھفوں
بیا منی بیلی من بھر اشتراں شون دیاں
اوذ گشینے یکتہ ءِ پہ سمو دزءِ وشماں
اوذ پھولانا سمو تھئی بدل پیدائیاں
سمو چھو شتریں چھو سمین آنی محلاں
سمو خوشبوئیں چھو گوزتھ غیں لغڑاں پھداں
من گرتھغاں بھد اکہ تمل ءِ احوال ءِ گراں
تمل ءِ کوھیں باندواں جھاتی ءِ جہاں
گار نتھہ سمو تھئی دستانی نشاں
من گال بول بی آں گوں گوھیں ہانڈواں
دیر گھٹہ نوذاں بدروی بیے ہوشیں جھڑاں

نمبر ۱۱

ترجمہ

خوشا تیری متوالی چال جو تیری دلفریب ہنسی کی ترجمانی کرتی ہے۔

کھولو۔ کاہان اور مارکھان کے علاقوں کو تیری سبک رفتاری پہ قربان کروں۔

ستمو تیری سبک رفتاری پر مست کی آنکھیں قربان ہیں۔

روح نے بے چین کیا ہے۔ آؤ (ستمو) اس پہاڑ سے نکل چلیں۔

آ میری محبوبہ میں تجھے اچھے راستوں کی راہ پر لگاؤں۔

ستمو کی شکل و شباہت کا انتخاب کہاں کریں۔

جہاں بھی تلاش کریں۔ بس ستمو کا جواب نہیں۔

ستمو ایسی حسین ہے۔ جیسے ابر کے ٹکڑے آسمان پر نمودار ہوتے ہیں۔

ستمو کے بدن کی خوشبو ایسی ہے۔ جیسے کہ بارش کے برسنے کے بعد زمین سے قدرتی مہک اٹھتی ہے

میں واپس لوٹ آیا سفر سے کہ ستمو کا حال معلوم کروں۔

ستمو کی پتھر کی الماری کو جھانکوں۔

ستمو تیرے ہاتھوں کے نقوش مٹ گئے۔

میں پتھر کی الماری سے بات چیت کروں۔

ساون کے مدہوش برسنے والے بادلوں نے بہت دیر کر دی۔

ستموگوں مال ایس رستراني کوہ سرا

روش ءَ مال چھارینی آف ءَ گھاری ءَ رینپ ہاں

پھاوشفادیءَ تلغیئیں مالانی عھپڈاں

زیاں ہو پھرولی آں شواگوں کھشتہ ستموگوں پڑاں

عرض ئیں مٹے گوشما بڈوکی بے ہوشئیں جھڑاں

عرض ئیں مٹے گوشوانود شلپو خئیں زہیراں

بستغاں نوذاں ریچ و مکر ا ن

زڈتھغاں گرنداں آڈتھغاں چوٹیں چیلکیاں

سیماں گوارانا لہتے ستموءَ جیذغاں

کھندغیں ستموگوں وتی جیڈی امسراں

کھنزاں گنداں تھئی لوڈاں جیڈی امسراں

سمّو اپنے ریوڑ کے ساتھ رستراني پہاڑ کی بلندیوں پر ہے۔

دن کو ریوڑ چراتی ہے۔ اور کھالے چشموں سے پانی بھر لاتی ہے۔

ننگے پاؤں ہرن کی طرح اپنے ریوڑ کے پیچھے طرارے بھرتی ہے۔

بھروئی قبیلے والو نقصان میں رہو۔ کہ تم نے سمّو بکریوں کے ریوڑ کے ساتھ کر دی۔

اے ساون کے مدہوش بادلوں میں تم سے عرض کرتا ہوں۔

او موسلا دھار برسنے والی گھٹاؤ تم سے بھی میری عرض ہے۔

ان بادلوں نے ریچ بکمان کو گھیر لیا۔

بادلوں کی گرج گونج اُٹھی۔ اور بجلیوں کی چمک آ پہنچی۔

کئی علاقوں پر برستے برستے آخر سمّو کے ٹھکانوں پر آ برسے۔

سمّو اپنی ہم عمر سہیلیوں کے ساتھ ہنستی ہے۔

کاش میں تیری متوالی چال تیری سہیلیوں کے ساتھ دیکھتا۔

نمبر ۱۸

بلوچی

شہر دلی ءِ چاش و اشانی
تچھ تاں سندھی سیہ پھنیں کانڑی
ہکل ہوڑایا یزیدانی
دِکھو دھوڑایاں لہورانی
گوں نیشاں بچھے مری آں نی
مہر اللہ خاں شہداد شیرانی
لاکھا وڈیرہ سر حلبوانی
میر حسن خان یار محمد نوثانی
گوں نیا شہباز خان حلبوانی
ڈیرو راہیجو منڑایانی
کوچھو شہراب ڈدمبکیانی
کوہلی میر ھان میوہ نوثانی
ہیوتاں بہتیل خاں مندوانی
بار کھما قادر خاں مزارانی

نمبر ۱۸ ترجمہ

دہلی شہر میں گہما گہمی ہے۔
وہاں سیاہ وردیوں میں ملبوس سندھی جمع تھے۔
وہاں ظالم سپاہیوں کا شور و غل تھا۔
اور بدمعاشوں کی پکڑ دھکڑ تھی۔
میرے ہمراہ کوئی مری سردار نہ تھا۔
(نہ ہی) مہراللہ خان (سردار مری) تھے۔ نہ شہداد شیرانی تھے۔
(نہ) بہادروں کا سرکردہ لاکھا تھا۔
(نہ) میر حسن خان اور یار محمد نوثانی تھے۔
اور شہباز خان (نواب شہباز خان بگٹی، لشکروں کا سرغنہ ساتھ نہ تھا۔
جو کہ ڈیرہ بگٹی کے راہیجہ قبیلے میں سب سے جلیل القدر ہیں۔
(نہ) کچھی کا سہراب ڈومبکی تھا
(نہ) میرہان (میر خان)، کوہلی قبیلے والا اور نہ میرہ نوثانی تھا۔
(اور نہ ہی)، ہیبتان (ہیبت خان)، اور بھتیل خان مسوری تھے۔
(اور نہ ہی)، بارکھان کے قادر خان مزارانی قبیلے کے

مد۱. ایک دفعہ حضرت مست دہلی تشریف لے گئے۔ اور وہاں کسی جیل خانے میں گھس گئے۔ چنانچہ وہاں کے سپاہی آپ سے واقف نہیں تھے۔ انہوں نے آپ کو روکا۔ اور آپ سے جھگڑنے لگے۔ اس موقع پر آپ نے یہ شعر کہا۔ اور حسرت سے اپنے دوستوں کے نام غزل میں گنے لگے اگر ان کے وہ دوست ہوتے۔ تو ان سپاہیوں کے ظلم کا جواب دیتے۔

مد۲. نوثانی بگٹی قوم کا ایک قبیلہ ہے۔

مد۳. سہراب خان ڈومبکی قوم کے سردار تھے۔

مد۴. مسوری بگٹی قوم کا ایک قبیلہ ہے۔

مد۵. کھیتران قوم کے سردار مزارانی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔

نمبر ۱۹

بلوچے

حال مناں ہندی سنگتاں داتا
آگ منی جوریں دژمناں گھپتھا
ہاو باغل دبھاول، بھیلنا یاراں
باز خبرداری لے باہر وسہ سیناراں
جھاگتو سا وئیں دریا تاراں
شاں بھر اجلدی جھبٹا یاراں
مار اژ بنا ہا قدر تاں گھشتا
ماکہ شہ رب حکمتاں دِیثا
میر جمال خان ءُ آرامیلاں گھپتھا
منزل سائیں لے ہے بیثا
منزل جہ انیں بودن اِشتیں
اِشتی ءَ مٹے دُتریں واژہیں مانیں
میر پھ چوٹی ءُ آمداثیں
اختریں منت ءَ مناں لائے

نمبر ۱۹

ترجمہ

مجھے غیب سے اپنے وجود نے مطلع کیا۔
کہ تیرا راستہ جانی دشمنوں نے روک لیا ہے۔
شور شر میں مجھے انہوں نے دھکا دیا۔
کالے مگرمچھوں سے خبردار ہو۔
میں نے بھی نیلے گہرے سمندر میں تیرنے کی کوشش کی۔
مجھے بہت جلد میرے غیبی مددگاروں نے اُچک لیا۔
خداوند تعالیٰ کی قدرتوں نے مجھے سمندر سے باہر نکالا۔
میں نے بھی اللہ تعالیٰ کی حکمتوں سے معلوم کیا۔
میر[1] جمال خان اپنے عمل میں گرفتار ہوا۔
بس اُس کی (میر جمال خان) زندگی کی منزل نہیں ختم ہوئی۔
منزل ابھی ہے یعنی (سرزمین حجاز رہنے کے قابل ہے۔
یہاں ہمارے دُردانہ مالک (نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم مقیم ہیں)۔
میر جمال خان اپنے وطن چوٹی کے لئے اُداس ہے۔
اور کہتے ہیں مجھ پر احسان کرو۔

---

[1] یہ شعر اُس واقعے کے بعد حضرت مست نے کہا ہے۔ جس کا ذکر پہلے بیان کیا گیا ہے۔ نواب جمال خان لغاری حج کے لئے اِن کو ہمراہ لے گئے اور پھر حضرت مست کو اپنے خادموں کے ذریعے سمندر میں پھینکوا دیا۔

Scanned with CamScanner

مُلکی موت مُہلتاں معاف کَنَّن

شنبرا مستءِ نوبتاں بہر کَنَّن

میرءِ چوٹیءِ وہاسَر کَنَّن

جی حاجیاں ہند ہے جُوائین

میر بہیہ چوٹیءِ آمدائین

یہاں مجھے معافی ملے اور میرے وطن میں میرا دم نکلے.

میرے حصے کی نعمتوں میں سے اِس دفعہ ایک مجھے دے دیں.

میر جمال خان کو زندہ چوٹی کے علاقے تک پہنچا دے

حاجیوں کے لئے یہی جگہ اچھی ہے.

میر د جمال خان، اپنے وطن چوٹی کے لئے اُداس ہے.

نمبر ۲۰

بلوچی

چھوناں تھنی آں من ہفت ویا کہن آف فراب

چھاتاں گوں گٹھاں مشکلاں گوں گوڑاں یر براں

تمل ءِ دستاں من یکھ چپ تو ءِ سیر باں

دست بزاں من مالک ءَ آ ءِ عرداش کھناں

تمل ءِ کھل ءِ سیری بھرنپ سا کھناں

پرچل آں بندی گوں شلنگیں مڑدانغاں

کھفی کھل ءِ گندی شے چہ ٹیس زیہراں

تھاں رنگ ءِ بندی تھاں ہنداگوامنی جڑاں

پنج ترین برجاں پنج ترین ہین ءِ گراں

تنبو ءِ وشکی پہ اشی بندیں کھنگراں

نشوا گھنو خ نہ دیثو ماں پوادھ پھنگراں

نمبر ۲۰

ترجمہ

میں ایسا پیاسا ہوں، کہ سات دریاؤں کا پانی پی کر بھی پیاس نہیں بجھتی
کنوؤں و تنگ گھاٹیوں کے پانی کو اتنا پیتا ہوں کہ پانی نیچے بیٹھ جاتا ہے۔
مگر ستمو کے ہاتھ کے چلو بھر پانی سے میری پیاس بجھ جاتی ہے۔
ہاتھ اوپر پھیلا کر اپنے مالک سے عرض کرتا ہوں۔
ستمو کی جھگی پر بھرپور موسلا دھار بارش کی بوندیں سایہ کریں۔
وہ (ستمو) اپنی جھگی کی چھت پر اپنی مخروطی انگلیوں سے چٹائی رکھے۔
جھگی کا ستون گر گیا ہوگا، اور وہ (ستمو) دیکھ رہی ہوگی، کہ بارش کی دھاریں کیسے پلٹ رہی ہیں۔

حیرت ہے کہ وہ (خداوند تعالیٰ) کیسے بادلوں کو اکٹھا کرتا ہے۔ اور کس جگہ برساتا ہے
کتنی بلندی پر بادل ہوتے ہیں، اور کتنے بلند و نشیب گھاٹیوں پر برستے ہیں۔
تنبو کی وادی کے ہرن بارش کو دیکھ کر بلند گھاٹیوں کے درمیان پناہ لیتے ہیں۔
کیا تم نے دیوانہ (مست) پوادھ پہاڑ کی بلندیوں پر نہیں دیکھا۔

نمبر ۲۰

بلوچی

چھوناں تھنی آں من ہفت ڈیا کہن آف قواں
چھاناں گوں گٹھان مشکلاں گوں گوڑاں ایر براں
تمل ءِ دستاں من یکھ جیتو ءِ سیرباں
دست برزاں من مالک ءَ آعر داش ءِ کھناں
تمل ءِ کھل ءَ سیری تھر تیپ ساکھناں
پر جلی آں بندی گوں شلنگیں مڑدا نغاں
کھفی کھل ءَ گندی شئے چڑتیں ژیہراں
تھاں رنگ ءَ بندی تھاں ہند اگوانیی جڑاں
پچ ترین برجاں پچ ترین ہین ءِ گراں
تنبو ءَ وشکی پہ اشی بندیں [illegible] گراں
لشوا گھنو خ نہ دیثو ماں پوادھ پھنگراں

نمبر ۳

ترجمہ

میں ایسا پیاسا ہوں۔ کہ سات دریاؤں کا پانی پی کر بھی پیاس نہیں بجھتی
کنوؤں، تنگ گھاٹیوں کے پانی کو اتنا پیتا ہوں کہ پانی نیچے بیٹھ جاتا ہے۔
مگر تمو کے ہاتھ کے چلو بھر پانی سے میری پیاس بجھ جاتی ہے۔
اعتماد پر بھروسا کر کے اپنے مالک سے عرض کرتا ہوں۔
تمو کی جھگی پر بھرپور موسلا دھار بارش کی بوندیں سایہ کریں۔
وہ (تمو) اپنی جھگی کی چھت پر اپنی مخروطی انگلیوں سے چٹائی رکھے۔
جھگی کا ستون گر گیا ہوگا۔ اور وہ (تمو) دیکھ رہی ہوگی۔ کہ بارش کی دھاریں کیسے
پلٹ رہی ہیں۔

حیرت ہے کہ وہ (خداوند تعالیٰ) کیسے بادلوں کو اکٹھا کرتا ہے۔ اور کس جگہ برساتا ہے
کتنی بلندی پر بادل ہوتے ہیں۔ اور کتنے بلند و نشیب گھاٹیوں پر برستے ہیں۔
تنبو کی وادی کے ہرن بارش کو دیکھ کر بلند گھاٹیوں کے درمیان پناہ لیتے ہیں۔
کیا تم نے دیوانہ (مست) پوادھ پہاڑ کی بلندیوں پر نہیں دیکھا۔

نمبر ۲۱

بلوچی

چھنبڑی روش ءَ گوں سری مڑداں گون بچاں
دلبڑ اِرشتو من پھڈی رنداں گڑ تھنغاں
من دل ءَ وشاں ماں پھذا باری وکھناں
چھونہ زاناں زیادہیں خواری کھفاں
یکھ برءَ جکھشیغاں جنگ ناوشیں پڑاں
ماردو دیمی بیڑتیں زرکان پوتروان
سرمنی سالوکی زرنیتیں سوز شتیں لڑاں
یک برءَ کاڑکھنڈ ءَ گیختیں زرباں
مہراں قطاریں لستہ ماں یر باندیں ڈہاں
شتر شانوذاں شوزتھی سول گو سملاں
زامرو لیڑھی لڑزنتھی چھبوں حضرتی لڑھاں
درکھفی ستو گوں وتی جیڈی اُمراں
چھتماں چھمرینی گندی ماں چھوٹیں چیلکاں
جیڈی آں سکھ کھنے کھلاں آڑتھا سوشیں واپھڑاں

Scanned with CamScanner

نمبر ۲۱

ترجمہ

چیلنبرڑی کے دن میں پہلی صفوں کے ساتھ چل پڑا

دلنشر[1] (دریا خان) کو چھوڑ کر میں واپس لوٹا۔

لڑائی سے تو میں واپس آگیا۔ کہ کچھ اچھے دن زندگی کے گزریں گے۔

لیکن میں یہ نہیں جانتا تھا۔ کہ اس سے زیادہ مصائب میں گھر جاؤں گا۔

کاش میں تھوڑی دیر لڑائی کے تلخ میدان میں ٹھہرتا۔

ہمیں دو طرف سے بگٹی گھیر لیتے

میرے عروسی سر پر تلواروں کی بوچھاڑ ہوتی۔

ایک دفعہ بگٹیوں کو کارکھنڈ غ کے مقام پر اس حد تک خوفزدہ کرتے جتنا ایک حاملہ عورت دہشت وخوف سے حمل گرادیتی ہے۔

دور دراز ملکوں پر رحمتوں کی قطاریں (بادل) صف آرا ہوئے۔

بادل برسے اور کنڈی کے درخت کی کونپلیں پھوٹ نکلیں۔

زامز ایک پہاڑی بوٹا ہے، کی لمبی شاخیں قدرتی زنجیروں کی طرح خوشی سے جھوم رہی

سمو اپنی سکھیوں کے ساتھ باہر نکلی

بگاہوں کو چاروں طرف پھیر کر بجلی کے خم دار شعلوں کو دیکھتی ہے۔

سکھیوں اپنی جھگیوں کو مضبوط کرو مست دھاریں آن پہنچیں۔

---

(۱) دلنشر (دریا خان) حضرت مست کے بھائی تھے۔

کابل و قندھاری گروخ نزیخ بیشغان

اے ہماں تھرنیچاں تھاں گنوخ ءُ شتھغاں

درکھفی سمّوگوں وثی ارمانیں دِلا

ثُبّیں وث کھیث ثئیں وثی ہنبوئیں سلام

ازتھگی بے شیغیں بیخاماں دیری ءُ گہان

کوہ سلیمان ءُ داراں شمّاہی روشغاں

سمّل لڈانی پھذاماں ڈرّدی بی تغاں

ہون منی اوشیشیں دل چھکا متغاں

کھر گنجزی بال ءُ من کھشو دیر اگو ستغاں

ہر مین دیمے ءُ نتر بستغاں صوبیاں

سمّو ءِ عہداں ناں نہ بھو ریناں مولیداں

سمّو ءِ عہد چھوں فترآ تانی اکھراں

شہر ڈیوا ءِ دیم منی رو ڈا ءِ کہیر

زارہاں منی آن بھتر سے برانی مرید

ہنچھشوں ماں چھوں تھاپھہ جانی ءُ زہیر

کابل اور قندھار کی بجلیاں قریب آن پہنچی ہیں

یہ وہ بوندیں ہیں کس دیوانے نے بھیجی ہیں

سمّو اپنے ارمان بھرے دل کے ساتھ باہر نکلی

نہ خود آتی ہے۔ اور نہ ہی خوشبو والے سلام بھیجتی ہے۔

تیرے بے کیف پیغامات سے میں دور ہی بہتر ہوں۔

کوہ سلیمان پر چھ ماہ میں روزے رکھوں گا۔

سمّل کی آئے دن کی نقل وحرکت سے میں دکھ زدہ ہو گیا ہوں۔

میرے صاف شفاف دل پر خون منجمد ہو گیا ہے۔

میں گدھ کی طرح پرواز کرتا ہوا دور سے گزر گیا۔

پریوں نے میرے آگے صف باندھی۔

اے کنیز ہو (پریوں سے مخاطب) سمّو کے عہد و پیمان میں نہیں توڑوں گا۔

سمّو کے عہد و پیمان قرآنی حرفوں کی طرح ہیں۔ (جوان مٹ ہیں)

ڈیوا خان (دیوادھی مری) کے گاؤں سے کنڈی والے حسن رودا دڈومبکی قبیلے کے بزرگ) کی طرف روانہ ہوتا ہوں۔

ویرانوں، بیابانوں کے مرید (شہ مرید کہیری بزرگ) میری آہ وزاری پر میری مدد کر

میں بھی تیری طرح ہوں۔ جیسے کہ تو ہانی کے لئے اداس ہے۔

مطبوعہ پاکستانی پریس کوئٹہ

...i Academy Quetta
Acc No. 135
LIBRARY

بلوچی اکیڈمی کی مطبوعات

۱۔ درچین ـ جام درک ڈومبکی کا بلوچی مجموعۂ کلام
مرتب بشیر احمد

۲۔ بلوچی لوک گیت معہ منظوم اردو ترجمہ۔ مرتب اور
مترجم عین سلام۔ عطا شاد

۳۔ بلوچ اعظم۔ میرچاکر خان [illegible] حالات زندگی
مصنف محمد سردار خان بلوچ [illegible]

۴۔ فاضل رند۔ کا بلوچی مجموعۂ کلام اور حالات زندگی
مرتب بشیر احمد (زیرطبع)

بلوچی اکیڈمی شارع اقبال کوئٹہ

Pakistan Press, Jinnah Road, Quetta.